وَاَمَّا مَا یَنۡفَعُ النَّاسَ فَیَمۡکُثُ فِی الۡاَرۡضِ

زمین پر بقا اور دوام اُس چیز کو ملے گا جو چیز لوگوں کے لیے فائدہ مند ہوگی

سائنسی علوم اور قرآن

از قلم

عزیز اللہ بوہیو

سندھ ساگر اکیڈمی

واماما ينفع الناس فيمكث فی الارض (القرآن)

یعنی زمین پراس چیز نے باقی رہنا ہے جولوگوں کے نفعے کی ہوگی،

امامی مذاہب اور قرآن

عزیزاللہ بوہیو

پبلشر:عزیزاللہ بوہیوپتہ.po ولیج خیرمحمد بوہیو براستہ نوشہرو فیروز سندھ

سندھ ساگر اکیڈمی

قیمت دوسو روپیہ

مہدی اور امام صرف قرآن ہے

کسی بھی شخص کوراہ ھدایت سمجھانے اور بتانے کے بعداُس پر چلادینا یہ کام صرف اللہ ہی کرسکتا ہے۔اس مفھوم سے کہ کسی کو ہدایت کی بات سمجھانے کے بعد اسپر اسے کاربند اور راہی بنانا اسکیلئے اے محمد! انک لاتھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء وھو اعلم بالمھتدین 56/28 یعنی اے محمد اے مخاطب قرآن اسطرح کی ہدایت آپکے بس کی بات نہیں ہے یہ کام صرف اللہ ہی کرسکتا ہے اسلئے کہ صرف اسے یہ علم ہے کہ کون دل سے ہدایت کا طلبگار ہے، آپکو قرآن دینے سے پہلے تو یہ بھی علم نہیں تھا کہ ماکنت تدری ماالکتاب ولا الایمان کہ" کتاب کیا چیز ہے اور ایمان کیا چیز ہے، لیکن جب ہم نے اس کتاب قرآن کو نور ہدایت بنا کر نازل کیا تو اس کے بعد وانک لتھدی الی صراط مستقیم 52/42 اب اس کتاب کی نور کی روشنی میں تو لوگوں کو صراط مستقیم کی طرف راہ بتانے کی ہدایت کرتا ہے، اصل میں ہدایت کیلئے دائمی اور ابدی اصول یہ ہے کہ قل ھل من شرکائکم من یھدی الی الحق قل اللہ یھدی للحق افمن یھدی الی الحق احق ان یتبع امن لایھدی الا ان یھدی فمالکم کیف تحکمون 35/10

اے مخاطب قرآن! دنیا والوں کو چیلنج کرو کہ ہے کوئی تمہارے گروؤں اور اماموں میں سے کوئی جو حق کی طرف ہدایت کرسکے، دنیا والوں کو بتادو کہ حق کی طرف صرف اللہ ہی ھدایت کرسکتا ہے (یعنی اسکا قرآن) اسلئے جو حق کی طرف ہدایت کرسکے وہ ہی زیادہ مستحق ہے کہ اسکا اتباع کیا جائے، سو ایسے لوگوں کا کیونکر اتباع کیا جائے جو خود اپنی ہدایت کیلئے ہی کسی اور کے محتاج ہیں پھر تمہیں کیا ہوگیا ہے تم کس قسم کے فیصلے کررہے ہو؟ کیوں ایسے لوگوں کو مھدی اور امام بنائے ہوئے ہو جبکہ و کل شئ احصیناہ فی امام مبین 36/12 یعنی ہم نے جملہ اقوام کی غلامی اور آزادی حیاتی اور موت کار کارڈ اپنی امام کتاب میں محفوظ کیا ہوا ہے سو جب کسی کو ہدایت کیلئے امام کی ضرورت پڑے اور اسے تلاش کرے تو سن لو! اذاسألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذادعان فلیستجیبولی ولیؤمنوابی لعلھم یرشدون 2/186 یعنی اے مخاطب قرآن! آپ سے کوئی بھی شخص میرے متعلق معلوم کرے کہ وہ کیسے اور کہاں ملیگا تو اسکو بتاؤ کہ میں بہت قریب ہوں اتنی حد تک جو پکارنے والے کو اسکی پکار کا جواب دیتا ہوں، پھر لازم ہے تم پر کہ میرے کتاب کو مھدی اور امام مانتے ہوئے میرے جوابات اس سے حاصل کرو ہدایت اس مھدی کتاب میں سے حاصل ہوگی۔

متاع دین و دانش بیچ ڈالی چند سکوں پر_ تراہر اک مسلمان کفر کا دربان ہے ساقی

فہرست

میں اپنی یہ کتاب بمبئی فلم اسٹوڈیو کی فلمی اداکارہ

زیب النساء

کے نام سے منسوب کرتا ہوں۔

ہندوستان کی فلم سازی کی تاریخ میں 1935ء سے لے کر 1945ء تک کا عشرہ تہلکہ خیز رہا ہے۔ اس عرصہ میں فلم سازی کے حوالے سے بین الاقوامی شہرت پر فائز اس مرکز میں زیب النساء، سنیما کے پردۂ سیمیں پر شہرت پا چکی تھی۔ یہ شہرت کوئی نیکی کے کاموں کی بدولت نہیں تھی۔ ویسے بھی نیک نامی والی شہرت کا ملنا فلمی ماحول میں محال ہوتا ہے، کیوں کہ فلمی ماحول ایک طرح کا بازار گناہ ہوا کرتا ہے۔ لیکن زیب النساء نے تو واقعتاً ایسے گناہوں کو گویا جونا مارکیٹ میں رہتے ہوئے بھی نیکی اور غیرت ایمانی کی مثال قائم کر دی اور نیک نامی کما کر دکھا دیا۔ اس کا کارنامہ یہ ہے کہ اس کو فلم انڈسٹری کے کسی ماہر شخص نے کہا کہ تیرا نام تو کسی ماسٹرنی جیسا لگتا ہے، تو اس نام کو بدل کر اپنا نیا نام 'عائشہ' رکھ لے۔ زیب النساء نے جواب میں اسے کہا کہ یہ تو ایک عظیم ہستی کا مقدس نام ہے، یہ تو ام

المؤمنین زوجۂ رسولؐ اللہ کا نام ہے، آپ مجھ جیسی گناہ آلودہ بازاری کردار
والی عورت پر ایسا نام رکھنا چاہتے ہیں۔ پھر آگے کی کہانی تو آپ کو کہنہ مشق
قلم کار شورش کاشمیری، مدیر مجلّہ 'چٹان، لاہور' کی زبانی سنیں۔
لیکن جب میں نے زیب النساء کے اس غیرت مندانہ احتجاج کو پڑھا تو
مجھے اپنے مولوی، مولانا، دستار بند عالم دین، فاضل درسِ نظامی ہونے پر
شرم آئی کہ ہم میں تو زوجۂ رسولؐ، ام المؤمنین جنابہ عائشہؓ صدیقہ کے
خلاف حدیث کی کتابوں، بخاری، مسلم اور ابن ماجہ میں تہمت اور بہتان کی
حدیثیں پڑھ کر بھی اتنی غیرت نہ آئی جتنی اس بازاری عورت کو آئی۔ حیف
صد حیف ہو میری بے حس مولویت پر! مجھ مولوی سے تو غیرت ایمانی کا کوئی
مظاہرہ اس ناچنے والی عورت کے کارنامے کے برابر نہ ہو سکا۔ وہ کیا تھا،
اسے آپ شورش کاشمیری کے مقالے میں پڑھیں۔

عزیز اللہ بوہیو

بمبئی کی فلمی دنیا:

بمبئی کی فلمی دنیا کے مشہور انگریزی رسالہ 'فلم انڈیا' Film India کا مالک و
مدیر بابوراؤ پٹیل گجراتی بولنے والے ایک کٹر مہا سبھائی متعصب ہندو تھا، دولت
شہرت اور دنیاوی عزت اس کے قدم چومتی تھی۔ فلمی دنیا سے وابستہ تمام افراد اس
کے دفتر میں حاضری دینا باعث اعزاز سمجھتے تھے کہ کل کلاں بابوراؤ پٹیل کی نظر عنایت
پڑ جانے پر ان کی تصویر اگر ''فلم انڈیا'' کے سرورق پر چھپ گئی تو یوں سمجھا جاتا تھا کہ
لاٹری کھل گئی یعنی تمام دلدر دور ہو جائیں گے لیکن ''بابوراؤ'' انتہائی تیز طرار آدمی

تھا۔ بڑی منت سماجت، چاپلوسی پر اگر ایک آدھ بار اپنے رسالہ کے کونے کھدرے
میں تصویر چھاپ دینے کو بھی عظیم احسان گردانتا۔ اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ اس کی
نظروں میں آنے والے چہرے کی واقعی قسمت جاگ جاتی یعنی سرورق پر تصویر
چھپ جانے پر ایک دم کئی پارسی سیٹھ نئی فلموں کے ایگریمنٹ سائن کرنے کو تیار
ہو جاتے اس طرح چند دنوں میں ہی غیر معروف چہرہ انڈیا کا معروف فلمی ستارہ شمار
کیا جاتا۔ بالفاظ دیگر بابوراؤ پٹیل لنگور کو حور کے طور پیش کرنے کا گر جانتا تھا۔
باوجود اس تمام رونق کے جو بابوراؤ کے اردگرد بھی رہتی ایک دن اس کو احساس ہوا
کہ فلمی اداکارہ ''زیب النساء'' محض اپنی محنت، جانفشانی اور خوش اخلاقی کی وجہ سے
ابتدائی منازل عبور کر کے ترقی کی ان سیڑھیوں کو چھو رہی ہے جو دیگر فلمی ستاروں
نے کئی کئی سالوں میں فلمی رسالہ ''فلم انڈیا'' کی وجہ سے شہرت وعظمت کا مقام
پانے پر حاصل کی۔ آخر اس سے رہا نہ گیا۔ مذکورہ پیشہ ور رقابت کے تحت اس نے
''زیب النساء'' کو اپنے آفس سیکریٹری کے ذریعے پیغام بھجوا کر دفتر میں چائے کی
دعوت دی۔ خوش طبع فلمی اداکارہ ''زیب النساء'' اخلاقی مظاہرہ کرتے ہوئے
جب اس کے دفتر پہنچی تو بابوراؤ نے بڑے روکھے پن سے اپنا رویہ پیش کیا۔ کافی
دیر انتظار کے بعد اسے اپنے آفس کے کمرے میں طلب کیا۔ اس کا پہلا جملہ جو
عصبیت سے پُر تھا ملاحظہ فرمائیں:
''کیا نام ہے تمہارا؟'' پھر خود ہی بولا ''زیب النساء'' ارے بابا یہ فلم ایکٹریس کا
نام نہیں ہوتا۔ اتنا لمبا نام اسکول ٹیچر کا ہوتا ہے اپنا کوئی سویٹ فلمی نام رکھونا۔'' ایک
سانس میں ادا کیے گئے ان الفاظ نے زیب النساء کو سنبھلنے کا موقع بھی نہ دیا۔
تذبذب کے عالم میں اس نے کہا ''بابوجی آپ ہی کوئی نام تجویز کریں مجھے اس کا

تجربہ نہیں"۔ شیطانی ہنسی میں زور دار قہقہہ لگاتے ہوئے بابوراؤ پٹیل نے فوراً کہا
"ہاں! ہاں! تم اپنا نام "عائشہ" رکھ لو۔"
اس دوران چائے آ چکی تھی ملازم نے چائے کا کپ زیب النساء کے سامنے سجا دیا
، دوسرا کپ بابوراؤ پٹیل کے سامنے رکھ کر وہ باہر چلا گیا۔ اس اثنا میں زیب النساء
نے خود کو ذرا ذہنی طور پر تیار کیا اور بابوراؤ پٹیل سے دوبارہ وضاحت طلب کی کہ "بابو
جی! آپ نے کیا نام کہا؟" "ارے بابا بولا نا "عائشہ"، برجستہ بابوراؤ نے جواب
دیا۔

چونکہ بات چیت فلمی ماحول میں ہو رہی تھی اس بناء پر وہ بات کو نہ سمجھ سکی۔ قوت
غضبیہ سے اچانک مشتعل ہو کر زیب النساء کا چہرہ اپنا رنگ بدل گیا اب اس کا حسین
چہرہ سرخ شعلہ بن چکا تھا۔ اس کی آنکھوں سے انگارے برستا شروع ہوئے۔ اپنے
جذبات کو ذرا سا قابو میں لاتے ہوئے اس نے اپنے لہجے کو یکسر کرخت کر لیا اور کہا،
"بابوراؤ پٹیل! تمہیں پتا ہے کہ میں ایک فلم ایکٹر ہوں، جس کا ذاتی کردار بازاری
اور گناہ آلود ہے۔ جس کو فلمی تماش بین لوگ ہر حال میں نیک سیرت عورت کے
مقابلے میں فاحشہ اور برا سمجھتے ہیں اور ناچنے والی طوائف کے معیار کا درجہ دیتے
ہیں۔ تم نے مجھ جیسی ناپاک عورت کو ان نیک ہستیوں کے نام اپنانے کا مشورہ کیسے
دیا؟ تمہیں پتا ہے کہ مسلمانوں کے نزدیک اس نام کی عظمت کا کیا مقام ہے؟ آخر تم
نے ایسی مکروہ شیطانی سوچ پیش کرنے کی کوشش کیوں کی ہندو کے بچے! اس کے
ساتھ ہی وہ اپنی کرسی سے نیچے کو جھکی اپنا سینڈل اتار کر بابوراؤ کے سر پر برسانا شروع
کر دیا۔ وہ بے قابو ہو کر اس وحشیانہ انداز سے اس کی پٹائی کر رہی تھی اور ساتھ ہی اس
لپر بیہودہ گالیوں کی بوچھاڑ کرتی جا رہی تھی چند منٹوں میں بابوراؤ پٹیل کی ناک کے

نتھنوں سے خون بہنا شروع ہو گیا۔ وہ بار بار چلا رہی تھی کہ میں تجھے چھوڑوں گی
نہیں، ذلیل کمینے! اس نے اس کے چہرے پر بھی اچھی خاصی ضربیں لگائی تھیں
جن کے نمائشی نشان کئی دنوں تک بابوراؤ کے چہرے پر رہے۔

آخر بابوراؤ پٹیل کے عملے نے بڑی مشکل سے زیب النساء کو قابو کیا اور دفتر سے
رخصت کیا۔ اگلے دن کے تمام اخبارات نے بابوراؤ پٹیل کے متعصبانہ رویہ پر لعن
طعن کی اور سینڈل سے مرمت کئے جانے کی کہانی کو بڑھا چڑھا کر، ساتھ ہی برے
حال میں بابوراؤ پٹیل کی زخم خوردہ تصویر بھی شائع کی۔ کسی منچلے رپورٹر سے نہ رہا گیا
، اس کی فن ظرافت کی رگ پھڑک اٹھی موقع کی نزاکت کے تحت اس نے تصویر کا
عنوان جلی طور پر پیش کیا کہ "لنگور کو حور بنانے والا خود لنگور بن گیا!" زیب النساء
اب وہ مقام حاصل کر چکی تھی جس کا ہر عاصی مسلمان متمنی رہتا ہے چنانچہ اس نے
فلمی دنیا کی گناہ آلود زندگی سے تائب ہونے کے اقدامات کی فکر شروع کر دی۔
آج بھی اگر بابوراؤ پٹیل کہیں زندہ ہو تو اس کے چہرے پر خراشوں کے داغ اس
واقعہ کی صداقت کا اپنے تئیں منہ بولتا ثبوت فراہم کریں گے۔

مقدمہ

گاہ گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را

تازہ خواہی داشتن گل داغہائے سینہ را

محترم قارئین! مسلم امت کو اللہ پاک نے اپنی عظیم کتاب قرآن حکیم کے وارث ہونے کا شرف بخشا ہے۔ اسی عظیم میراث کی بدولت یہ ملت اسلامیہ شُهَدَاءَ عَلَى النَّاس (بنی نوع انسان کی نگران) بن گئی تھی۔ کچھ عرصے کے بعد اس امت کے لوگ، قرآن جیسے یقینی علم کو چھوڑ کر ظنی اور اٹکل پچو قسم کے ان توہماتی علوم کے پیروکار بن گئے جن کو انسانی اکثریت کے گمراہ کن جتھوں نے ترتیب دیا تھا۔ ان علوم نے انہیں اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا (6-159) یعنی "جن لوگوں نے اپنے دین میں تفریق ڈالی وہ شیعے تھے" کے قرآنی الزام کا مستحق ٹھہرادیا ہے، اور یہ لوگ اس گھمنڈ میں کہ وہ اکثریت کے ساتھ ہیں۔ وہ قرآن کے اس انتباہ کو بھی سمجھ نہ سکے کہ وَ اِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِى الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ☆ (6-116) یعنی "آپ اگر اکثریت کے ساتھ ہونے کے چکر میں پڑینگے تو وہ تمہیں اللہ کی راہ سے گمراہ کردینگے، کیونکہ اکثریت والے یقینی علم کے مقابلے میں ظنی علوم کے تابع ہوتے ہیں، جو حقائق کی بجائے تخمینوں سے گھڑا ہوا ہوتا ہے"۔ اس ظنی علم والی اکثریت کیلئے قرآن دشمن حدیث ساز مافیا نے ایک حدیث بھی بنا ڈالی کہ اتبعوا السواد الاعظم، یعنی بڑی اکثریت والوں کا اتباع کرو۔ پہلے یہ حقیقت قارئین کی خدمت میں عرض کردوں کہ میں کسی بھی مذہبی فرقہ کی نمائندگی نہیں کرتا، میری نظر میں اسلام سے منسوب کیے

ہوئے سارے امامی فرقے حنفی، شافعی، جعفری، مالکی، حنبلی، اہل حدیث وغیرہ کے جملہ فرقوں کے فقہوں کو قرآن حکیم سے پرکھ کر کے دیکھیں گے تو یہ سب کے سب غلام سازی کے حامی ہیں، جبکہ قرآن نے اپنے آخری نبی سے وضاحت سے فرمایا کہ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى (8-67) یعنی "غلامی کی جڑ (لڑائیوں میں غلام بنانے کیلئے جو دشمنوں کو قید کیا جاتا ہے) اب سے اس پر بندش لاگو کی جاتی ہے۔ جنہیں جنگ کے دوران گرفتار کرنا ضرور اور لازم ہو تو انہیں گرفتاری کے بعد، جنگی ماحول کے ختم ہوجانے کے بعد فرمان الٰہی ہے کہ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا (4-47) یعنی "بطور احسان یا فدیہ لیکر ہر حال میں انہیں آزاد کردیا جائے"۔ ارشاد الٰہی ہے کہ وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا وَّ آتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِىْ آتَاكُمْ یعنی جو مرد یا عورتیں اس خاتم الانبیاء کے آنے سے پہلے اور اس پر نازل کردہ کتاب خاتم الکتب قرآن کے آنے سے پہلے سے غلام اور لونڈی ہیں آپکے معاشرہ کے اندر ہیں، ان میں سے کوئی اگر تم سے آزادی کی تحریر اور اجازت نامہ لینا چاہے تو انہیں نہ صرف آزاد ہونے کی تحریر دی جائے بلکہ آزاد کرنے کے ساتھ انہیں اپنے مال میں سے کچھ مال بھی استطاعت کے مطابق دیا جائے (24-33)۔ محترم قارئین! اب کوئی جائے اور مسلم کہلانے والے جملہ امامی مذاہب کے فقہی ذخیروں کو کھنگالے، ان سب کے ہاں غلامی جائز ہے، غلاموں کی تجارت جائز ہے اور لونڈی بنائی ہوئی عورتوں سے بغیر نکاح کے جماع جائز ہے۔ ان کے فقہوں کے اندر لکھا ہوا ہے کہ کوئی غلام مرد یا عورت اپنے مالک سے پیسوں کے عوض آزادی مانگے تو اس عمل کا نام 'مکاتبت' ہے، یعنی ان کی فقہی اصطلاح میں غلام کو پیسوں کے عوض آزاد کرنا ہے، جبکہ اوپر آیت میں اللہ نے حکم دیا کہ وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا وَّ آتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِىْ

آتـاکُم (24-33) یعنی آزاد ہونے کی لکھت اور سند مانگنے والے کو نہ صرف آزادی کی تحریری سند دی جائے بلکہ اس سٹرفکیٹ کے ساتھ ساتھ اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے اور خود کفیل ہونے کیلئے اسے اپنے مال میں سے بھی پیسے وغیرہ دئے جائیں۔ غور فرمایا جائے کہ قرآن نے معاشرے میں پہلے سے موجود غلاموں کو آزادی دینے کیلئے تحریری سند لکھ کر دینے کا حکم جدا دیا اور اپنے پاس سے پیسے اور مال دینے کا حکم جدا دیا ہے۔ امامی مذاہب کے جملہ اماموں نے قرآن کے اس حکم میں معنوی مداہنت اور خیانت اور تحریف کرتے ہوئے فقہ بنایا ہے، کہ غلام کو دینے کے بجائے اسے آزاد کرنے کے عوض اس سے مال لیا جائے تو اسکا نام مکاتبت ہے!!! آیت میں ان عـلمتم فيهم خيـرا کے معنی ہیں کہ وہ پاگل اور نابالغ وغیرہ نہ ہوں، جس کا ذکر سورۃ النسا میں کیا گیا ہے۔ (4-45)

عورت سے نفرت کی وجہ - اماموں کی جہالت یا خیانت؟

جناب قارئین! حدیث ساز اماموں نے خلاف قرآن یعنی روایت میں مشہور کیا ہوا ہے کہ پہلے مرد (آدم) پیدا کیا گیا تھا، اس کے بعد عورت (حوا) مرد کی پسلی سے پیدا کی گئی۔ جبکہ قرآن فرماتا ہے کہ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً (4-1) غور فرمایا جائے کہ صاف صاف فرمایا گیا ہے کہ "خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا" یعنی نفس واحدہ جو مونث ہے اس سے اسکا شوہر پیدا کیا گیا ہے، زوج پیدا کیا گیا ہے، پھر ان دونوں سے کئی سارے مرد اور عورتیں پیدا کیے گئے ہیں"۔ تو حدیث سازوں کی متن قرآن سے ایسی عداوت صرف اس لئے ہے کہ امامی علوم میں عورت کی تحقیر کی تعلیم دی گئی ہے جس کی معلومات حدیثوں کی کتابیں پڑھنے سے ملیں گی۔ ان کے حوالہ جات کیلئے میری کتاب "فتنہ انکار قرآن" پڑھی جائے۔

قرآن میں یہ تحریفات معنوی کیونکر؟

محترم قارئین! اس کتاب کے اندر قرآن کے انقلابی افکار و نظریات سے امامی علوم کے جا بجا ٹکراؤ کی کئی مثالیں آپ پڑھیں گے جن کا میں بار بار تکرار سے ذکر کروں گا۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ آپ عالمی سرمایہ داری اور اس کی لونڈی عالمی جاگیرداریت اور پاپائیت کی اس سازش کو سمجھ سکیں جو جناب نوح علیہ السلام سے لیکر جناب محمد ﷺ خاتم الانبیاء تک اور انکے بعد آج تک جاری ہے۔ لسان وحی نے انکا تعارف فرعون، ہامان اور قارون کے کرداروں کے ذریعے سے سمجھایا ہے۔ ان ماڈلوں کے آج کے مثال ملٹی نیشنل کمپنیاں، آئی ایم ایف، ورلڈ بینک اور ان کے گن مین نام نہاد اتحادی ممالک اور ان کی افواج ہیں۔ یہ تمام کردار انبیاء علیہم السلام کی معرفت علم وحی کے ذریعے سمجھائے ہوئے علم معاشیات سَوَاءً لِّلسَّائِلِيْنَ (41-10) یعنی مساویانہ تقسیم دولت کے خلاف ہیں۔ اوپر بتائے ہوئے کرداروں کے ساتھ قرآن نے ایک کردار مترفین کے نام کا بھی بتایا ہے۔ یہ انہی سرمایہ داروں، جاگیرداروں میں سے عیش و عشرت کی زندگی گذارنے والوں کو کہا گیا ہے، ان جملہ انقلاب دشمنوں نے ملی بھگت کر کے قرآنی انقلاب، وحدت ادیان (42-13)(4-123) اور نظریہ معاشی مساوات کے خلاف ہر دور میں متوازی اور مقابل نصاب تعلیم تیار کرایا ہے، جس کا خصوصی ٹارگیٹ اور ہدف یہ رہا ہے کہ علم وحی کی بہت ساری تعبیرات گھڑی جائیں جو قرآن کی تصریف آیات کے ذریعے قرآن فہمی کے خلاف ہوں۔ اس طرح کی ساری تعبیرات حدیثوں کے نام سے رسول اللہ کی طرف منسوب کردہ روایات کے حوالوں سے تیار کیے گئے ہیں۔ پھر ان مترفین اور سرمایہ داروں کے مفاد کیلئے تیار کردہ مقابل قرآن و مخالف قرآن نصاب کے اندر غلام سازی کے جواز، عورت کی توہین اور ہتک، اور دولت کی ذخیرہ اندوزی اور ارتکاز کے جواز کیلئے، محنت کے استحصال کے لیے جواز اور دلائل ہوں۔ طبقات

اور کلاسیفکیشن کے جواز میں دلائل ہوں، جن کے ذریعے قرآنی معاشی مساوات (41-10) کی مخالفت ہو۔اس قسم کا نصاب تعلیم یہودیوں اور نصاریٰ نے اپنے اپنے دور میں توریت اور انجیل میں تحریفیں کر کے اپنے واسطے تیار کر لیا تھا۔اس کے بعد جناب خاتم الانبیاء محمد ﷺ کی معرفت ملی ہوئی کتاب قرآن کی تعلیمات کے خلاف، جو مکمل طور پر اصل انجیل اور اصل توریت کے موافق ہے، ان میں یہودی دانشوروں نے اہل مجوس کے اماموں کی مدد سے معنوی تحریفیں کرائیں اور ان تحریف کنندہ اماموں کے تعداد کے لگ بھگ ملت اسلامیہ کے اندر فرقے پیدا کئے۔حنفیت، جعفریت، مالکیت، حنبلیت، شافعیت، اسماعلیت، بوہریت وغیرہ کے ناموں سے یہ سارے فرقے ان الذین فرقوا دینھم کانوا شیعا (6-159) کے مصداق مختلف ماڈلوں کے شیعے بنے ہوئے ہیں۔یہود و نصاریٰ نے انبیاء کی تعلیمات بگاڑنے کے مختلف حربے اختیار کیے۔انہوں نے نجات اور فضیلت کی بنیاد ''آل'' کے فکر اور نظریہ پر ڈالی اور کہا کہ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى (۲۔۱۴۰) یعنی ''ابراہیم واسماعیل واسحاق و یعقوب (علیہم السلام) یہ ہمارے یہود اور نصاریٰ تھے''۔اور ہم انکے نسلی تسلسل ہیں اس لئے جنت انہیں ملے گی جو یہودی یا نصاریٰ ہوں گے۔ان کے نظریہ آل اور نسل کے بنیاد پر فضیلت اور جنت ملنے کے تصور کو اللہ نے رد کرتے ہوئے فرمایا کہ ''تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ لَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَ لَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (2-141)۔یعنی ''ان کی نسل گذر چکی ان کے لئے ان کے کسب کردہ اعمال ہونگے اور تمہارے حساب میں تمہارے کسب کردہ اعمال ہونگے، ان کے اعمال اور کارناموں کا تمہارے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے''۔محترم قارئین! یہود و نصاریٰ پھر بھی باز نہیں آئے، انہوں نے خود کو نسلی فضیلتوں پر فائز کرنے کیلئے یہ تک دعویٰ کی کہ نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُهٗ (5-81) یعنی ''ہم اللہ کے بیٹے اور چہیتے

ہیں''۔یہود و نصاریٰ نے جس طرح اپنے دین کا نسلی تفوق سے کباڑہ کیا اسی طرح آخری نبی کی معرفت آخری کتاب قرآن حکیم نازل کیا گیا تو آخری نبی کے مشن کو ناکام بنانے کیلئے اس کے لئے بھی امامی مذاہب نے جعلی آل کا چکر چلا کر یہود ونصاریٰ کی نقالی کی۔

اللہ عزوجل نے جناب محمد علیہ السلام کیلئے اسے نرینہ اولاد نہ دینے اور اس سے نسلی آل نہ بڑھانے کا اعلان کیا (40-33)۔اس کا فلسفہ یہ ہے کہ انقلاب دشمن عناصر آل کے توسط سے نبوت کی تعلیمات کو ان کی طرف جعلی طور پر منسوب کردہ روایات و تعلیمات سے بگاڑ دینگے، مسخ کر دینگے، منسوخ گردانیں گے، اور نسلی نسبتوں سے شخصیت پرستی، خاندان پرستی کی بنیاد پر تقدس والے آداب کے جراثیم کو انقلاب دشمن لوگ اس قدر بڑھائینگے کہ علم وحی کے نصاب کو کینسر کے مرض کی مانند لا علاج بنا ڈالیں گے۔اس لئے اللہ عزوجل نے قرآن حکیم کی انقلابی تعلیم کو بنی نوع انسان کی عمومی میراث قرار دیتے ہوئے اس کے هُدًى لِّلنَّاس (2-158) ہونے کا اعلان فرمایا، اور جناب رسول اللہ کی نبوت کا دائرہ بھی قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (7-158) کہہ کر مدعیان آل رسول کے میراث والے دعوے کو فضول اور عبث قرار دیدیا۔اب جناب رسول علیہ السلام بنی نوع انسان کے ہادی اور پیشوا ہونے کے باعث ایک ایک فرد بشر کیلئے باپ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر مقرب اور معزز ہیں۔اب رسول علیہ السلام کے مقربین اور اقرباء وہ ہیں جنکے لئے اللہ نے فرمایا کہ يٰٓاَيُّهَا النَّبِىُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ☆ (8-64) یعنی ''آپ کیلئے اللہ اور مؤمنوں میں سے آپ کی تابعداری کرنے والے کافی ہیں''۔اب جملہ مؤمنین آل رسول کی مانند ہیں اس معنیٰ سے کہ ازواج رسول جب جملہ مؤمنین کی مائیں ہیں تو لازمی طور پر رسول علیہ السلام بھی ان ماؤں کے حوالہ سے والد ہوئے۔رحیم یار خان شہر کے قریب بھودی پور نام سے کوئی

بستی ہے وہاں کے ایک عالم دین میرے دوست گذرے ہیں جو قبیلے کے لحاظ سے
میراثی تھے۔ اسنے بتایا کہ ایک دن میں کسی طرف پیدل جا رہا تھا سامنے ایک شخص
گھوڑے پر سوار آ رہا تھا مونچھیں بڑی بڑی، ڈاڑھی سنگ مرمر کی طرح صاف، بازو
میں کولابے، گردن میں بڑے بڑے رنگین پتھر کے دانوں والے کنٹھے، کپڑے
کالے رنگ کے، سر پر رنگین کپڑوں کی پیوندوں والی ٹوپی، کندھے پر بجانے والا
ایکتارہ اور گھنگھرو والی چپڑیں تھیں۔ میرے قریب گھوڑا روک کر مجھ سے سوال کیا کہ
ملا کون ہو تم؟ میں نے بھی پوچھا کہ آپ کون ہیں تو اسنے کہا کہ میں سید ہوں۔ میرا حال
یہ تھا کہ ڈاڑھی لمبی، جبہ چوڑا اور لمبا، شلوار ٹخنوں سے اوپر، سر پر پگڑی، ہاتھ میں تسبیح۔
میں نے جواب میں کہا کہ میں میراثی ہوں! تو اسنے بولا کہ اگر تو میراثی ہے تو یہ شکل
ایسی کیوں بنائی ہوئی ہے؟ میں جواب میں عرض کیا کہ جب سے ہماری والی یونیفارم
اور شکل آپنے اختیار کی ہے، اس وقت سے آپکا لباس میں نے پہن لیا ہے۔ اصل بات
یہ ثابت ہوئی کہ پوری امت آل رسول ہے۔

رسول اللہ علیہ السلام کی نسلی آل کا قرآن انکار کرتا ہے

قرآن حکیم میں خاص نام محمد لیکر جناب رسول علیہ السلام سے متعلق جو کوئی بات کی گئی
ہے، وہ کل چار بار ذاتی نام کے ساتھ کی گئی ہے، باقی جگہ صفاتی ناموں سے ذکر ہوا
ہے۔ جن چار مقامات پر متعلقہ مسائل ذاتی نام کے حوالے سے بیان کئے گئے ہیں ان
کی اہمیت کی تقاضا بھی بڑا معلوم ہوتا ہے۔ اگر وہ ذاتی نام کے بجائے صفاتی ناموں
سے بیان ہوتے تو علمی نصاب میں بڑے بھونچال کا امکان تھا، جس کو قرآنی
انقلاب کے دشمن بڑا علمی جھول گردان کر کیا سے کیا کر دیتے۔ جس طرح قادیانی لوگ
اب بھی کہتے ہیں کہ" قرآن میں اگر سلسلہ نبوت کے ختم کرنے کی بات کی گئی ہے
(33:40) تو خیر ہے، رسول کا عہدہ ختم کرنے کی بات تو نہیں کی گئی۔ سوان کے مرزا
غلام احمد قادیانی کو اگر نبی نہیں مانتے تو رسول تو مان لو"۔ اس مثال سے قارئین

حضرات سمجھ سکیں گے کہ اللہ نے جناب رسول ﷺ کیلئے انہیں نرینہ اولاد نہ دینے کی
جب بات کی ہے (33:40) تو وہ رسول یا کسی اور لقب اور صفاتی نام کے حوالے
سے بتانے کے بجائے ان کے ذاتی نام محمدؐ کے ساتھ کیوں بتائی ہے؟ اللہ عزوجل
جانتے تھے کہ یہودی، مجوس و نصاریٰ کی اتحاد ثلاثہ والے تاک میں ہیں کہ کہیں سے
وہ سلسلہ نبوت کو آگے بڑھانے کی دراڑ دیکھ سکیں تو پھر ولایت، وصیت، امامت اور
صالح خانوادوں کے ساتھ نسلی میراث کا چکر بھی نتھی کر کے قرآن کو قید و بند میں قابو
کرنے کا ایک اور اضافہ کر سکیں۔ اس لئے ایسی دراڑ کو پلستر دینے کیلئے قرآن نے
فرمایا کہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ (33:40) "محمد علیہ السلام تم
میں سے کسی بھی مرد کے ابا نہیں ہیں"۔ ویسے آل تو بیٹوں اور پوتوں سے چلتی ہے،
نسلی پشتیں نواسوں سے نہیں چلا کرتیں۔ بیٹیاں غیر خاندانوں میں بھی دینی ہوتی
ہیں۔ اسکے علاوہ قرآن حکیم نے یہ اصول بھی سمجھایا ہے کہ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ
اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ (33:5) یعنی لوگوں کو انکے آباء کی نسب سے پکارو، یہی طریقہ
اللہ کے ہاں انصاف والا ہے۔ اس لئے جن جن ناموں کو آل کی نسبت سے شمار
کیا جاتا ہے ایسی نسبت کی اجازت قرآن نہیں دیتا۔ یعنی نسلی آل کا ٹوٹل چیپٹر غیر
قرآنی اور جعلی ہے، جب کہ آل محمد والا درود اہل سنت اور اثنا عشری جملہ شیعوں میں
مشترک ہے۔

قرآن کے انقلابی نظریات پر باطنی معانی کے ہتھکنڈے

علم الروایات پھر اس سے استنباط کردہ علم فقہ، یہ تو کھلم کھلا قرآن کے نظریات کے
خلاف ہے ہی، جن کی مناسب مثالیں میں نے اپنی کتاب" فتنہ انکار قرآن کب اور
کیسے" اور خود اس کتاب کے اندر بھی لکھی ہیں، لیکن قرآن کے خلاف امامی مذاہب
کی اس جنگ میں ان کے علم کی ایک صنف باطنی علوم اور علم تاویل کی بھی ہے، جسکی
مثالیں ایک مستقل کتاب کی متقاضی ہیں۔ پھر باطنی معانی میں یہ قید بھی نہیں ہے کہ

کسی بھی دینی و قرآنی حکم کے ایک ہی معنیٰ مراد لی جائے۔ ڈاکٹر زاھد علی نے اپنی کتاب ''تاریخ فاطمین مصر'' کے فصل نمبر ۳۲ میں علم باطن اور تاویل کے اندر صفحہ ۴۸۱ پر ایک روایت لائی ہے کہ امام جعفر صادق نے ایک دفعہ ایک مسئلہ کی تاویل بیان فرمائی، دوسرے موقع پر اسی مسئلہ کی کچھ اور تاویل کی جو پہلی سے مختلف تھی۔ سائل نے اسکا سبب پوچھا تو جواب میں فرمایا کہ ''تاویل کی وجوہ سات بلکہ ستر بھی ہوسکتی ہیں''۔ یعنی مسائل ہر موقع کی مناسبت سے، ماحول کی مناسبت سے متضاد طریقوں سے بھی بیان کئے جاسکتے ہیں۔ ان لوگوں کے ہاں یہ نظریہ ہے کہ نبی لوگوں کو شریعت کے ظاہری کام بتاتا ہے اور جو نبی کا وصی ہوتا ہے وہ لوگوں کو نبی کی بتائی ہوئی باتوں کی تاویل سمجھاتا ہے۔ (تاریخ فاطمین مصر صفحہ ۴۷۱ مطبع میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی)

دیکھا جناب قارئین! ان باطنی علوم کی ایجاد کا مقصد۔ یہ باطنی علوم یعنی قرآن کے ایک معنیٰ کو ظاہری قرار دینا اور دوسرے معنیٰ کو باطنی قرار دینا جو ظاہری معنیٰ کے الٹ ہو یہ ایک فنکاری ہے قرآن سے انکار کی۔ یہ اسلام کے لبادے میں انکار قرآن کی راہ پر چلنے کا ایک ہنر ہے۔ یہ فن اس لئے ہے کہ خود کو مسلم جماعت کا ممبر کہلوا کر قرآن کے انقلابی اصولوں کو باطنی تاویلوں کے ذریعے رد کیا جائے اور ایسے رد اور انکار کی نسبت رسول علیہ السلام کے وصی کی طرف کی جائے جسکا تقرر بھی (بقول ان کے) اللہ کرتا ہے۔ باطنیت اور تقیہ، یہ دونوں چیزیں امامی علوم اور مذاہب کے اندر یکساں طور پر مسلمہ ہیں۔ اہل سنت کے فقہی کتابوں میں بھی احکامات دین سے جان چھڑانے کے حیلے سکھائے گئے ہیں جو فقہی کتابوں کے ''کتاب الحیل'' نامی عنوانوں میں پڑھی جا سکتی ہیں۔ اہل تصوف کے ہاں بھی باطنی معانی کا اسکول قائم ہے۔ اہل تشیع کے ہاں تاویلات اور باطنی معنیٰ کے نام سے وصی کو جو اختیارات حاصل ہیں وہ سارے پاور اہل تصوف کے کئی سارے خانوادوں کو الہامات کے نام سے حاصل ہیں۔ تصوف کے مراتب اور مناصب شیعوں سنیوں کو تو یکساں مل سکتے ہیں، لیکن وحدت الوجود اور

وحدت الشھود نے 'انت بحر دی خبر نہ کائی رنگی رنگ' بنادیا۔ اللہ آدمی بن آیا، آپ ہی عیسیٰ، آپ ہی موسیٰ آپ ہی وچ مدینے آیا ہے، انت بحر دی خبر نہ کائی........ یہ راگ گھنگھرو والی چڑیوں پر گائے جاتے ہیں۔

جناب قارئین! اب سمجھ گئے آپ کہ اللہ نے اپنے رسول کو سچی نسلی آل کیوں نہیں دی۔ دشمنان دین نے اس نقلی آل سے ہی ایسا کام لیا ہے کہ قرآن ایک حکم دیتا جائے اور آل کے وصی لوگ اس کی تاویل اور باطنی معانی سے اسے منسوخ کرتے جائیں۔ تصوف کے سلسلہ کی نسبت بھی حضرت علیؓ کی جانب خواجہ حسن بصری کی معرفت کی ہوئی ہے۔ تصوف کے جو چار اسکول مشہور ہیں قادری، چشتی، سہروردی، نقشبندی ان کے پیشوا عبدالقادر جیلانی، شہاب الدین سہروردی اور دیگر بڑے نام جنید بغدادی بایزید بسطامی، سری سقطی، معروف کرخی وغیرہم، ان سب کے ڈانڈے علیؓ سے ملائے ہوئے ہیں۔ جب ان رابطوں اور سندوں پر کسی نے قلم اٹھایا کہ یہ رجال علیؓ سے ملے ہی نہیں، ان سے تعلیم و تعلم کے استفادہ کی نوبت ہی نہیں آئی، تو ایک جھوٹ کو ثابت کرنے کیلئے کئی جھوٹ بنائے گئے۔ وہ یہ کہ اویس قرنی نام کے ایک عاشق رسول گذرے ہیں، زمانہ رسول علیہ السلام میں اس کی ضعیف و مریض والدہ تھیں جسکی تیمارداری کی وجہ سے وہ اسے چھوڑ کر رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہونے سے معذور تھے۔ اللہ نے اسکی اطلاع اپنے رسولؐ سے پس غائبانہ کردی اور رسولؐ نے ملے بغیر دور سے ہی اسے فیض نبوت سے نوازا، جس سے وہ اتنا کامل ہوگیا کہ رسول علیہ السلام اپنے اصحاب سے فرماتے تھے کہ جب تم اسے پاؤ تو امت کی مغفرت کیلئے اس سے دعا کرنے کی اپیل کرنا۔ جناب قارئین! اس جابلو اور جعلی درویش کی ماں رسول علیہ السلام کی وفات کے بعد مرجاتی ہیں۔ پھر خلافت عمرؓ کے زمانہ میں یہ حج پر جاتے ہیں۔ وہاں عمرؓ سے اس کی ملاقات ہوتی ہے۔ وہ عمرؓ سے کہتے ہیں کہ تم لوگوں نے رسولؐ کی جانشینی کے مسئلہ میں علیؓ کا حق مارا ہے، میں ضرور

تمہاری خبر لونگا۔ پھر سوانح نگاروں نے جنگ صفین میں اسے لشکر علیؓ کے ساتھ، لشکر
معاویہؓ کے خلاف لڑتے ہوئے بھی دکھایا ہے۔ اب دنیائے تصوف میں یہ تکنالوجی
رائج کی ہوئی ہے کہ کوئی درویشی، فقیری اور تصوف کی بڑی منزل اور مرتبہ پر فائز
ہونے کیلئے دعویٰ کرتا ہے، اور اپنی نسبت کسی ایسی شخصیت کی طرف کرتا ہے جو اس
صاحب کے پیدا ہونے سے بھی پہلے کا ہو تو پھر اس سے استفادہ کا ثبوت یہ پیش کرتا
ہے کہ میری اس سے نسبت اویسی سلسلہ کی ہے۔ اس سے ملے بغیر میں نے اس سے
خوابوں کے ذریعے فیض پایا ہے۔ اسی طرح تصوف کی دنیا میں کشف القبور کا مسئلہ بھی
رائج ہے۔ اس کے لئے بنیاد والی ایک روایت اصول کافی والے نے بھی لکھی ہے جسے
میں اس کے ترجمہ والی کتاب 'الشافی' کے حوالے سے لکھ رہا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ عیسیٰ
بن شلقان امام جعفر سے روایت کرتے ہیں کہ امیر المومنین علی علیہ السلام کے کچھ
ماموں بنی مخزوم قبیلہ میں تھے۔ ان کا ایک جوان ان کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میرا
بھائی مر گیا ہے، اور اسکی موت سے مجھے صدمہ پہنچا ہے۔ آپ نے فرمایا تم اسے دیکھنا
چاہتے ہو؟ اس نے کہا بے شک۔ فرمایا مجھے اس کی قبر دکھاؤ۔ پھر حضرت چلے اور چادر
رسول لپیٹے ہوئے تھے۔ جب قبر کے پاس پہنچے تو آپ نے اپنے ہونٹوں کو حرکت دی
اور قبر پر ٹھوکر ماری تو ایک شخص قبر سے نکلا اور بزبان فارسی بات کرنے لگا، حضرت نے
فرمایا کیا تم مرتے وقت عرب نہیں تھے؟ اس نے کہا تھا تو سہی لیکن جب ہم مرے تو
فلاں فلاں کے مذہب پر تھے پس ہماری زبانیں بدل گئیں۔ (الشافی جلد سوئم صفحہ ۳۷
مطبع ظفر شمیم پبلیکشنز ناظم آباد کراچی) محترم قارئین! میں اس روایت پر کوئی تبصرہ نہیں
کر رہا۔

علم پر ظلم

محترم قارئین! میں کتاب کے اس مقدمہ یا بقایا مضامین کے حوالے سے کسی بھی فرقہ
کی نمائندگی کرنا نہیں چاہتا۔ ہاں صرف قرآن حکیم جو ھُدًی لِّلنَّاس

(2-185) کتاب ہے اس کے خلاف جو استحصالی لٹیروں نے قرآن کی ضد میں، رد
میں، ٹکر میں، مقابلہ میں جو جھوٹے فلسفے تیار کرائے ہیں، جھوٹے فرقے تیار کرائے
ہیں، ان کے فکری پس منظر اور باطنی مقاصد کو واضح کرنا چاہتا ہوں۔ جو کچھ اس طرح
ہیں کہ یہ استحصالی سرمایہ دار اور جاگیر دار قرآن کے اُس معاشی نظریہ کے باغی ہیں،
جس میں فرمایا گیا ہے کہ وَ اللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ فَمَا
الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّىْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ اَفَبِنِعْمَةِ
اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ o (16-71) یعنی "بعض لوگوں میں کمانے کی صلاحیتیں بعض کی
نسبت بڑھ کر ہیں، سو جو زیادہ کمانے والے ہیں انہیں چاہیئے کہ وہ اپنی زائد کمائی
اپنے ماتحت لوگوں کو جنکی کمانے کی صلاحیتیں ان کی ضروریات کی موافق نہیں پیدا کر
رہی ہیں، ان کو لوٹا دیں اس لئے کہ یہ ذخائر رزق سب کیلئے برابری کے بنیادوں پر
ہیں سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ (10-41)۔ اس لئے کنگلے اور بے صلاحیت لوگ بھی رزق
میں برابر کے شریک رہینگے۔ ذخائر رزق اللہ کی نعمت ہیں کیا تم لوگ وَيَمْنَعُوْنَ
الْمَاعُوْنَ (7-107) ان رزق کے ذخیروں پر بند باندھ کر خلق خدا کو بھوکا مارنا
چاہتے ہو۔ سن لو كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَ هٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ وَ مَا كَانَ عَطَآءُ
رَبِّكَ مَحْظُوْرًا (17-20) ہم تمام مخلوق کو ان ذخائر رزق سے مدد کرنا اور
بڑھاوا دینا چاہتے ہیں اور یہ ذخائر تیرے پالنے والے کی طرف سے ہیں۔ سن لو! جو
چیز بھی تیرے رب کی ہوگی وہ سب کی ہوگی، اس کے اوپر کوئی بھی، پھنے خان تیری
میری کے ٹھپے نہیں لگا سکتا۔ اللہ کے ذخائر رزق پر کوئی بھی اپنی ملکیت جتا کر بند نہیں
باندھ سکے گا۔ اے نبیؐ يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ (2-219)۔ آپ
سے سوال کرتے ہیں کہ اپنی کمائی میں سے کتنا کچھ خرچ کرنا ہے، دے دینا ہے، آپ
ان سے کہہ دیجیئے کہ جو بھی بچت ہے وہ آپ کی نہیں ہے، وہ مفاد عامہ کیلئے دے دینی
ہے۔ اے تمہارے نظام چلانے والے لوگ مفاد عامہ کی اسکیموں پر خرچ کریں

گے۔ محترم! قارئین! یہ ہے قرآن کا نظریہ معاشیات، یہ ہے وہ نظریہ جس میں سمجھایا
گیا ہے کہ جو دوسرے لوگ تمہارے محتاج ہو جائیں، تمہارے غلام ہو جائیں، ان کی
ملکیت یا حق اجرت پر ڈاکے پڑتے ہیں۔ میں سب کا رب ہوں، اس لئے میں
تمہارے اصلاح اور مفاد کیلئے جو علم وحی انبیاء کی معرفت بھیجا ہے، اسے آپ نے ان
احکامات سے سمجھ لیا، اس مشن کیلئے میرے انبیاء کے آپ کے ہاں آنے اور اس
نصاب علم کو لانے کا مقصد یہ ہے کہ لِتُجْزٰی كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰى (20-15)
ہر ایک کمانے والے کو اس کا حق الخدمت پورا پورا دیا جائے کسی کا بھی استحصال نہ ہو۔
محترم قارئین! دنیا کے شاطر لوگ جو اپنی شخصی اور ذاتی ملکیتیں بڑھا کر لوگوں کو اپنا
غلام، نوکر اور محتاج بنانا چاہتے تھے، انہوں نے علم وحی کے اس اجتماعی مفاد کے نظریے
کو توڑنے کیلئے باطنی علوم ایجاد کئے، علم وحی لانے والے نبیوں کے شخصی تقدس کی آڑ
میں قوانین وحی کی پائمالی کرنے کیلئے ان کی جعلی آل بنائی، انہیں امامت اور وصی کے
خود ساختہ عہدوں سے علم وحی کی ظاہری متن اور معانی کو باطنی علوم کے نام سے مسخ کر
ڈالا۔ پھر سے استحصال، غلام سازی اور دولت کی ذخیرہ اندوزی کو فروغ دینے کے
حیلے ایجاد کئے۔ یہ آل رسولؐ جس کیلئے قرآن نے اعلان کیا ہوا ہے کہ میں خاتم الانبیاء
کو نہیں دے رہا (40-33)۔ کاریگر لوگوں نے اسے بھی گھڑ کر رسولؐ سے چمٹا دیا۔
اس آل کی منبع بننے والی بنت رسولؐ فاطمہؓ یا علیؓ کی عمروں پر ریسرچ کریں تو انقلاب کی
بھاری مہمات کو سر کرنے میں علیؓ اور فاطمہ کا مولد اصول کافی کی روایتوں کی روشنی
میں تسلیم کرنا عقلاً محال نظر آتا ہے۔ اسکے باوجود اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ آل کی یہ
غیر عقلی توجیہ درست ہے تو بھی آل سے متعلق علوم باطنی کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ جو فلسفہ
حیات محمد علیہ السلام کو قرآن کے نام سے ملا ہے کہ "غلام سازی پر بندش لاگو کی جاتی
ہے" (8-47)(4-47) اسے آل کے علوم نے توڑا ہے۔ وصیوں کے علوم نے اس
میں تاویلیں سکھائی ہیں، اماموں کے علوم نے قرآن کے علوم کو منسوخ کرنا سکھایا ہے،

اس حد تک کہ جن لوگوں کو آل کا لقب دیکر امامت کے منصب پر فائز کیا گیا ہے، خود
یہ امام لوگ ہی بیشتر ان لونڈیوں سے پیدا کرائے گئے ہیں، جو بازار اور منڈیوں میں
سے بردہ روشوں سے خرید کر اماموں کے آباء کو دی گئی، جن کے بطن سے یہ امام پیدا
ہوئے۔ حوالہ کیلئے پڑھ کر دیکھیں کتاب اصول کافی کے مولد ائمہ والے ابواب"
۔ بہر حال قرآن خاتم الانبیاء کی معرفت وہ خاتم الکتب کتاب ہے، جو دنیا سے سرمایہ
داریت اور جاگیرداریت کو ختم کر کے غلام سازی کو بند کرنے آیا تھا۔ جاگیرداروں
اور سرمایہ داروں کے کرایہ کے دانشوروں نے خلاف قرآن رسولؐ کے کھاتے میں
آل کا چیپٹر ملا دیا۔ ان کے جعلی علوم باطنیہ سے سرمایہ داری، جاگیرداری، غلام سازی
کو پھر سے رائج کر کے، قرآن کو منسوخ بتا کر، ختم نبوت پر ڈاکے مارے، اور تصوف
کے نام سے آج تک ایسے ڈاکے مارے جا رہے ہیں۔ یہ غلط مفروضہ بتایا گیا کہ
ایک نبی ہے دوسرا اسکا وصی ہے یعنی نبی کوئی جدا ہوتا ہے اور اس کا وصی کوئی اور ہوتا
ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ہر نبی وصی بھی خود ہوتا ہے، اور نبوت ملتی ہی وصیت کے
روٹ سے ملاحظہ فرمایا جائے" شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحا والذی اوحینا
الیک" "وما وصینا بہ ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ ان اقیموا الدین" (۴۲-۱۳)۔ آپ نے
دیکھا کہ یہ لوگ نبی بھی خود ہیں اور وصی بھی خود ہیں۔ آیت الذین آمنوا وعملوا
الصالحات وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر (۳-۱۰۳) کے مطابق جملہ مؤمنین وصالحین کو
وصی بننے کا حکم دیا گیا ہے اور وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر پر عمل کرنے پر انکے وصی
ہونے کا اعلان کیا گیا ہے۔ اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ وصی بننا کوئی ایسا منصب نہیں
ہے کہ اس سے علم وحی کے اندر سے کسی باطنی معانی کے دروازے کھولنے کی کوئی سند
مل جاتی ہے۔ علم پر ظلم کی داستان بڑی لمبی ہے۔ میں کئی قسم کے جنگ ناموں،
داستان امیر حمزہ اور علیؓ کی دیووں پریوں سے ملنے کی داستانیں یہاں نقل نہیں
کر سکتا۔ علیؓ کا افغانستان کے شہر مزار شریف والا مزار، لاہوت لامکان والا مزار نجف

والا مزار، ان کے علاوہ سات آٹھ اور مزاروں کی تفاصیل، ان سب کا ایک پس منظر ہے جسے چاہیئے تھا کہ ریسرچ کروا کر ان پر پی ایچ ڈی کی تھیسز لکھوانے کیلئے دنیا بھر کے اہل علم کو دعوت دی جاتی۔ روایات کی دنیا میں حقائق تک رسائی کس طرح ہوتی ہے کس طرح نہیں ہوتی، جس کی میں ایک چھوٹی سی مثال لکھنا مناسب سمجھتا ہوں۔ 1965ء میں میں راولپنڈی شہر میں شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان کے پاس دورہ تفسیر پڑھنے گیا۔ مولانا صاحب اصل میں ضلع اٹک کے رہنے والے تھے، بعد میں شہر پنڈی میں آکر بسے تھے، انہوں نے فرمایا کہ ہمارے گاؤں میں میرے سامنے کسی شخص نے بتایا کہ فلاں پیر کی مزار پر کوئی دیہاتی شخص کہیں سے لایا گیا، جس کی حادثہ میں ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی اس کے عزیز اسے بیل گاڑی پر اٹھا کر لائے تھے اور مزار پر پکارنے بیٹھ گئے، دو تین دنوں بعد ایک رات کو مریض اٹھا اور اپنے سب عزیزوں کو اٹھانے لگا کہ چلو گھر چلیں عزیزوں نے اس سے پوچھا کہ آپ تو چل پھر رہے ہیں یہ کیا ہوا کیسے ہوا۔ اس نے کہا کہ آپ تو سوئے ہوئے تھے میں جاگ رہا تھا کہ دیکھا پیر صاحب قبر سے نکلے اور میری ٹوٹی ہوئی ٹانگ پر ہاتھ پھیرا پھر ہڈی بھی جڑ گئی اور درد بھی ختم ہو گیا پھر وہ واپس قبر میں چلے گئے، اب تندرست ہوں، اب اٹھو تو گھر چلیں۔ مولانا نے بتایا ہم نے اس آدمی سے کہا کہ ہم آپکے کہنے پر تو اعتبار نہیں کریں گے، جب تک اصل لوگوں تک نہ پہنچیں سو بتاؤ کہ یہ قصہ آپ سے کس نے بیان کیا؟ اس نے کہا کہ یہ تو مجھے ماسٹر جی نے سنایا ہے، ہم نے پھر ماسٹر جی سے رابطہ کر کے پوچھا کہ آپ اس ٹوٹی ہوئی ٹانگ والے تک ہمیں پہنچا سکتے ہیں اس نے کہا ان کو تو میں نہیں جانتا۔ پھر پوچھا کہ آپ کو کس نے یہ قصہ سنایا بولے کہ وہ بستی کے نکڑ پر جو لوہار ہے اس نے مجھے یہ بات سنائی۔ پھر لوہار سے رابطہ کر کے اسے کہا کہ آپ اس قصہ والے لوگوں تک ہمیں پہنچائیں تو اس نے کہا میں تو ان کو نہیں پہچانتا لیکن یہ قصہ مجھے فلاں حجام نے بیان کیا تھا۔ فرمایا کہ پھر ہم نے حجام سے رابطہ کر کے اس سے پوچھا

کہ آپ اس ٹوٹی ہوئی ٹانگ والے تک پہنچائینگے تو اس نے کہا کہ میں تو انہیں جانتا لیکن یہ قصہ مجھے نانی نے سنایا تھا۔ پھر ہم نے کہا کہ ہمیں اپنی نانی سے ملواؤ تو بولے کہ وہ تو مر گئی ہے۔ جناب عالی! یہ روایات کا جہان کسی کا اس طرح منظم کیا ہوا ہے کہ اس سے حقائق علمیہ کے پرخچے اڑ گئے ہیں۔ ہمارے پڑوس کی ایک بڑی شخصیت مرکز میں اور صوبہ میں وزیر بھی رہے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ ہمارے بچپن کی بات ہے کہ گھر میں ہماری ایک نوکرانی خادمہ ہوتی تھی۔ وہ رات کو سوتے وقت ہمیں اماموں کے قصے سنایا کرتی تھی۔ یہ ایک عجیب بات ہے کہ بڑے ہو جانے کے بعد آدمی صحیح علم حاصل کر بھی لے پھر بھی بچپن کی باتوں کا اثر قائم رہتا ہے۔
جناب عثمان ڈیپلائی صاحب مرحوم سندھ کے علمی ادبی حلقوں میں نہایت قد آور شخصیت گذرے ہیں۔ کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ ان کا قرآن حکیم کا ترجمہ بھی بزبان سندھی اتنا مقبول ہے کہ اب تک اس کے چار ایڈیشن ختم ہو چکے ہیں۔ انہوں نے مجھے اپنا قصہ سنایا کہ وہ بچپن میں اپنے گاؤں ڈیپلو میں گائیں بکریاں چرایا کرتے تھے۔ شہر سے کچھ فاصلہ پر کچھ ویران گھر تھے جن کی دیواریں اور چھتیں ٹوٹی ہوئی تھیں۔ وہاں دوسرے چوپائے اور جانوروں کے چرواہے ہمیں کہتے تھے کہ ان ویران دیواروں کی طرف نہ جائیں، ان میں جن رہتے ہیں۔ پھر ہم ڈر کے مارے وہاں نہیں جاتے تھے۔ ڈیپلائی صاحب نے کہا کہ پھر ہم بڑے ہوئے لکھے پڑھے۔ میں آج جنوں کے متعلق مشہور تعبیر کے لحاظ سے ان کا وجود ہی تسلیم نہیں کرتا۔ اور تو چھوڑو میں اہل حدیث تھا جماعت اسلامی میں تھا ان کو بھی چھوڑ دیا، آج میں اتھیسٹ ہوں، دہریہ ہوں، اللہ کو بھی نہیں مانتا۔ اس کے باوجود گاؤں ڈیپلو جانا ہوتا ہے تو ان ویران دیواروں کے قریب سے گذرتے وقت چرواہوں کا بچپن میں دلایا ہوا خوف جاگ اٹھتا ہے۔ ان دیواروں کے قریب جاتے ہوئے جیسے کہ ڈر محسوس ہونے لگتا ہے۔ بچپنے کے دنوں میں ان چرواہوں کی جنوں سے متعلق جعلی جھوٹی روایات کا

ذہن پر اثر بیٹھا ہوا تھا۔ آج سے تقریباً پچیس سال پہلے مجھے سندھ کے ایک سیاسی دورے میں ایک وفد کے ساتھ جناب مخدوم امین فہیم سجادہ نشین خانقاہ سروری ہالا اور صدر پاکستان پیپلز پارٹی کے ملازم ڈرائیور کا ہم سفر ہونے کا اتفاق ہوا۔ دورہ تقریباً ایک ہفتہ کا تھا۔ صاحب موصوف اثنا عشری فکر کا آدمی تھا۔ ایام سفر میں کبھی مذہبی تاریخ کا مسئلہ زیر بحث آجاتا تھا۔ اس نوجوان کو بعد وفات رسولؐ جناب علیؑ کو خلافت نہ دیئے جانے پر بڑا غصہ تھا۔ میں نے اسے کہا کہ آپ جن مخدوم صاحبان کے ملازم ہیں خیال تو کرو یہ لوگ قریشی اور صدیقی ہیں۔ اس نے جواب میں کہا کہ یہ لوگ محمد بن ابی بکرؓ کی اولاد سے ہیں، جسے بچپن سے علیؓ نے پالا تھا اور ابوبکرؓ کی وفات کے بعد ابوبکرؓ کی بیوی نے علیؓ سے شادی کی تھی۔ یہ بچہ اس کی گود میں تھا جس کی اس وقت عمر ڈیڑھ سال تھی۔ بڑا ہونے کے بعد یہ خلافت کے مسئلہ میں علیؑ کو بلافصل مستحق خلافت تسلیم کرتا تھا۔ محترم قارئین! یہ روایت بھی نانی والی روایت کی طرح ہے۔ ابوبکرؓ کی بیوی کا ابوبکرؓ کی وفات کے بعد علیؓ سے شادی کرنا بھی نانی کی روایت کے باب میں سے ہے۔ اس لئے کہ علیؓ نوجوان تھے انہیں ابوبکرؓ کی بوڑھی بیوی سے کیا رغبت ہو سکتی ہے۔ ابوبکر کو بڑھاپے میں بعد وفات رسولؐ اور خود ان کی اپنی وفات سے ایک سال پہلے بیٹا محمد ابن ابی بکر پیدا ہونا یہ روایت سازوں کی جعلسازی ہے۔ اس جعلسازی کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ تاریخ سازوں نے اس جعلی محمد بن ابی بکر کو قاتلین عثمانؓ کے طور پر پیش کیا ہے۔ عجیب بات ہے کہ یہ بچہ علیؓ کے گھر میں حسنؓ حسینؓ کے ساتھ پل کر بڑا ہوتا ہے تینوں کی پرورش علیؑ کرتے ہیں۔ پھر حسنؓ حسینؑ کو روایت ساز ہنرمند عثمانؓ کا محافظ بنا کر کے پیش کرتے ہیں۔ اس ٹرائیکا کی اسٹریٹجی سمجھنا کوئی مشکل مسئلہ نہیں ہے۔ یہ نانی والی روایت بھی اسی ٹکسال میں بنائی گئی ہے، جہاں آل رسولؐ کے اسٹرکچر کے اجزاء تیار ہوئے ہیں۔ محترم قارئین! میں محسوس کرتا ہوں کہ آپ کو یہ بات بڑی پریشان کرتی ہوگی کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی آدمی پیدا ہی نہ ہوا ہو پھر بھی اس کے نام سے تاریخ کے اتنے

بڑے واقعے اور حادثے منسوب کیے جاتے ہیں جنہوں نے تاریخ کے دھارے ہی بدل ڈالے ہوں، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ تو جناب معزز قارئین یہ علم پر ظلم صرف اس پہلے والے دور کی بات نہیں عالمی سامراج آج تک ایسے کرتبوں اور کرداروں کو جنم دیتا آرہا ہے۔ میں سعودی عرب، عراق، افغانستان کے موجودہ زمانے کے ہیروز اور ولینز پر قلم نہیں اٹھا سکتا، صرف پہلے دور کی جعلسازی کے ثبوت کیلئے اپنے پورے مدعا کے ثبوت کیلئے کہ واقعات کی، واقعات کے افراد اور سازشیوں کی کہانیاں ہماری تاریخ میں افسانوں کی طرح زینت تاریخ بنا کر فٹ کی گئی ہیں۔ ایسی کہ ان افراد کا جنم بھی نہیں ہوا جن کے واقعات سے تاریخ کے صفحات بھرے ہوئے ہیں۔ آپ تو میری دعویٰ ہے کہ صرف اسی بات پر کہ آل رسول علیہ السلام خلاف قرآن ہے اور محمد بن ابی بکر فرضی شخصیت ہے، پریشان ہوئے ہوں گے۔ لیکن ذرا سنبھل کر اور دل تھام کر قرآن کو پڑھیں اور اس سے پہلے امام بخاری کی وہ سینکڑوں حدیثیں بھی یاد میں تازہ کریں جن میں جنگ خیبر میں ایک نوشادی شدہ جنرل کے قتل ہو جانے کے بعد اس کی بیوہ صفیہ کے ساتھ رسول علیہ السلام کی شادی کرائی گئی ہے اور فاتح خیبر علی کو قرار دیا گیا ہے۔ اس جنگ کے بارے میں قرآن فرماتا ہے "هُوَ الَّذِیْ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِیَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ (59-2) یعنی یہودی تو تمہاری جنگی تیاری کو بھانپ کر لڑائی کے بغیر بھاگ گئے ہیں"۔ ان کے بھاگ جانے پر قرآن نے فرمایا کہ " وَلَوْ لَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِی الدُّنْیَا وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّار (59-3) یعنی ان کے بغیر جنگ لڑے جانے میں تو خود ان کا فائدہ تھا کیونکہ آخرت والی سزا تو ان کیلئے ہے ہی ہے، لیکن اگر یہ نہ بھاگتے تو دنیا میں بھی ان کا کچومر نکل جاتا" یہود کے معاملہ میں یہ حقیقت نوٹ کی جائے کہ "وما افاء الله علی رسوله منهم فما اوجفتم علیه من خیل ولا رکاب ولا کن الله یسلط رسله علی من یشاء والله علی

كــل شــىء قــديـر (59-7)، یعنی اللہ نے جو اپنے رسول کو اہالیان خیبر کی متروکات دلائی اس کیلئے تم نے کوئی ان پر زیادتی نہیں کی۔ اس حد تک کہ تم نے ان پر چڑھائی کرنے کیلئے گھوڑوں کی رکاب میں پاؤں تک نہیں ڈالا۔ یہ تو اللہ نے اپنی مشیت کے ہنر سے اپنے رسول کو ان پر کنٹرول اور تسلط دیا ہے، اللہ ہر اسکیم پر قدرت رکھنے والا ہے''۔ جناب محترم قارئین! سوچیں کہ جنگ خیبر کی آپ کی تاریخ اور علم حدیث میں کتنی اہمیت بتائی جاتی ہے۔ لیکن قرآن اس جنگ کے وقوع اور وجود سے ہی انکار فرماتا ہے۔ کیا کیا کچھ اور بھی پیش کروں؟ علم پر ظلم کی داستان بہت لمبی ہے قرآن کے قصہ خیبر سے قوم یہود کا ایک سردار اور جنرل کا جنگ میں مارا جانا بھی جعلی نکلا، پھر اس کی بیوی صفیہ جس کی رسولؐ سے شادی کرائی گئی وہ بھی جعلی اور فرضی ہوئی، پھر فاتح کا کریڈٹ بھی جعلی اور فرضی یہ سب قرآن نے بتایا۔ علم پر ظلم کی داستان بڑی گمبھیر ہے، جو بڑے ہنر سے میدان میں لائی گئی ہے، اور خلق خدا کا یہ حال ہے کہ بات کرنے والے مکاروں کو ان کے جبوں اور قبوں اور جھوٹی پارسائی کے سبب پرکھ نہیں سکتے۔ یہ پرکھ والا علم صرف قرآن میں ہے، قرآن بڑی کسوٹی ہے، قرآن کی ہدایات سے ماضی کے جھوٹ تو پکڑے جا سکتے لیکن اس کسوٹی نے ایسے اصول بھی سمجھائے ہیں جو زمانہ نزول قرآن کے بعد آج تک بلکہ قیامت تک گھڑے جانے والے جھوٹ کو بھی پکڑ سکتے ہیں۔ ایسی ہی کتاب کو حق پہنچتا ہے کہ وہ دائمی رہنمائی اور پیشوائی کا قبلہ اور امام ہو۔ مصیبت یہ بڑی رکاوٹ بنی ہے کہ قرآن دشمنوں نے دینی علوم کے نام سے جو درسگاہیں اور مدرسے قائم کئے ہوئے ہیں وہاں فن تصریف آیات سے قرآن سیکھنے سکھانے پر بندش ہے۔ اس بندش کا بھی ایک مکارانہ انداز ہے، وہ یہ کہ دوسری تیسری صدی کے دور میں جو اسلام کے خلاف دام ہم رنگ انڈر گراؤنڈ دشمنوں نے خلاف قرآن تحریکیں چلانی شروع کی تھیں ان کے دانشوروں اسکالروں کو امام کا نام دے کر ان کے علمی مضامین کو یہ مقام دلایا گیا کہ ان امام لوگوں نے قرآن کو صحیح صحیح سمجھا ہے

اس لئے ان کے فقہ کو پڑھے بغیر قرآن سمجھ میں نہیں آئے گا۔ چنانچہ جب کسی نے امامی علوم کو پڑھ لیا تو جیسے کہ اس نے قرآن کو سمجھ لیا۔ پھر اگر رائج طور پر قرآن کا ترجمہ مدرسوں میں چندہ دینے والوں کو بیوقوف بنانے کیلئے پڑھاتے بھی ہیں تو وہ ترجمہ تابع ہوتا ہے، تحریف شدہ ہوتا ہے، اماموں کے فقہی تفردات کا۔ قرآن کو ان مولوی کہلانے والے اور خود کو عالم فاضل کہلانے والوں نے امامی فقہوں کے فریم میں بند کیا ہوا ہے۔ اس کی تھوڑی سی تفصیل تو میری کتاب ''فتنہ انکار قرآن کب اور کیسے'' میں ملے گی۔ میں صرف ایک آدھ مثال پر اکتفا کرتا ہوں۔ جناب عالی! نکاح کو قرآن نے میثاق غلیظ سے تعبیر فرمایا ہے (4-12) اور قرآن نے نکاح کی ایگریمنٹ اور میثاق غلیظ یعنی سخت پکے معاہدے کے تحت بیویوں کو مہر کے طور پر ''واٰتیتم احدٰھن قنطارا'' سونے چاندی کا ڈھیر دینے کی بھی بات کی ہے۔ لین دین کے معاملات میں جو حکم دیا گیا ہے کہ ''واشھدوا اذا تبایعتم ولا یضار کاتب ولا شھید'' (2-282) شاہدوں کا بندوبست کر لیا کرو اور خبردار کسی بھی شاہد اور ایگریمنٹ لکھنے والے کو کوئی پارٹی نقصان نہ پہنچائے۔ یہ تو ہوئی بات نکاح کی کہ یہ ایک ایسا عقد ہے جس میں شاہدوں کی ضرورت ہوگی، اور مہر وغیرہ سے متعلق لکھا پڑھی بھی ہونی ہے۔ یعنی نکاح کو مکمل طور پر ایک پنچایتی مسئلہ قرار دیا گیا ہے جس میں طرفین کی رضا شامل ہے اور عورت پر جبر کرنے سے منع کیا گیا ہے (4-19)۔ اس کے بعد زوج اور زوجہ کے اختلاف کے وقت میاں بیوی کے درمیان تنازعہ کے وقت قرآن دشمن اماموں نے اکیلے شوہر کو لامحدود و یکطرفہ اختیارات دے رکھے ہیں۔ جس کی تفصیل اسی کتاب کے اندر طلاق کے عنوان کے تحت پڑھ سکتے ہیں۔ یعنی طلاق کے معاملہ میں فقہ ساز اماموں نے قرآن کے حکم ''وان خفتم شقاق بینھما فابعثوا حکما من اھلہ وحکما من اھلھا'' (۴-۳۵) کو مکمل طور سے بائی پاس کیا ہوا ہے، جس میں قرآن نے اکیلے مرد کی

طرف سے طلاق دینے کے اختیار کو رد کرتے ہوئے طلاق کو مکمل پنچایتی، عدالتی
معاملہ قرار دیا ہوا ہے۔ لیکن صدیوں سے امت مسلم کے مولوی لوگ مسجدوں کے
خطیب مدرسوں کے مفتی، مجوسیوں کی جانب سے ایکسپورٹ کردہ اماموں کے علوم
کے خلاف قرآن فتووں سے، لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کے گھر اجاڑ دئے ہیں اور
ملت کی عورتوں کو گھروں سے بے گھر بناتے آرہے ہیں"

علم قرآن پر ظلم کی تیسری مثال

جناب قارئین! روایت باز وحدیث ساز اماموں کی یہ حدیث ساری امت میں
مشہور ہے کہ جناب ابراہیم علیہ السلام کے یہاں جب ان کا بیٹا اسمٰعیل علیہ السلام پیدا
ہوا تو پیدا ہونے کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد بچہ اور اس کی ماں بنام ہاجرہ کو ملک شام
سے لے کر جاتے ہیں اور وادیٔ بے برگ وگیاہ مکہ میں لاکر چھوڑ دیتے ہیں۔ وہاں
سے واپس ہوتے ہیں تو ابراہیمؑ سے گھر والی سوال کرتی ہیں کہ آپ ہمیں اس ویرانے
میں کیوں چھوڑ کر جارہے ہیں۔ تو جناب ابراہیم علیہ السلام جواب دیتے ہیں کہ میں
آپکو اللہ کے حکم سے یہاں چھوڑ کر جارہا ہوں۔ بی بی صاحبہ کہتی ہیں کہ اگر اللہ کا یہ حکم
ہے تو پھر خیر ہے، آپ جاسکتے ہیں، وہ خود ہمیں سنبھالے گا۔ پھر ابراہیم علیہ السلام کے
چلے جانے کے بعد جب راشن اور پانی کا مشکیزہ ختم ہوجاتا ہے تو بچہ پانی کے نہ ملنے
سے تڑپتا ہے۔ ماں پریشان ہوتی ہے اور قریب کے دو پہاڑیوں پر چڑھ کر پانی کی
تلاش میں ان کے درمیان بھاگ دوڑ کرتی ہے۔ اس سے پانی تو نہیں ملا لیکن پیچھے بچہ
اسمٰعیل پانی نہ ملنے سے روتا ہے اور ایڑیاں رگڑتا ہے، تو ایڑیاں رگڑنے سے وہاں پانی
کا چشمہ نکل آتا ہے۔ پھر امت محمدیہ پر حج کرنے کے دنوں میں یا عمرہ کرتے وقت ان
دو پہاڑیوں کے درمیان تیز چلنا سات عدد پھیرے لگانا واجب کردیا گیا ہے۔ بی بی
ہاجرہ کی پھیروں کی یہ سات کی گنتی خبر نہیں کہ کس نے کی تھی۔ ان دو پہاڑیوں کا نام بھی
قرآن کی آیت ان الصفا والمروہ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر

فلا جناح ان یطوف بھما (2-185). کے حوالے سے واجب کیا گیا ہے۔
محترم قارئین! مجھے اس مقام پر پہلے اس مشہور کردہ بات پر کہ ابراہیمؑ اپنے نوزائیدہ
بچے اسمٰعیل اور ان کی ماں کو شام سے مکہ کو لے گیا پر عرض کرنا ہے، اور وہ یہ ہے کہ
قرآن اسمٰعیل کی اس بچپنے والی عمر میں لے جانے کی بات کا انکار کرتا ہے۔ قرآن
نے جناب ابراہیم کو ان کے بیٹے اسمٰعیلؑ کیلئے شام اور بابل کی زرخیز جغرافیہ اور وطن
سے بے وطن کرکے زمین بے برگ وگیاہ مکہ میں بھیج کر بسانے کی بات کی ہے۔ اس
میں ایک تو اس نقل مکانی کو قرآن نے وفدیناہ بذبح عظیم (37-107)
سے تعبیر فرمایا ہے۔ ابراہیمؑ نے خواب میں دیکھا کہ میں اپنے بیٹے کو ذبح کررہا
ہوں اور تعبیر خواب کیلئے بیٹے سے مشورہ کرکے رضامندی حاصل کرکے جب اسے لٹا
کر تعمیل خواب کررہے تھے تو اللہ نے ابراہیمؑ سے فرمایا کہ آپ اپنے خواب کو سچا کررہے
ہیں۔ لیکن میرے نزدیک چھری سے ذبح کرنا مراد نہیں ہم نے ذبح کو ایک بلاء
مبین بڑے امتحان اور ذبح عظیم کیلئے جو آپ سے آپ کا بیٹا مانگا ہے وہ لق ودق
علاقے وادیٔ غیر ذی زرع مکہ میں اسے لے جاکر بسانا ہے۔ اس کیلئے آپ سے بیٹا
مانگا ہے۔ بہرحال اس قصہ میں جو اسرائیلیات زدہ روایات یا مجوسی اور زرتشتی
اماموں کی حدیثیں لکھ رہی ہیں کہ اسمٰعیلؑ اور ان کی ماں کو اسمٰعیلؑ کے پیدا ہوتے ہی
ابراہیمؑ اسے مکہ لے گئے تھے۔ قرآن اسے رد کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ یہ اسمٰعیل کی
نقل مکانی فلما بلغ معه السعی کے دنوں کی ہے (37-102)۔ یعنی جب
اسمٰعیلؑ کمانے، محنت کرنے، جدوجہد کرنے کی عمر کو پہنچتے ہیں۔ اتنے عرصہ تک اتنی
عمر تک وہ اپنے باپ کے ساتھ رہتے ہیں۔ قرآن حکیم کے الفاظ ہیں "فلما بلغ
معه السعی" یعنی سعی کی عمر تک وہ ابراہیمؑ کی معیت میں ہوتے ہیں۔ بیٹے اسمٰعیل
کا سعی کی عمر تک پہنچنے کو قرآن باپ ابراہیمؑ کی معیت میں گذارنے کی بات کررہا
ہے۔ یہ الفاظ قرآن، جملہ مجوسی اکاذیب پر پلستر پھیر رہے ہیں۔ مولوی لوگ قرآن

کے لفظ معہ پر غور نہیں فرماتے۔ ان کے ذہنوں پر امامی مذہب چھایا ہوا ہے۔ قرآن کو تو مولوی لوگ سمجھ کر پڑھنے کے بجائے ثوابوں کیلئے پڑھتے ہیں۔

جناب قارئین! اس باب میں علم پر ظلم صرف اتنا ہی نہیں بلکہ یہ بھی بڑی مصیبت ہے کہ مجوسی حدیث ساز اماموں نے ہاجرہ کو پانی کی تلاش میں نام نہاد صفا مروہ نامی دو پہاڑیوں میں پریشان ہو کر جو بھاگ دوڑ کرتے ہوئے دکھایا ہے اور اس عمل پر پوری امت کو آج کل وہاں بھاگ دوڑ کرار ہے ہیں یہ بھی فہم قرآن کے ساتھ بڑی زیادتی ہے۔

محترم قارئین! صفا اور مروہ یہ قرآن حکیم کی بہت ہی بڑی اہم اصطلاحیں ہیں۔ کسی ملا سے سوال کیا گیا کہ دو اور دو کتنے ہوئے تو جواب میں فرمایا کہ چار روٹی۔ قرآن کی اصطلاحیں سمجھنے کیلئے جو ذہن مطلوب ہیں ان کے لئے شرط ہے کہ وہ تنگ نظر فرقہ وارانہ نہ ہوں بلکہ مکمل طور پر کائناتی وسعتوں کے ساتھ انسان دوست ہوں۔ صفا و مروہ کی اصطلاحوں کو قرآن نے حج اور عمرہ کرنے والوں کی ادائیگی کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ اس لئے پہلے یہ سمجھنا ضروری ہوگا کہ قرآن کی نظر میں حج کیا ہے، عمرہ کیا ہے، اس کے بعد ہی صفا و مروہ کے معانی سمجھ میں آئیں گی۔

حج کیا ہے، عمرہ کیا ہے؟

لفظ حج میں اگر 'حا' کو زبر کے ساتھ پڑھا جائے تو معنیٰ ہوگا ''سال'' اس لفظ کے دوسری معنی ہیں ''ارادہ کرنا''۔ اور اگر 'حا' کو زیر کے ساتھ پڑھا جائے تو معنیٰ ہوگا فیصلہ، اس کا موقع، فیصلے کا اجتماع، فیصلے کا دن یا مہینہ یا وقت۔ حاج محاجاۃ کے معنی ہیں جھگڑا بحث، دلیل بازی۔ اور اگر لفظ حج میں حرف 'حا' کو پیش کے ساتھ پڑھا جائے تو معنی ہوں گے دلیل اور ثبوت۔ اس کا تعلق بھی جا کر فیصلہ سے ٹھہرا۔ اور عمرہ ماخوذ ہے عمر، یعمر، تعمیر سے۔ لفظ حج کے معنی ہوں گے زمانہ گذشتہ کے جھگڑے اور مخاصمات کے فیصلے کرنا اور عمرہ کے معنی ہوں گے زمانہ مستقبل کے تعمیراتی، ترقیاتی

منصوبوں کے فیصلے کرنا۔ حج کرنے کیلئے (3-97) آیت میں بیت اللہ کا ذکر ہوا ہے۔ اس سے مراد انقلاب کا مرکز ہے۔ انقلاب کے مرکز کا عہدہ دار پہلے نمبر پر ابراہیم علیہ السلام کا نام ہے، جو ''انی جاعلک للناس اماما'' کے مرتبہ پر فائز بین الاقوامی بین الانسانی لیڈر ہیں۔ پھر اسی عہدہ پر فائز محمد رسول علیہ السلام کی شخصیت ہے، جن کی رینج بھی بین الاقوامی اور بین الانسانی ہے۔ ''قل یا ایھاالناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا'' (7-158)۔ ان حوالوں سے ثابت ہوا کہ حج اور عمرہ بین الاقوامی سطح کی کانفرنسیں ہیں۔ ان کی قیادت اور صدارت بھی بین الاقوامی اختیارات کی مالک شخصیت ہی کرسکتی ہے، جو اپنے فیصلوں کی تعمیل بھی کرا سکے۔ حج میں فریادی اور جوابداروں کے علاوہ ان کے امین ہی شرکت کرسکیں گے، ساتھ ساتھ مبصروں کو بھی شرکت کی اجازت ہوگی۔

عمرہ کی میٹنگ میں اسکیم سے متعلق ممالک کے متعلقہ وزراء اور کنسلٹنٹ ماہرین شریک ہونگے، جن کا تعلق مستقبل کے ترقیاتی منصوبوں سے ہو۔ جس اتھارٹی کے پاس بین الاقوامی اختلافات، خصومات اور قضیوں پر فیصلے دیکر ان کے اوپر عمل کرانے کی قوت اور اختیار نہ ہو انکے پاس حج کیلئے جانا عبث بے مقصد اور فضول ہوگا۔ کیوں کہ حج کا نام ہی فیصلہ لینے فیصلہ کرنے کرانے کا ہے۔ تو یہ کام وہی طاقت کرسکتی ہے جو اپنا فیصلہ نافذ کرنے اس پر عمل کرانے کی قوت رکھتی ہو۔ میری اس گذارش یا تشریح کی دلیل یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے حج کو مخصوص اور لازم بنایا ہے، ابراہیم کی شخصیت سے کہ ''واذن فی الناس بالحج یاتوک'' (22-27) یعنی اے ابراہیمؑ لوگوں کو اذن دیں کہ وہ آپ کے پاس آئیں۔ یہاں آپ کے پاس آنے کے معنیٰ ہیں آپ اور آپ کی طرح بین الاقوامی اختیارات کی مالک پاورفل اتھارٹی۔ اس اتھارٹی پر ابراہیمؑ کے بعد محمد الرسول علیہ السلام اور ان کے جانشین خلفاء جب تک خلافت اسلامیہ کے عہدہ و اختیارات پر متمکن رہے ہیں مراد ہے۔ ان کے ہاں جا

کران سے فیصلے کرانا اور انصاف لینا یہ تو حج کے معنیٰ میں آسکتا تھا، لیکن جب سے
ہمارے مقامات حج کی سرزمین کا اقتدار اعلیٰ برطانیہ یا پھر اس کے بعد امریکہ کی طرف
منتقل ہوگیا ہے اور بین الاقوامی عدالت نیویارک میں قائم ہوگئی ہے، جہاں حکومت
سعودی، حکومت اردن، حکومت اسرائیل سب ایک طرح کے ممبر ہیں بلکہ ویٹو پاور
رکھنے والا وہاں ایک بھی مسلم ملک نہیں ہے۔ اس موجودہ صورت حال میں تو یہ مکہ،
بیت اللہ، منیٰ اور عرفات والا حج تو اپنے مقامات سے معدوم ہوگیا ہے۔ اپنے حج جیسے
عہدے کے حاکم سے محروم ہوگیا ہے اب ابراہیم علیہ السلام کی وہ 'یا توک' والی
اتھارٹی انسانوں کی امامت، اب مملکتہ سعودیہ کے پاس نہیں رہی۔ اتنی بڑی بین
الاقوامی قیادت تو کیا اب امریکی صدارت کے الیکشن کا امیدوار ایک شیدی بارک
اوباما کہتا ہے کہ ''اگر میں امریکہ کا صدر بن گیا تو مسلم امت کے مقامات مقدسہ سعودی
حکومت کے، مدینے کو بم سے اڑادونگا''۔ ہمارے حج کے متولی سعودی حکمرانوں میں
امریکی صدارتی امیدوار کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کا بھی دم نہیں ہے، بلکہ
پوری امت مسلمہ میں بھی دم نہیں ہے۔

طواف کیا ہے؟

محترم قارئین! بات قرآن والے حج کو سمجھنے کی چلی ہے تو اسے سمجھنے میں طواف کے
اصل معنیٰ سمجھنے سے بھی مدد ملے گی۔ سورۃ البقرہ میں آیا ہے کہ **وعهدنا الی ابراهیم
و اسمعیل ان طهر ابیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود**
(2-125) یعنی ہم نے ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ سے عہد لیا کہ وہ انقلاب کے اس مرکز کو
طائفین، عاکفین کیلئے اور رکوع وسجود کرنے والوں کے لئے پاکیزہ رکھیں گے۔ محترم
قارئین! بیت اللہ جو کہ قرآن حکیم کے حوالوں سے بین الاقوامی عدالت ہے، انقلاب
کا ہیڈکوارٹر ہے جسے اللہ نے **جعل الله الکعبه البیت الحرام قیاما للناس**
(5-97) کے بہت بڑے مرکز کے طور پر متعارف کرایا ہے۔ جس کے معنیٰ ہیں کہ ''

کعبہ کی مسجد الحرام انسانوں کو جینے کے ڈھنگ سکھا کر اس مسجد کے فیصلے، اس مسجد
کے مرکز والے قوانین، اس مسجد والی تعلیم کو دنیا میں نافذ کرنے کے لیے،
''قیاما للناس'' کے لیے ظالموں کے سامنے سینہ تان کر کھڑے ہونے کی طاقت پیدا
کرنے والی شے ہے''۔

جناب قارئین! جو مسجد جو مرکز پسے ہوئے انسانوں کو، لٹے ہوئے انسانوں کو،
لٹیروں کو للکارنے اور ان کے مقابلے میں کھڑے ہو کر چیلنج کرنے کے گر سکھائے
، کیا آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس مسجد کا اس مرکز کا نظام کس طرح کا ہوگا۔ جو مسجد
قیاما للناس کے لیے مردہ انسانوں کو کھڑا کر کے گویا چڑیوں کو بازوں سے لڑانے کی
دعویٰ کرتی ہے (5-97) وہ اپنی تنظیم بناتی ہے جس کے ممبر مؤمن کہلاتے ہیں، پھر
ان انقلابی مومنوں کا ایک عہدہ طائف کا بھی ہوتا ہے۔ کراچی شہر میں کچھ سال پہلے
میرا تعارف مٹیاری سندھ کے آفتاب میمن سے ہوا۔ اس نے بتایا کہ میں ادارہ
اقوام متحدہ نیویارک کا ڈائریکٹر ہوں، میرے عہدہ کے کوائف یہ ہیں کہ دنیا بھر کے
ستائے ہوئے لوگوں اور قوموں کی جو شکایات بین الاقوامی عدالت کے ادارے کو
نیویارک میں پہنچتی ہیں جہاں میری طرح کے کئی ڈائریکٹر اقوام متحدہ نے مقرر کئے
ہوئے ہیں، ان شکایات کی انویسٹیگیشن کیلئے ہمیں ہر ملک وقوم میں بھیجا جاتا ہے۔
اس وقت بھی میری جیب میں چالیس ملکوں کا ویزا ہے۔ ہم جہاں بھی وزٹ کرنے
جائینگے جہازوں کے، ہوٹلوں کے اخراجات اقوام متحدہ کا مرکز ادا کرتا ہے۔ ہم اپنی
وزٹ کی تفتیش کی رپورٹیں مرکز کو دیتے ہیں، پھر وہاں مرکز میں اقامت پذیر
دوسرے کنسلٹنٹ ماہرین ہماری ان رپورٹوں کی روشنی میں انہیں ملی ہوئی شکایات
سے ملا کر مقدمے اجلاسوں میں عالمی ججوں کو پیش کرتے ہیں۔ تو محترم قارئین! جو
دنیا بھر میں مظلوموں کی سرگذشت کو وہاں جا کر چیک کرنے والے ہوتے ہیں وہ
قرآنی اصطلاح میں طائفین، مطوفین ہوتے ہیں اور جو مرکز میں مکین دنیا بھر سے

طائفین کی رپورٹوں کی روشنی میں مقدمات نمٹاتے ہیں، انہیں قرآن عاکفین کے نام سے متعارف کراتا ہے۔ طائف کی معنیٰ تو لغت کے لحاظ سے گھومنے والا ہے اور عاکف کے کئی معانی ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ ایسا شخص جو بکھرے ہوئے منتشر اور پراگندہ بالوں کو کنگھی سے درست کرے، سنوارے، سدھارے۔ تو عکف، عاکف کے معنیٰ ہوئے ایسے لوگ جو مرکز میں رہ کر اقوام عالم کے، انسانوں کے، ملکوں کے الجھے ہوئے تعلقات کو، معاملات کو، خصومات کو، درست کرے، سنوارے، سلجھائے۔

محترم قارئین! قرآن دشمن، اسلام دشمن، امامی تحریک کے دانشوروں نے حدیث سازوں نے کعبۃ اللہ کی دو تین سو گز والی عمارت کے گرد پھیرے دینے کو طواف کرنے والا طائف قرار دے دیا ہے۔ اور مہینہ رمضان کے تیسرے عشرے میں، ویسے بالعموم سارے سال میں مسجدوں میں سو جانے کے برابر والے حصہ میں کپڑوں کی چودیواری بنا کر مخصوص وقت گذارنا اور اس میں کوئی دنیاوی بات نہ کرنا، اس کو انہوں نے اعتکاف کے نام سے عاکفین کے ترجمہ میں مشہور کیا ہوا ہے۔ ان امام لوگوں نے قرآن جیسی عظیم کتاب کے ساتھ کتنا بڑا ظلم کیا ہوا ہے!! محترم قارئین! میں عزیز اللہ بھی ان اماموں کا اندھا مقلد اور معتقد رہا ہوں۔ میں جب سال ۱۹۸۳ع میں حج پر گیا تو کعبۃ اللہ کے طواف کے دوران مجھے خیال آتا تھا کہ اس طواف سے مراد تو دنیا بھر کے دشمنان دین و قرآن کو یہ بتانا اور تاثر دینا ہے کہ دیکھو ہم محافظین اسلام اپنے مرکز کی حفاظت اور چوکیداری کیلئے کس قدر چوکس ہیں۔ پھر وہیں کے وہیں یہ خیال بھی دوران طواف آتا تھا کہ دشمن اسلام لوگ جو اسلام پر، قرآن پر وار کر چکے ہیں یا کر رہے ہیں یا مستقبل میں کرینگے، کیا ہم اس کعبہ کی چودیواری کے گرد اس طرح پھیرے دینے سے ان کے لئے رکاوٹ بن سکیں گے؟ وہ کہاں اور ہم کہاں۔ میں بارہا یہ سوچتا تھا لیکن میں روایت ساز اور فقہ ساز دشمنان قرآن اماموں کا نہایت کور چشم مقلد تھا، ان کی خیانتوں اور معنوی تحریفات کی طرف میرا ذہن جاتا ہی نہیں

تھا۔ اب اگر امریکی صدارت کا امیدوار بارک اوباما کعبہ پر بمباری کرائے بھی تو عراق کی جنگ میں روضہ حسین پر بھی انہوں نے بم گرائے ہیں وہاں بھی لوگ مرے تو کعبہ میں بھی طواف کرنے والے مر سکتے ہیں۔ تبلیغی جماعت والے بھی بہت سارے امریکہ میں تبلیغ کرنے جاتے ہیں۔ خبر نہیں کہ امریکہ میں ایک ہی اوباما پیدا ہوا ہے یا وہاں کئی سارے اوبامے ہیں۔ بات قرآن والے اصل طائف کی ہے۔ وہ یقیناً یہ دو تین سو گز کی مطاف والے ایریا پر پھیرے دینے والا نہیں ہو سکتا۔ محترم قارئین! ایک طائف جو اقوام متحدہ نیویارک کا تھا مجھے ملا اور اس کا قلمی تعارف میں نے آپ سے بھی کرایا۔ مجھے مناسب لگتا ہے کہ میں آپ کو قرآن حکیم کے بھی ایک طائف سے ملاقات کراؤں قرآنی طائف کا بھی آپ سے تعارف کراؤں پھر آپ موازنہ کریں کہ قرآن والا طائف زیادہ پاورفل ہے یا اقوام متحدہ کا۔ ویسے اماموں والے طائفین سے تو اقوام متحدہ والا طائف ہزارہا بار زیادہ انسان دوست ہے۔ بہرحال آئیں قرآن کے طائف سے مل کر دیکھتے ہیں۔ جناب عالی! اس طائف سے آپ ملاقات کر سکتے ہیں سورۃ القلم کی آیت نمبر انیس اور بیس میں۔ جناب عالی قرآن نے ایک جاگیردار کے ناک رگڑوانے کا قصہ سناتے ہوئے بتایا کہ "انا بلونا ھم کما بلونا اصحاب الجنہ اذا قسموا الیصر منھا مصبحین ولا یستثنون "(۶۸_۱۷_۱۸) یعنی جو پھٹے خان وحی کے معاشی مساوات والے نظریہ کو کہتے تھے، "اذا تتلی علیہ آیاتنا قال اساطیر الاولین "(۶۸_۱۵) یہ تو پرانے دور والوں کے دیومالائی قصے ہیں انہیں کون مانتا ہے۔ اس پر قرآن بتاتا ہے کہ خود اس کی ناک کو ہم نے اس طرح گھسیٹا کہ جسے یہ اساطیر الاولین کہہ رہا ہے ان کا بھی ایک جتھہ تھا لینڈ لارڈوں کا، وہ باغات کے مالک تھے وہ غریب مسکین کو اپنے فصلوں کے غلہ سے کچھ بھی دینا گوارا نہیں کرتے تھے۔ ایک دن انہوں نے اپنی فصل کی کٹائی کا پروگرام بنایا ساتھ یہ بھی طے کیا کہ

مساکین اور حاجتمندوں کو ایک دانہ بھی نہیں دینگے اور فصل کی کٹائی کر کے سارے کا سارا گھر لے آئیں گے (68-18) جناب عالی! یہ بات تحریک ربوبیت عالمینی کے کسی ورکر اور طائف نے سن لی کہ یہ پیٹ بھرے لوگ وارننگ دے رہے ہیں کہ غریبوں محتاجوں کیلئے لایستثنون (68-18) کوئی بھی حصہ نہیں دینگے۔ اس طائف نے بھی دل میں کہا کہ اچھا تم بھی یہاں ہم بھی یہاں دیکھیں گے کہ تم لوگ کس طرح کٹائی کر کے فصل گھر لے جاتے ہو۔ قرآن بتاتا ہے کہ "فطاف علیھا طائف من ربک وھم نائمون فاصبحت کا الصریم" (68-19,20) "اے محمدؐ! تجھے ربوبیت عالمین کا نظریہ سکھانے والے رب کا ایک طائف جوان کے فصل کا دورہ کرنے آیا تھا، اس نے سن لیا تھا کہ اس فصل کے مالکوں نے" لایستثنون "کا علان کیا ہوا ہے۔ یعنی محتاجوں کیلئے ایک دانہ بھی نہ دینگے تو رات کے پیٹے میں مالکوں کے سوئے رہنے کے دوران اس قرآنی طائف نے ان کا پورا فصل ضبط کر لیا۔ صبح جو ہوئی تو دیکھنے والوں نے دیکھا کہ جیسے سارا فصل کٹا ہوا تھا۔ قرآن والا طائف خبر نہیں کہ یہ عمل کس صدی میں کر چکا۔ لیکن علامہ اقبال نے شاید اس آیت والے طائف سے یہ فلسفہ سیکھا کہ" جس کھیت سے دہقان کو میسر نہ ہو روزی، اس کھیت کے ہر گوشہ گندم کو جلا دو"۔ قرآن حکیم نے ان آیات میں جاگیرداروں کے نظریہ اور سوچ کو پیش کیا ہے پھر ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ وہ طائف 'من ربک' تھا یعنی حزب اللہ پارٹی کی طرف سے نظریہ ربوبیت کا نگران بھی تھا، پرچارک بھی تھا، اور اتنی طاقت بھی رکھتا تھا، اس کے اتنے سارے پارٹی ورکر بھی تھے، کہ ایک ہی رات میں ان باغات کے مالک لینڈ لارڈوں کا سارا فصل کٹوا کر ضبط کر لیا۔ اس طائف کے پارٹی ورکروں کے انتظام اور عمل کو دیکھ کر ہی علامہ اقبال کا یہ خیال ان کی ترجمانی میں اور عکاسی کرنے میں درست لگتا ہے کہ" اٹھو میری دنیا کے غریبوں کو جگا دو، کاخ امراء کے درو دیوار ہلا دو"۔ "جس کھیت سے دھقان کو میسر نہ ہو روزی، اس کھیت کے

ہر گوشہ گندم کو جلا دو"۔

قرآن کی تحریف معنوی کی ایک مثال

محترم قارئین! مجھے معاف رکھا جائے میں اپنی علمیت کا کوئی دعویٰ نہیں کر رہا۔ میں عربی مدرسوں کی پہلی جماعت یعنی علم صرف پڑھنے والوں کی سطح کی بات کر رہا ہوں کہ ان لڑکوں سے جا کر کوئی سوال کرے کہ صیغہ 'استثنیٰ' یہ فعل واحد مذکر ماضی معلوم ہے، اس کے معنیٰ ہیں 'کسی ذخیرہ سے کچھ نکالا، متعدد اشیاء سے کچھ کو مستثنیٰ کیا، یعنی الگ کیا'۔ اس صیغہ فعل ماضی معلوم 'استثنیٰ' سے جمع مذکر مضارع فعل نفی معلوم بنا کر دکھاؤ؟ تو وہ جھٹ سے بتائے گا کہ" لا یستثنون" (68-18)، یعنی جس طرح قرآن میں آیا ہے. آپ نے ابھی پڑھا۔ لفظ 'استثنیٰ' تو اب عربی سے اردو زبان کے ذخیرہ میں بھی منتقل ہو گیا ہے۔ وہ لوگ جو عربی نہیں جانتے وہ بھی استثنا کی معنیٰ سمجھتے ہیں کہ متعدد چیزوں سے کچھ کو نکال کر الگ کرنا۔ لیکن آپ دیکھیں گے کہ بڑے بڑے نامور لوگ شاہ ولی اللہ سے بلکہ اس سے بھی پہلے اور بعد والے لوگ اس کے معنیٰ لکھتے ہیں کہ ان باغ کے مالکوں نے جب کہا تھا کہ کل صبح آئینگے اور صبح کو فصل کی کٹائی کرینگے تو اس وقت انہوں نے 'انشاء اللہ' کا جملہ نہیں بولا تھا جس کی وجہ سے کوئی آفت سماوی آئی یعنی طوفان وغیرہ اور اس نے فصل اجاڑ دیا۔ اب 'لایستثنون' کا لفظ جو آج کے دور میں اردو زبان میں بھی مروج ہے، اس کیے معنیٰ کرنا کہ 'انشاء اللہ نہ کہا' یہ صریحاً تحریف معنوی ہے۔ قرآن دشمن امام مافیا کی وہ تحریک جو طبری، زہری اور ان کے اسلاف ہرمزان، فیروز ابولولو، ابن سبا، قاتلین عمر فاروقؓ کے دور سے بلکہ زمانہ رسولؐ سے ان کی قرآن کے ساتھ جنگ چلی آرہی ہے۔ قرآن میں تحریفات معنوی کے ڈانڈے اتنے پرانے ہیں کہ خود قرآن نے ہی بتایا" وراعنا لیا بالسنتھم وطعنا فی الدین" (4-46) یعنی زبان کو موڑ دیکر شان رسولؐ میں گستاخی کیلئے یہ یہودی تحریف معنوی کے ساتھ ساتھ تحریف لفظی بھی کرتے کی

کوشش کرتے تھے۔ یعنی 'راعنا' کو 'راعی نا' کہتے تھے۔ محترم قارئین! ان بڑے
بڑے ناموں والے اماموں، مولاناؤں اور مترجمین قرآن مولویوں کے 'لا یستثنون'
کے غلط ترجمے کا ایک ثبوت میں یہ بھی دونگا کہ فصلوں کی اور غلہ کی بوائی کٹائی تو
صدیوں سے سالہا سال چلتی آ رہی ہے۔ یہ کام تو صرف مسلم لوگوں تک محدود نہیں
مسلم غیر مسلم سب لوگ زمینداری کرتے ہیں۔ میں یہاں صرف مسلم لوگوں کی بات
عرض کروں۔ میں بھی ایک دیہاتی ہوں، کھیتی باڑی کلچر کے لوگوں میں پیدا ہو کر ان
میں اب تک رہ رہا ہوں۔ میں خود اپنی فصل گندم کی کٹائی کرتا ہوں اب شروع اپریل
میں بھی کٹائی کی۔ میں نے تو کٹائی کا پروگرام بناتے وقت 'انشاء اللہ' نہیں کہا اور میری
طرح کئی اور کاشتکار بھی بغیر 'انشاء اللہ' کہے فصلوں کی کٹائی کا پروگرام بناتے ہیں۔ میرا
اور ان کا فصل تو کبھی ضائع نہیں ہوا۔ خیر پور ضلع میں کھجور کے باغات بہت ہیں۔ وہاں
سیزن میں جب بارش کیلئے بادل ہوتے ہیں جو کھجور کے فصل کیلئے نہایت ہی ویران کن
اور مہلک چیز ہے، باغ کے مالک لوگ مسجدوں، مدرسوں میں بارش نہ ہونے کیلئے ختم
قرآن پڑھواتے ہیں، درختوں میں قرآن لٹکا کر اللہ سے منت کرتے ہیں کہ اس کے
طفیل بارش نہ برسا۔ مولوی لوگوں، پیروں، فقیروں سے دعائیں کرواتے ہیں پھر بھی
کئی بار اتنی آہ و زاریوں کے باوجود بارش برسی ہے اور فصل اجڑے ہیں۔

یہ اللہ کا اپنا ایک نظام ہے۔ 'لا یستثنون' کے معنیٰ 'انشاء اللہ نہ کہنا'، یہ قرآن کے اندر
تحریف معنوی ہے اور بڑے بڑے نامور لوگوں نے یہ تحریف کی ہے۔ اتنی لمبی گذارش
سے میرا مقصد اور میری دعویٰ یہ ہے کہ اللہ پاک جس 'ذا مال و بنین' یعنی امیر اور لاؤ
لشکر والے کی بات کر رہا ہے، وہ اپنے مال میں سے معاشرے کے محتاجوں کو دینا پسند
نہیں کرتا تھا۔ آپ سورۃ القلم کی ان ابتدائی آیات پر غور فرمائیں۔ قرآن اس دور کے
لوگوں کی ذہنیت کا پہلے تعارف کراتا ہے پھر بتاتا ہے کہ ان کے مقابلے میں ایک
ربوبیت عالمینی کی تحریک بھی پیدا ہوتی ہے۔ اس کے والنٹیئر، اس کے ورکر، اس کے

خدائی خدمتگار، اس کے طائف بھی لوگوں کو 'یوم یقوم الناس لرب العالمین' کے
انقلاب کیلئے تیار کرتے ہیں۔ سورۃ کی ابتدا ہی اس بات سے ہوتی ہے کہ اے محمدؐ!
آپ نے جو غلام سازی اور ٹرائبیل نظام کو چیلنج کیا ہے تو جواب میں انہوں نے آپ
کو مجنوں اور پاگل کہنا شروع کر دیا ہے (68-2)۔ وقت بتائے گا، ٹھہرو! تو بھی
سمجھے گا اور تیرے دشمنوں کو بھی پتا لگ جائے گا کہ پاگل کون ہے (68-6)۔ اے
انقلاب لانے والے محمدؐ! آپ کو جو ہم نے منشور (قرآن) دیا ہے، خیال کرنا اس
میں تبدیلی کیلئے کوئی لگی لپٹی بات نہ کرنا (68-10)۔ سارے جھوٹے قسم کھانے
والے ذلیل قسم کے لوگ ہیں (68-10)۔ تیرے مخالف میڈیا میں چغلی اور جھوٹ
کے بل بوتے پر چل رہے ہیں (68-11)۔ یہ نیکیوں میں رکاوٹیں ڈالنے کے
مجرم ہیں (68-12)۔ یہ سرمایہ دار ذخائر رزق کو اسٹور کر کے اپنے برتر ہونے کے
جھوٹے نسلی شجروں سے اپنی شیخی بگھارتا رہتا ہے (68-13)۔ جھوٹے شجرہ نسب
کے بعد اپنے مالدار ہونے کا لوگوں پر رعب جھاڑتا ہے (68-14)۔ اور ہمارے علم
وحی کے قوانین اور منشور کو کہتا ہے یہ تو گذرے ادوار کی کہانیاں ہیں (68-15)۔

محترم قارئین! سورۃ القلم کے اس تسلسل میں آپ نے ابھی ابھی طائف کا ذکر
پڑھا (68-19) اور لا یستثنون (68-18) کو بھی پڑھا۔ اب اس کے معنیٰ 'انشاء
اللہ نہ پڑھنا' قرار دینا یہ قرآن کے ساتھ معنوی تحریف کی سازش کی ایک اہم مثال
ہے۔ اس تحریف کا مقصد یہ ہے کہ قرآن جس معاشی انقلاب کی بات اس سورۃ کے
حوالے سے سمجھانا چاہتا ہے اس انقلاب کو نگاہوں سے اوجھل کر دیا جائے۔ اس
سورۃ کی روشنی میں آج کے دور میں اور مستقبل کے دور میں بھی قرآن کی معاشی
مساوات والی فلاسفی سواء للسائلین (۱۰-۴۱) کا قیام عمل میں لایا جا سکتا ہے،
اور ہر دور میں یوم یقوم الناس لرب العالمین (۶-۸۳) کے نعرے سے دنیا کے محروم
بنائے ہوئے طبقات کو جگانے اور منظم کر کے چڑیوں کو بازوؤں سے لڑانے

کا قرآن کا پرانا فن استعمال کیا جا سکتا ہے۔ ونرید ان نمن علی الذین
استضعفوا فی الارض نجعہلم ائمہ ونجعلھم الوارثین (5-28)۔ شیشے
سے پتھر توڑنے کے یہ کرشمے قرآن نے دکھائے ہیں۔ قرآن نے بے سروسامان
پیدل ورکروں کے ہاتھوں کئی فرعونوں، ہامانوں اور قارونوں کے ناک رگڑوا دئے۔
قرآن کی معنوی تحریف کرنے والی امامی تحریک اور ان کے باطنی معانی والے
ہتھکنڈے اور قرآن کو منسوخ بنانے اور مشہور کرنے کیلئے اس طرح کے ڈھنڈورے
پیٹتے آرہے ہیں جیسے کہ انہوں نے قرآن کو پاکستان کا آئین سمجھا ہوا ہے۔ ابھی
مارکیٹ میں جائیں اور قرآن حکیم کے سارے ترجمہ والے نسخے چیک کریں۔ اکا دکا
جن لوگوں نے تصریف آیات کو قرآن فہمی کا ذریعہ قرار دیا ہے ان کے سوا جملہ
عباؤں قباؤں والے مولانا لوگ، حضرت جی لوگ خبر نہیں کہ کن کن القاب کے مالک
لوگ، قرآن کی تحریف معنوی کے مرتکب بنے ہوئے نظر آئینگے۔ اس مقصد کیلئے وہ
قرآن کو محض وظیفوں کی کتاب کے طور پر دنیا کے سامنے متعارف کراتے ہوئے نظر
آئیں گے۔ ان کے دل تو قرآن کی لفظی تحریف بھی چاہتے ہیں جس کو حاصل کرنے
کیلئے انہوں نے قرآنی آیات کے منسوخ ہونے کے بھی کئی چکر چلائے ہوئے ہیں۔
میں نے یہ طوالت قرآنی طائفین کا مفہوم سمجھانے کیلئے اختیار کی ہے۔ جن طائفین کو
گمراہ کنندہ مترجمین نے عمارت کعبہ کے دو ڈہائی سو گز کے پھیرے دینے کے معنیٰ میں
مشہور کیا ہوا ہے۔ قرآن نے جو تذکرہ حج میں ثم لیقضوا تفثھم ولیو
فوا نذورھم ولیطوفوا بالبیت العتیق (22-29) کا حکم دیا ہے، اس میں ان
طائفین کا ذکر ہے جو میدان حج میں پڑاؤ کئے ہوئے مختلف علاقوں، ملکوں، قوموں
کے آئے ہوئے وفود کے پاس جو تعارفی گشت لگائیں گے۔ ان کے مسائل جن کیلئے
قرآن نے فرمایا ہے کہ ان کا حج پر آنا ہی اس لئے ہے کہ لیشھدوا منافع لھم
ویذکروا اسم اللہ فی ایام معلومات (22-28)۔ وہ اپنے ملکی اور قومی مسائل

کا ایجنڈا لے کر آئے ہیں آپس کے جھگڑوں، پڑوسیوں کے جھگڑوں کو حل کرانے اور
نمٹانے کیلئے آئے ہیں ان کو ان کی ترقی میں رکاوٹ ڈالنے والے معاملوں پر آپ کی
مدد کی ضرورت ہے۔ اس لئے آپ ان کے ہاں اجتماعات کے علاوہ انفرادی
دعوتوں، ملاقاتوں کے چکر لگائیں گے تو ولیطوفوا بالبیت العتیق اس بیت اللہ اور مرکز
کے حوالے سے جو کتاب اور منشور آپ کو دیا گیا ہے جس میں اس مرکز کو دنیا کی غلام
قوموں کو آزادی دلانے کی بات کی گئی ہے اس سنٹرل آئڈیا کو وفود کے درمیان چکر
لگانے کے وقت ضرور ذہن میں رکھیں۔ یہ طواف، طائفین کی ڈیوٹی دنیا بھر کے
محکوموں کے ہاں ان کے علاقوں اور ملکوں اور قومی مراکز میں جاتے وقت بھی اسی
ذہن کے ساتھ ہونی چاہیئے جس کیلئے فرمایا گیا کہ ولیطفوا بالبیت العتیق۔ غلامی سے
نجات دلا کر آزادی دلانے والے مرکز کے منشور کی بات کو عام کرو۔ خلاصہ کلام یہ کہ
جو لوگ لاینثنون کی تحریف کر کے اس کی معنیٰ 'انشاء اللہ نہ کہنا' کر سکتے ہیں تو وہ کیوں
نہ حج، عمرہ، طواف اور اعتکاف کے معانی کو بدل ڈالیں گے۔ اور قرآن نے جو بیت
اللہ کے مرکز کو بیت العتیق کہہ کر آزادی دلانے والا مرکز قرار دیا ہے، تو یہ لوگ اسے
کیوں نہ ایک بت کی طرح متعارف کرائینگے۔ میرے خیال میں محترم قارئین!
یہاں تک آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ قرآن کی نظر میں حج کیا ہے، عمرہ کیا ہے، طواف
کیا ہے اور اعتکاف کیا ہے۔ اس لئے اب آئیں کہ صفا اور مروہ کو سمجھیں۔

صفا اور مروہ کیا ہے؟

آیت کریمہ ہے کہ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت
او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بھما (2-158) یعنی 'یقیناً صفا اور
مروہ شعائر اللہ میں سے ہیں، جو کوئی شخص حج کرے مرکز کا یا عمرہ تو اس پر حرج نہیں
گناہ نہیں کہ اس دوران صفا اور مروہ کے ساتھ گھومے پھرے'۔ مشہور علم روایت کی
حدیثوں میں بتایا گیا ہے کہ صفا اور مروہ دو چھوٹے پہاڑ ہیں ان کے درمیان بی بی

ہاجرہ پانی کی تلاش میں دوڑی تھیں۔اس اطلاع سے متعلق عرض ہے کہ آج کے دور
میں وہ دونوں پہاڑیاں موجود نہیں ہیں۔کہا جاتا ہے کہ پہلے تھیں بعد میں انہیں مٹادیا
گیا ہے۔بہرحال ان مٹائی ہوئی پہاڑیوں کے بارے میں کوئی تاریخ نہیں کہ کب
مٹائی گئیں اور کس نے مٹائیں اور کیونکر مٹائیں۔آج کل ان مٹائے ہوئے نشانوں
اور بیچ کے سارے فاصلہ پر ایک لمبا سا بند ہال تعمیر کرایا ہوا ہے، جس میں لوگ ایک
محفوظ چھت اور چودیواری میں بی بی ہاجرہ کی پریشانی کا اتباع کرتے ہوئے بھاگ
دوڑ کرتے ہیں، عجیب مالی خولیا ہے۔امت مسلمہ کو اگر بی بی صاحبہ کی بھاگ دوڑ کی نقل
میں ثواب اور اللہ کا تقرب ملتا ہے تو چڑھائی کی وہ مشقت جو بی بی صاحبہ کو آئی ہوگی وہ تو
پہاڑیاں مٹانے سے ان کو نہیں ہوگی۔ثواب کمانے کیلئے تو مشقت کی نقل بھی ضروری
ہے۔ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان کا حصہ بھی بی بی ہاجرہ کی بھاگ دوڑ لگانے کے
وقت موزائیک اور سنگ مرمر والا فرش تو نہیں ہوگا جو آج ہے۔اس طرح ثواب ملنے
میں تو رولا پڑ جائے گا۔بی بی صاحبہ نے تو آسمان تلے دھوپ میں بھاگ دوڑ کی تھی، یہ
ثواب کمانے والے نقال تو کورڈ سنٹرلی ایئرکنڈیشنڈ ہال (Covered
Centrally Airconditioned) میں ثواب کمانے کی چہل قدمی
فرماتے ہیں۔

محترم قارئین! میں صفا اور مروہ پر بعد میں لکھتا ہوں، پہلے روایات کے علم پر مسلم
امت کی خدمت میں کچھ معروضات پیش کروں گا۔ جناب عالی! جب آپ زم زم
کے چشمہ سے جہاں بقول روایات ائمہ کے بچہ اسمٰعیل لیٹا ہوا تھا، وہاں سے انکے بیان
کردہ صفا اور مروہ کی پہاڑیوں کی جانب رخ کرینگے تو بہت تھوڑے فاصلہ پر اس کے
پیچھے جبل ابوقیس ہے یعنی آبادی نہیں ہے۔یہ پرانی بات لکھ رہا ہوں اور جب آپ
چشمہ زم زم پر کھڑے ہوکر ان کے بیان کردہ صفا مروہ والی پہاڑیوں کی طرف رخ
کرینگے تو ٹھیک دائیں طرف کچھ عقبی سمت کو نہایت کھلا میدان ہے، جس سے آج کل

شارع ابراہیم باہر کو نکلتا ہے۔ مطلب یہ کہ اگر کسی آبادی کی تلاش یا کسی کی موجودگی
کے بارے میں سوچا جائے تو وہ اس کھلے میدان کی طرف ہوسکتی ہے، پہاڑیوں کی
جانب نہیں۔اگر میرے بتائے ہوئے جغرافیے پر کوئی کیڑے نکالے بھی، تو عرض
ہے کہ اگر صفا و مروہ پہاڑیوں کی پرلی جانب یعنی پہاڑیوں اور جبل ابوقیس کے
درمیانے پلاٹ میں ہی پانی کا یا آبادی کا شبہ تھا تو ان پہاڑیوں کے اوپر ہال سے
دائیں طرف والا حصہ تو نسبتاً ہموار ہے اور چشمہ زم زم سے قریب بھی ہے، وہاں سے
جاکر آدمی پہاڑیوں اور جبل ابوقیس کے درمیانی حصہ کو آسانی سے بغیر کسی چڑھائی پر
چڑھے چیک کرسکتا ہے۔ چلیں بات کو سمیٹنے کے حوالے سے علم پر ظلم کی ایک اور مثال
دیکھیں، وہ یہ کہ حقیقت میں جناب ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ بی بی ہاجرہ ایک فرضی
شخصیت ہیں ان کا کوئی وجود تھا ہی نہیں۔اسے بھی ایسے سمجھیں جیسے کہ امام زین
العابدین کو بادشاہ ایران یزدجرد کا نواسہ بتایا گیا ہے، وہ بھی نانا کی تیرہ سال کی عمر
میں۔محترم قارئین! توریت کی تحریف کرنے والے دانشوروں نے جناب زین
العابدین پر تبرا کرنے کیلئے یہ قصہ گھڑا ہے کہ وہ اس لونڈی کی نسل میں سے تھے جسے
امام بخاری نے بھی اپنی تبرائی تسکین کیلئے ابوہریرہ کی روایت سے نقل کیا ہے کہ تلک
امکم یا بنی ماء السماء۔

محترم قارئین! آپ جاکر بخاری کتاب میں قصہ پڑھیں جس میں کہا گیا ہے کہ
جناب ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی سارہ کے ساتھ جارہے تھے۔وہ ایک ظالم وفاحش
بادشاہ کے شہر سے قریب گذرے تو بادشاہ کے مخبروں نے جاکر بادشاہ کو خبر دی کہ
ایک نہایت ہی حسین عورت کسی مرد کے ساتھ سفر پر ہے، پھر جو حکم ہو۔بادشاہ حکم دیتا
ہے کہ جاؤ دونوں کو پکڑ کر لاؤ، تفتیش بھی کرو اور عورت کو میری حرم سرا میں پہنچاؤ۔محترم
قارئین! امام بخاری نے اپنی حرفت کے مطابق اس قصہ والی حدیث کو کم سے کم چار
ٹکڑے کرکے جدا جدا جگہوں پر نقل کیا ہے، جس میں وہ اپنی بد باطنی چھپانے کیلئے

ایک ٹکڑے میں سارہ کی کرامت لکھتا ہے کہ بادشاہ جب سارہ سے برائی کیلئے ہاتھ بڑھاتا ہے تو اس کے ہاتھ شل ہو جاتے ہیں، پھر ارادہ بدلتا ہے تو اعضاء تندرست ہو جاتے ہیں، پھر سے اس کی نیت میں فتور آتا ہے، پھر بھی ہاتھ شل ہو جاتے ہیں۔ اس طرح سے چار بار ایسا ہوا۔ پھر امام بخاری صاحب حدیث کے ایک ٹکڑے کی روایت لاتے ہیں کہ بی بی سارہ نے کہا کہ فاجر بادشاہ نے اجرت میں مجھے لونڈی ہاجرہ دی۔"

محترم قارئین! ابراہیمؑ کو اللہ نے انی جاعلک للناس اماما (2-124) کے سرٹیفکیٹ سے بین الاقوامی، بین الانسانی بادشاہ بنایا۔ اسے یہ مجوسی روایت ساز امام اس انداز سے اپنی حدیثوں میں پیش کرتے ہیں جیسے کوئی لاوارث بھکاری یا ملاّ کھوتی پر اپنی بیوی کے ساتھ ویرانوں میں اکیلے سفر کر رہا ہو۔" اس قصہ کو بڑھا کر حدیث سازوں نے یہ لکھا ہے کہ ابراہیم کو اپنی بیوی سارہ سے اولاد نہیں ہو رہی تھی۔ سارہ نے بادشاہ سے اجرت میں ملی ہوئی یہ لونڈی ہاجرہ اپنے شوہر کو ہدیہ میں دے دی۔ اس سے اسے اسمٰعیلؑ پیدا ہوئے"۔ اب آتے ہیں قرآن حکیم کی آیت کریمہ میں صفا اور مروہ لفظوں کے حقیقی مفہوم کی طرف۔ صفا کے معنیٰ ہیں صاف اور خالص جس میں کسی بھی غیر چیز کی آمیزش نہ ہو، گردوغبار سے اچھی طرح صاف ہو۔ اور مروہ لفظ کے ماضی مضارع ہونگے، روی یروی یعنی سیراب کرنا، سیراب ہونا، پیاس بجھانا، سفر میں پانی ساتھ لے جانا، الرویہ معاملات میں غور کرنا، راوون الحبل اونٹ پر کجاوے کو رسی سے باندھنا۔

محترم قارئین! 'صفا' کے معنیٰ ہیں خیالات کی صفائی۔ فیصلے کے دوران جانبین یعنی فریادی اور جوابداروں کے بارے میں پہلے سے کسی ایک گروہ کیلئے کچھ خیالات رکھنا اور دوسرے گروہ کیلئے کچھ اور خیالات طے کر کے آنا، یہ بات امینوں کیلئے اور فیصلہ کرنے والے ججوں کیلئے، بلکہ خود فریادی یا جوابداروں کیلئے بھی مناسب نہیں ہے۔

مطلب یہ کہ انسان کو خود اپنے آپ سے بھی سچ کہنا چاہیئے۔ 'مروہ' کے مادہ میں جو سیراب کرنا، سیراب ہونا، پانی ساتھ رکھنا، کجاوے کو رسی سے باندھنا یہ سب معانی علم کی اوصاف میں آتی ہیں۔ اب بات کو مختصر کر کے یوں سمجھیں کہ علم اور وہ بھی صفائی والا، خلوص والا، یہ دونوں چیزیں شعائراللہ سے ہیں یعنی عدالت خداوندی کی خصوصی علامات میں سے ہیں۔ معنیٰ یہ ہوئے کہ جو بھی حج اور عمرہ کو جائے وہ اللہ کے شعائر یعنی دل کی صفائی، خیالات کی صفائی، خلوص اور علمی بنیادوں پر فیصلے کرے۔ طواف کے معنیٰ یہاں موقع حج وعمرہ میں آنا جانا ہے۔ خواہ کسی بھی حیثیت سے ہو، یعنی وکیل، امین، منصف، فریادی، جوابدار وغیرہ۔ پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ چیزیں خلوص اور علم تو لازم اور واجب ہونی چاہیئں۔ قرآن کے الفاظ تو ہیں کہ فلا جناح ان یطوف بھما یعنی کوئی حرج اور گناہ نہیں کہ علم اور خلوص کے ساتھ گھومے پھرے۔ اس کے متعلق عرض ہے کہ حج وعمرہ میں بین الاقوامی سطح کے ایجنڈا پر فیصلے ہوتے ہیں۔ اس میں جو ممبران شریک ہوتے ہیں وہ اپنے اپنے ملک، اپنی اپنی قوم اور علاقے کی نمائندگی کرنے کیلئے بھیجے جاتے ہیں۔ ان کی اپنی ملکی اور قومی اتھارٹیوں کی یہ تاکید ہوتی ہے کہ فیصلوں میں ہمیں جتوا کر آئیں، ورنہ نمائندگی سے تیرا نام آئندہ کیلئے کاٹ دینگے۔ آئندہ ہم اقوام متحدہ کی نمائندگی میں کسی اور کو بھیجیں گے۔ پھر ملکوں اور قوموں کے یہ نمائندے جب بین الاقوامی عدالت میں پہنچتے ہیں، تو بین الاقوامی عدالت کا سرپرست (قرآن) انہیں بڑے پیار سے تربیت دیتا ہے، ان کا ذہن بناتا ہے، کہ یہ درست ہے کہ آپ اپنے ملک وقوم کے حق میں فیصلہ لینے پر اصرار کر رہے ہیں، آپ ان کے نمائندہ ہیں بالکل ٹھیک، آپ کا سب کا حق ہے۔ لیکن جب آپ اپنی مملکت اور قوم کے ہاں سے اس بین الانسانی اسٹیج پر آئے ہیں تو اب ساری دنیا آپ کی ہے۔ اے طائف صاحب!" کوئی حرج نہیں کوئی گناہ نہیں کہ جب آپ اپنی ڈیوٹی ادا کریں تو سب کے بھلے کیلئے سوچیں سب کے مفاد کیلئے سوچیں، سب کو

اپنی رینج میں سمیٹنے کیلئے لازم ہوگا، ضروری ہوگا، کہ انہیں بھی آپ اپنا سمجھیں۔ اس لئے علم اور خلوص کے ساتھ یہ عدالت اینڈ انمٹانے میں کسی کی جانب داری نہیں کرتی۔ یہ چیزیں (صفا اور مروہ) کسی کی ملکیت نہیں ہیں، یہ تو اللہ کی علامات ہیں۔ جس طرح اللہ سب کا ہے، اس کی نشانیاں بھی یکساں طور پر سب کی ہیں۔ اس لئے سارے طائف لوگ جو یہاں بین الاقوامی عدالت میں آئے ہیں وہ فیصلے کرتے وقت ساری دنیا کے لوگوں کو اللہ کی نظروں سے دیکھتے ہیں۔

محترم قارئین! یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا بین الاقوامی عدالت اقوام متحدہ جسے قرآن حج و عمرہ سے تعبیر فرماتا ہے، جس کے قوانین کا عنوان یا سر نیم (surname) صفا اور مروہ یعنی خلوص اور علم رکھا گیا ہے، کیا یہ چیز قرآنی قوانین سے باہر ہے؟ قرآن میں یہ چیزیں نہیں ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے ابھی جو مروہ، 'رادون' کے معنی پڑھے کہ وہ رسی جس سے کجاوے کو اونٹ سے باندھا جاتا ہے، تو اللہ نے قرآن کو بھی واعتصموا بحبل اللہ یعنی اللہ کی رسی سے تعبیر کیا ہے۔ لیکن مواقع حج اور عمرہ میں انصاف کے کورس کے لئے اللہ نے جو الفاظ متعین کئے ہیں وہ غیر جانبداری کا احساس اور یقین دلانے کیلئے استعمال کئے گئے ہیں، کیونکہ حج اور عمرہ محض مسلم امت کی فرقہ وارانہ جاگیر اور میراث نہیں ہے۔ آج کی مسلم امت تو قرآن دشمن علوم کی پیروکار ہے۔ اللہ نے تو اس حج کے مؤسس جناب ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ' واذن فی الناس بالحج یاتوک '(22-27)۔ یہ حج انسانیت عامہ کیلئے ہے۔ اچھا ہوا سلطان عبدالحمید جیسے تنگ نظر ملا سے خلافت چھنی گئی۔ وہ ان دنوں انگریزوں کا پٹھو تھا، سارے ترک انقلابی اس سے بیزار تھے اور عرب بھی ان دنوں کے غدار شریف سے لیکر آج تک عالمی سامراج کے پٹھو ہیں۔ انہوں نے حج وعمرہ کو ایک رسم بنائے رکھا ہے اور قرآنی مفہوم سے انکار کیا ہوا ہے، بیت اللہ میں غیر مسلموں کے داخلہ پر بندش لگائی ہوئی ہے، جبکہ اس آزادی دلانے

والے مرکز کیلئے اللہ نے فرمایا ہے کہ ان اول بیت وضع للناس للذی ببکة مبارکا، یعنی "مسجد حرام کا مرکز ساری انسانیت کے مسائل حل کرنے اور انسانی ترقی وفلاح کیلئے بنایا گیا ہے۔" چنانچہ یاد رکھا جائے کہ قرآن ساری انسانیت کی رہنمائی کیلئے 'ھدی للناس' (2-185) ہے۔ قرآن مذاہب سے بالاتر یعنی سیکولر کتاب ہے، جس کا حکم 'اذن فی الناس بالحج' سیکولر ہے (22-27)، جس کا اعلان 'ان کہ ان اول بیت وضع للناس '(3-96) یہ سیکولر حکم ہے، 'ان الصفا والمروة من شعائر الله 'یہ قرآن کی سیکولر تعلیم ہے۔ لفظ سیکولر کے معنی عقل کے موافق علم وقوانین بنانا ہے۔ اسی لئے جناب محمد رسول علیہ السلام سے اعلان کرایا گیا کہ "انما ادعوا علی بصیرة انا ومن اتبعنی (12-108) یعنی میں اور میرے پیروکار عقل وبصیرت کی چیزوں کی دعوت دیتے ہیں"۔ اس لحاظ سے دنیا کا سب سے بڑا سیکولر انقلابی شخص محمد رسول اللہ علیہ السلام ہیں۔ دنیا کی سب سے بڑی سیکولر کتاب قرآن ہے۔ سیکولرازم کے معنی 'لادینیت' کرنا یہ مسلم لیگ کی گھٹی میں علی گڑھ کالج میں عالمی سامراج کے نمائندہ پروفیسر جان برائیٹ نے ڈالی تھی۔ جس کی وارث آج پاکستان میں جماعت اسلامی، اور فرقہ بازی اور بزم طلوع اسلام ہے۔ نیز فرقہ بازی پر قائم مملکت پاکستان ہے۔ حج وعمرہ کی کانفرنسوں اور میٹنگوں میں چونکہ مسلم وغیر مسلم ہر مذہب کے لوگ اور لا مذہب لوگ سب شرکت کر سکتے ہیں۔ اس لئے سب کی ذہن سازی اور تربیت کیلئے اللہ نے جن علمی اصولوں کو اپنے شعائر میں سے قرار دیا ہے ان کے مدنظر قدر مشترک اور انسانی عالمی امتزاج والی بات فرمائی کہ 'ان الصفا والمروة من شعائر اللہ۔ یہ شعائر بھی حقیقت میں قرآن کا لب لباب اور جوہر ہے، لیکن جس کسی کو ابھی تک یہ فہم اور ادراک حاصل نہیں ہوسکا اس وقت تک ان کے لئے' صفا اور مروہ' کے کوڈورڈ ہی مناسب جچتے ہیں۔ مجھے ایک غیر مسلم دانشور نے کہا کہ " آپ کی کتابوں میں آئی ہوئی ساری

یہ ہے کہ علم کو دو قسموں میں تقسیم کیا، ایک ظاہری دوسرا باطنی۔ ظاہری علم تو قرآن کو قرار دیا لیکن وہ بھی ان ہتھکڑیوں کے ساتھ اور رسیوں میں جکڑا ہوا کہ اس کا سمجھنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے (نعوذ باللہ)۔ قرآن کو مبہم اور اجمالی کتاب مشہور کیا اور میدان جنگ کے محاذوں پر شکست خوردہ یہود و مجوس اور نصاریٰ کے دانشوروں کی امامت کے ناموں سے ٹیم بنائی۔ اس ٹیم نے آل رسولؑ کی چھتری تلے میراث کتاب کی مدعی بن کر اپنی گھڑی ہوئی انقلاب مخالف روایات کو حدیث رسولؐ کی ملمع سازی سے اسے مثل قرآن، وحی خفی اور غیر متلو کے عنوانات سے مشہور کیا۔ پھر گھسی پٹی جاگیرداری اور سرمایہ داری کو قرآن سے ثابت کرنے کے لئے ان روایات سے کام لیتے آرہے ہیں۔ پھر اپنی پرانی ریت یعنی غلام سازی اور محنتوں کے استحصال کو نئے سرے سے جاری کرنے کے لئے ان حدیثوں سے امامی فقہوں کے کئی سارے مسلک بنا ڈالے اور تفسیر قرآن کو اپنی گھڑی ہوئی روایات کا قیدی بنالیا۔ پھر (بقول ان کے) ظاہری علم والے قسم قرآن کو قید کرنے کے بعد دوسری قسم جو انہوں نے باطنیت کے نام سے ایجاد کی تھی، اس کے اندر بھی بہت سے دام ہم رنگ جابجا بچھا ڈالے۔ انہوں نے باطنی علوم کی فہرست میں ایک علم تاویل کا بھی ایجاد کیا جس کی پرمٹ (permit) صرف اماموں اور وصیوں کے اختیار میں محدود رکھی۔ باطنی معانی کے اس ہنر کو بھی یہ لوگ تقیہ کی چھتری تلے چلاتے آرہے ہیں۔ یہ باطنی روٹ اہل تصوف نامی وارثوں کے کھاتے میں ڈالا ہوا ہے۔ یہ ساری علمی قسمیں زہد، ترک دنیا اور نفس کشی کے نام سے جاری و ساری ہیں۔ ان کے جملہ فقہ اور خانقاہوں کا مقصد محنت کش سے روٹی چھین لینا ہے۔ ان باطنی اور تاویلی علوم اور معانی کا قرآن نے صاف صاف انکار کیا ہوا ہے۔ "**و رھبانیة ابتدعوھا ما کتبنا ھا علیھم**" (57-27) یعنی "جو علوم لوگوں کو میدان عمل سے ہٹا کر خرقہ پوشوں کی خرافات کا قیدی بناتا ہے ایسا علم ہم نے ان کو کبھی بھی نہیں دیا"۔ ° لیکن

جب استعمار کے جغادری دانشوروں نے دیکھا کہ قرآن نے کائنات کی رہنمائی کے لئے جو علمی جوہر پھر جوہر کا بھی جوہر جو کہ لب لباب ہوتا ہے کہ "**ان الصفا المروۃ ان شعائر اللہ**"، یعنی علم اور عقل خالص یہ اللہ کی طرف سے جہانوں کی قیادت کے لئے انقلابیوں کے واسطے علامات میں سے ہیں۔ دنیا کے سارے لوگوں سے ان نشانیوں کے ساتھ ڈیل کیا کریں تو شروع اسلام کے زمانہ میں دشمنان اسلام نے قرآن کی اس عالمگیر آئڈیالاجی کو اچک لیا اور مسلم امت کو اس قرآنی جوہر سے محروم کر ڈالنے کے لئے 'صفا اور مروۃ' کو دو جامد پہاڑیوں کے نام قرار دے دیا اور ان کے درمیان انہیں پھیری ڈالنے میں مصروف کر دیا۔ 'صفا اور مروۃ' کے ان ہیروں کو امت سے چھیننے کے لئے انڈر گراؤنڈ زیر زمین ایک مخفی تحریک برپا کی جو اخوان الصفا کے نام سے قرآن کے مقابل لٹریچر مارکیٹ میں لے آئی۔ اس مخفی تحریک کے علوم ظاہری اور باطنی کے ممبران سارے امام لوگ اور بڑے بڑے صوفیاء تھے جن کی مشترکہ مساعی سے حکومت فاطمی وجود پذیر ہوسکی۔ اس مضمون کا موضوع ہے کہ تصوف کیا ہے اور کہاں سے آیا؟ میرے خیال میں میں اب تک ان چند سطور میں اس سوال کا جواب دے چکا ہوں۔ میرے اس جواب کی تفصیل بہت لمبی ہے جسے میں مشکل سے لکھ سکوں گا۔ اصل بات یہ ہے کہ چور لوگ چوری چھپانے میں تو ناکام ہو گئے، لیکن چوروں کے پاؤں کے نشانات ظاہر کرنے پر بڑی سخت پابندی ہے۔ تصوف کا کوئی بھی علمی اور تحقیقی ماخذ یہ لوگ علمی دنیا میں نہیں لا سکے۔ صرف وجہ تسمیہ کے طور پر یہ مشہور کیا ہوا ہے کہ صوفی لوگ بھیڑوں کے پشمینہ یعنی صوف کے بالوں سے بنے ہوئے کپڑے پہنتے تھے اس لئے ان کے افکار اور گروہ کا نام تصوف اور صوفی بن گیا۔ ساتھ ہی ساتھ قرآن سے اخذ کئے ہوئے اصولوں اور افکار پر پردہ ڈالنے کے لئے اور اپنی چوری چھپانے کے لئے وہ ان اصولوں اور افکار کو یونانی حکیم افلاطون کی درسگاہ سے لے کر آئے ہیں۔ انہوں نے مظلوم انسانیت کے ساتھ کیے جانے والی

باتیں درست ہیں، بس صرف اتنا کیا کرو کہ یہ نہ کہو کہ یہ بات قرآن میں لکھی ہے۔ عجیب بات ہے کہ لوگ قرآن کی ہدایات کو قبول کر لیتے ہیں، مگر نام قرآن پر بدک جاتے ہیں"۔ اس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ ان کا مطالبہ اللہ نے بھی قبول کرلیا کہ "اگر تم قرآن کے نام سے بھاگ جاتے ہو تو چلو آو تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم" ہم اتنے تنگ نظر نہیں ہیں۔ صفا اور مروۃ کو ہی کامن (common) اصول کی کسوٹی بنا کر اپنے امور نمٹاتے ہیں۔ ان ہی قدروں پر اتفاق کرتے ہیں کہ معاملات اور فیصلوں میں اللہ کے نمائندے، اللہ کے شعائر 'صفائی اور علمیت' کی بنیادوں پر جملہ امور نمٹائینگے، جبکہ اصلی تصوف بھی یہی ہے۔

تصوف کیا ہے اور کہاں سے آیا؟

قرآن حکیم کی علمی وفکری پختگی اور استحکام کے طفیل جناب رسول اللہ علیہ السلام کی رسالت والی مشن اور تحریک کو بڑا تحفظ ملا۔ اسی وجہ سے رسالت کے مقاصد کے لئے ایک پارٹی حزب اللہ کے نام سے بنائی گئی اور انقلاب کی کامیابی کیلئے اس کے ممبر مؤمنوں کی ذہنی تربیت کی گئی۔ ان مؤمنین میں ہر ایک جیسے کہ میدان جنگ کا شہسوار بن کر دشمنوں کے سامنے قلعۂ اسلام کے تحفظ کی خاطر ہمہ وقت سینہ سپر رہتا تھا۔ وہی ممبر اور سپاہی علمی محاذ پر بھی باطل کے خلاف شہاب ثاقب بنا ہوا تھا۔ اہل باطل نے قرآن کے علمی آسمان میں شگاف ڈالنے کے لئے اور اسلامی انقلاب کو سبوتاژ کرنے کے لئے جتنی بھی رزمگاہیں قائم کی تھیں میدان جنگ میں اس سپاہ نے ایسے ہی معرکہ لڑے ہیں۔ انقلاب دشمنوں نے علمی محاذ پر جو جو وار کئے ہیں ان کی داستان بہت طویل ہے۔ دشمنوں کے ترکش سے جو تیروں کی بارش ہوتی آ رہی ہے اور اس کے جو متنوع وار پے در پے جاری رہے ہیں، ان کا ہدف علوم قرآنی انقلاب کے آگے بند باندھنا ہے۔ دلائل وشواہد کے باب سے تو دشمن لوگ قرآن کے علمی آسمان مین کوئی دراڑ نہیں ڈال سکے چنانچہ اس محاذ پر مکمل ناکامی کے بعد انہوں نے جو کھیل کھیلا ہے وہ

مذاق کو ہضم کرنے کے لئے 'وحدت الوجود' کا حربہ ایجاد کیا۔ اصل بات جو ان چند سطور کے حوالے سے میں عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ قرآن کے انقلابی علم پر تقدس کے غلافوں کی اوٹ یہ بنائی گئی ہے کہ باطنیت، تقیہ، تاویل وغیرہ سب امامت اور وصیت کے عہدوں پر فائز متصوفین کو حاصل ہے۔ یہ لوگ جو جو معانی اور مفاہیم بتائیں گے اصل دین وہی ہوگا۔ امت مسلمہ اگر 'ان الصفا المروۃ من شعائر اللہ' پر قرآنی نکتہ نظر سے آج تک عمل پیرا رہتی تو پوری دنیا پر بادشاہی قرآنی سیکیولرازم کی ہوتی۔ اب بھی اگر فاطمی حکومت کے قیام اور اس کے عناصر اربعہ اور پیشرووں، اور پس رووں اور پیروکاروں کے سیاسی اور علمی ذخیروں پر آزادانہ پی ایچ ڈی کرائی جائے تو کئی انکشاف علمی مارکیٹ میں زلزلے برپا کردیں گے۔ کئی ملائک شیطان نظر آئیں گے اور کئی لوگ جو شیطان کے طور پر مشہور کردئے گئے ہیں وہ فرشتہ ثابت ہوں گے۔ لیکن ایسی ریسرچ پر بندوق کے پہرے ہیں۔ میں بہت ڈرپوک آدمی ہوں، میں یہ کام نہیں کرسکتا۔ یہ کام کوئی اور کرے جو نڈر ہو۔

بہر حال میں جو اپنی تحریروں کے ذریعے کچھ حقائق سامنے لانا چاہتا ہوں، اس سے میرا مقصد یہ ہرگز نہیں ہے کہ میں کسی فرقہ کا نمائندہ یا ترجمان ہوں اور اس کے مقابل دوسرے فرقوں کو شکست دینا چاہتا ہوں۔ معاذ اللہ! ہرگز ایسی کوئی بات نہیں، بلکہ اس کے برعکس حقیقت یہ ہے کہ اس سے پہلے میں خود فرقہ باز تھا۔ میں حنفی تھا، میں دیوبندی تھا، میرا خاندان اور میں پیر پرست تھے۔ اور آج میں ان سب باتوں کو غلط تصور کرتا ہوں، آج میرا رہنما، انسانیت اور کائنات کی رہنما کتاب قرآن حکیم ہے، جو 'ھدی للناس' کتاب ہے (2-185)۔ آج میں حنفیت، حنبلیت، اہل حدیث، شافعیت، مالکیت، دیوبندیت، بریولیت اور جتنے بھی فرقے ہیں ان سب کو قرآن حکیم کے اس حکم کے مطابق شیعہ قرار دیتا ہوں" ان الذین فرقوا دینھم کانوا شیعا لست منھم فی شیء انما امرھم الی اللہ ثم ینبئھم بما

كانو يفعلون (159-6) یعنی ''بلاشک جن لوگوں نے اپنے دین کو فرقوں میں بانٹ دیا یہ سب لوگ شیعے ہیں اے نبی! تو ان میں سے نہیں ہے (اور نہ ہی وہ تیرے ہیں) ان کا معاملہ جب اللہ کی عدالت میں آئے گا تو وہ خود ہی ان کو ان کے افعال کی خبر دے گا''۔ یہ سارے لوگ حکم قرآن کے لحاظ سے شیعہ قرار پائے۔ اب کوئی بتائے کہ اگر کوئی شخص اپنے لئے شیعہ ہونے کا اعلان واقرار کرے تو وہ شیعہ قرار دیا جاتا ہے، باقی وہ لوگ جو اپنے لئے شیعہ ہونے کا انکار بھی کرے اور کسی دوسرے فرقہ کے نام سے خود کو متعارف بھی کرائے کہ میں فلاں فلاں امام کا مقلد ہوں، پیروکار ہوں، تو کیا بارہ اماموں والے شیعہ کہلائے جاتے ہیں، اور چار اماموں والے یا اہل حدیثوں کی طرح کے لاکھوں اماموں والے لوگ شیعہ کیوں نہیں ہوتے؟ جبکہ اس طرح کی تفریق کو اللہ نے خود ہی آیت کریمہ میں شیعت کا نام دیا ہے، بحوالہ آیت (159-6). تو اس آیت کے لحاظ سے سارے اہل سنت والے امامی گروہ اور دیوبندی, بریلوی, اہل حدیث سب کے سب شیعے ہوئے۔ باقی رہا کسی کا اہل حدیث سے دیوبندی ہو جانا یا شیعیت اور بریلویت سے دیوبندی ہو جانا یا اس کے الٹ، تو یہ تو ہوئی اماموں کے ایکسچینج (exchange) کی بات۔ جب شیعت نام ہی گروہ بندی اور فرقہ بازی کا ہے تو اماموں کے بدلنے سے کیا فرق پڑتا ہے، اس طرح تفریق اور ٹولہ سازی سے نکل کر قرآن کی طرف آنا تو نہیں ہوا۔ چنانچہ اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ 'ان الذین فرقوا دینھم کانوا شیعا (159-6) یعنی اگر قرآن حکیم کی تفہیم غیر قرآنی ذرائع میں سے کسی بھی فرقہ کے حوالہ سے کی جائے گی وہ اس آیت کے حکم کے تحت شیعت کہلائے گی۔ یہ مسئلہ جدا ہے کہ وہ گروہ کس چھاپ کا شیعہ ہے۔ آپ آگے مضامین میں یہ بات پڑھیں گے کہ امامی مذہب کے سارے فرقے بشمول دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث سب ہی قرآن دشمنی میں متفق ہیں اور اپنی قرآن دشمنی چھپانے کیلئے انہوں نے جان بوجھ کر فضول

مسائل میں آپس کا اختلاف مشہور کیا ہوا ہے، تا کہ ان کی کتاب اللہ اور ختم نبوت سے دشمنی کو کوئی بھانپ نہ سکے۔ چنانچہ میں اس مقدمہ کے حوالہ سے صرف شیعوں کے تین بڑے معروف فرقوں یعنی اثنا عشری شیعوں یا اسماعیلی یا بوہری شیعوں میں شیعت کو محدود تصور نہیں کرتا۔ قرآن کی روشنی میں مجھے تفرقہ بازی اور شیعت پر لکھنا ہے کہ وہ کیا ہے، صرف آج کے مشہور شیعوں کی اصلیت واضح کرنی مقصود نہیں ہے۔ جملہ امامی مذاہب کو آیت (159-6) کی روشنی میں فرقہ باز، فرقہ پرست اور قرآن مخالف شیعہ ثابت کرنے کا ایک قرآنی ریسرچ میٹریل پیش کرنا ہے۔ اس سلسلہ میں میں اپنی کتاب ''فتنہ انکار قرآن کب اور کیسے'' کے اندر فرقہ اہل حدیث کے حدیث ساز اماموں کی قرآن حکیم سے دشمنی کی اور خود رسول علیہ السلام پر تبرا کی روایتوں کی کئی مثالیں لکھ چکا ہوں، جن سے ثابت ہو جاتا ہے کہ ان کے روایاتی مذہب کا نہ قرآن سے کوئی واسطہ ہے اور نہ رسول علیہ السلام سے، بلکہ ان کی حدیثوں سے قرآن اور رسول اللہ سے ان کی نفرت اور عداوت ثابت ہوتی ہے۔ تو بتایا جائے کہ شیعت اور تشیع کے اور کون سے سینگ ہوتے ہیں، جو ان حدیث پرست فرقوں کے سر پر لگے ہوئے نہیں ہیں؟ میں نے تو بخاری اور مسلم کی وہ اکثر حدیثیں جو قرآن کے خلاف ہیں اور شان رسولؐ کے خلاف ہیں ان میں سے بہت تھوڑی سی اپنی کتاب میں نقل کی ہیں۔ ایسی حدیثیں صرف اہل حدیث کی ہی نہیں ہیں، بلکہ اہل سنت نامی جملہ فرقوں کے ہاں بھی مسلمات میں سے ہیں۔ اب زیادہ سے زیادہ ان فرقہ بازوں کو لغت کے لحاظ سے شیعان ابو حنیفہ یا شیعان شافعی یا شیعان حنبلی یا شیعان مالکی کہا جائیگا یا شیعان دیوبند یا شیعان بریلی کہا جائیگا، جبکہ ان اہل سنت کہلانے والے بڑے ائمہ اربعہ بجائے میرٹ کے نسل پرستی کی بنیاد پر فضیلت علیؓ کو قرابت رسولؐ کا مینڈیٹ دیتے ہیں۔ اور ان کی اولاد کو بنوامیہ اور بنو عباس کے مقابلے میں مستحق خلافت تسلیم کرتے ہیں۔ جس کا ثبوت امام ابو حنیفہ، امام مالک،

امام شافعی وغیرہ کی سوانح عمریوں میں موجود ہے۔ اس حساب سے اہل سنت کے بڑے بڑے امام تو شیعان علیؓ ثابت ہیں، باقی ان میں فرق صرف شیعت کی کوالٹی کا رہ جاتا ہے۔ اس سارے بحث کو اس طرح سمیٹیں کہ اللہ عزوجل نے اپنی کتاب کی شان میں فرمایا کہ'' ھٰذا اکتابنا ینطق علیکم بالحق (45-29) میری یہ کتاب آپ کے اوپر حق کے ساتھ باتیں کرنے والی ہے''۔ اس لئے اے محمدؐ! اعلان کر دے کہ'' انما امرت ان اعبداللہ ولا اشرک بہ الیہ ادعوا و الیہ مآب (13-34) یعنی مجھے حکم دیا گیا ہے کہ صرف اللہ کا کہا مانوں اور اس کے احکامات میں کسی بھی اور کو شریک نہ بناؤں''۔ ان دو آیتوں سے واجب بنتا ہے کہ قرآن حکیم کو غیر خدائی حوالوں سے، علوم سے نہ سمجھا جائے، نہ سمجھایا جائے۔ یہ کتاب دین کی تفہیم کیلئے اس حد تک خود کفیل ہے کہ اسے سمجھنے کیلئے کسی امامی ہنر کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس کتاب نے فن تصریف آیات سے اس حد تک اپنے آپ کو کھول کھول کر بیان کیا ہے کہ اس نے دنیا بھر کو چیلنج کیا ہے کہ'' ولا یاتونک بمثل الاجئناک بالحق واحسن تفسیرہ (25-33) یعنی یہ کتاب کسی بھی خارجی سہارے کے بغیر اپنی باتوں کی حق کے ساتھ نہایت احسن انداز میں تفسیر کرتی ہے''۔ چنانچہ جو بھی شخص یا گروہ اور فرقہ قرآن حکیم کو سمجھنے اور تفسیر کرنے کے معاملے میں غیر خدائی علوم کا محتاج سمجھے گا یا بنائیگا تو وہ فرقہ اور گروہ، قرآن حکیم کے مطابق'' ان الذین فرقوا دینھم کانوا شیعا لست منھم (6-159) یعنی تفرقہ کرنے والا شیعہ قرار پائے گا''۔ آیت میں اللہ نے اپنے نبیؐ کی بھی صفائی دیدی کہ'' اے محمدؐ! لست منھم' تو ان میں سے نہیں ہے، یعنی تو نے علم قرآن کی تفہیم میں ایسی کسی فرقہ بازی کی تعلیم نہیں دی''۔ اس پوری تفصیل سے ثابت ہوا کہ شیعت نام ہے تفہیم قرآن کو غیر اللہ کے علوم کا محتاج بنانے کا۔ جب کہ یہ نظریہ علمائے اہلسنت اور دیگر جملہ فرقوں کا مانا ہوا ہے کہ ان کے اماموں نے جو دین کا فقہ پیش کیا ہے، وہی فقہ درست تعبیر ہے۔ جبکہ صورت حال

یہ ہے کہ ان سب اماموں کے فقہی تفصیلات خلاف قرآن ہیں، جیسا کہ آئندہ مضامین کے اندر آپ ایسی تفصیلات پڑھیں گے۔ چنانچہ امامی فرقوں کے سنی شیعہ جملہ گروہوں کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ وہ قرآن والے ہیں اور ان کے اماموں کے اقوال اور روایات قرآن کی تعبیر اور تفسیر ہیں۔ ایسا دعویٰ قطعاً غلط ہے۔ ویسے تو میں اپنے اس اپنی دعویٰ کی ثبوت میں بہت کچھ لکھ چکا ہوں، لیکن صرف ایک قرآنی حکم'' اتوا الزکوٰۃ'' کو ہی لیا جائے تو آپ دیکھیں گے کہ ساری امامی رویات اور فقہوں نے اسے رعیت کا فرض قرار دیا ہے کہ وہ اپنے اموال کا چالیسواں حصہ سال میں ایک بار دیا کریں۔ جبکہ حکم قرآن'' اقیمو الصلوۃ وآتوا الزکوٰۃ'' کا تعلق پبلک اور افراد رعیت کے ساتھ نہیں ہے، یہ خطاب تو ریاست کے حکام، افسران اور صاحبان اقتدار کے لیے ہے، یہ خطاب تو گورنمنٹ کی بیوروکریسی سے ہے، اس حکم' اتوا الزکوٰۃ' میں تو سال میں ایک بار کیا، ششماہی کیا، سہ ماہی کیا، ماہوار کیا، ہفتہ وار کیا، یومیہ کیا، یہ سامان نشو ونما تو ہر ضرورت کے وقت ہر روز بار بار بصورتِ طعام، علاج، لباس، مکان، تعلیم غرض کہ ضروریات زندگی کے جملہ انواع اور آئٹم سب اپنے وقت اور موقع پر' اتوا الزکوٰۃ' کے حکم کے تحت آتے ہیں۔ امامی علوم اور روایات کی' اتوا الزکوٰۃ' کی تشریحات آپ نے پڑھی ہونگی۔ ان میں تو معاشرہ کیلئے طبقات اور کلاسیفکیشن کو تسلیم کرنے کا سرٹیفکیٹ ملتا ہے۔ قرآن کا حکم ہے کہ'' وقدر فیھا اقواتھافی اربعہ ایام سواء للسائلین (41-10) یعنی زمین کے اندر ذخائر خوراک کو چار مرحلوں میں اندازے کے ساتھ ودیعت فرمایا جو حاجتمندوں میں برابری کے بنیاد پر ہے''، لیکن اس آیت کے رد میں امامی فرقوں نے رعیت کے اندر مساوات رزق کے نظریے کو توڑ کر انہیں امیر اور غریب کے طبقوں میں بانٹا ہوا ہے۔ قرآن حکیم نے ہزاروں سالہ تاریخ کی گواہی سے بتایا کہ انسان خسارے میں ہے سوائے ان اوصاف کے حاملین کے جن کا ذکر سورۃ العصر میں کیا گیا ہے۔ اللہ نے انسانیت کو

انبیاء کی معرفت عطا کیے ہوئے علم وحی کے ذریعے جیسے کہ انگلی پکڑا کر چلانا چاہا، پھر
قرآن نے ریمارک دیا کہ" فخلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلوۃ
واتبعوا الشھوات فسوف یلقون غیا (19-59) یعنی ان انبیاء کے بعد لوگ
ایسے نا خلف قسم کے ہو گئے کہ انہوں نے علم وحی کے سمجھائے ہوئے نظام صلوٰۃ کو
غارت کر دیا اور بے لگام ہو کر اپنی خواہشات کے پیچھے چل پڑے، جو انہیں طغیانی میں
ڈبو دینے والی تھیں۔ اس آیت کریمہ سے یہ بات تو صاف ہو گئی کہ اللہ جل شانہ
انسانوں کو ایک متعین اور معہود نظام صلوٰۃ کا متبع اور پیروکار بنانا چاہتا ہے۔ اس نظام
صلوٰۃ سے، اس نظام اتباع علم وحی سے رعیت کو، مخلوق کو "م تواالزکوۃ" یعنی اعلیٰ کوالٹی کا
سامان نشو ونما میسر ہوتا ہے۔ پھر قرآن حکیم نے شکایت کی کہ انسان نے اس الصلوٰۃ
یعنی اس نظام صلوٰۃ سے اس طرح پیٹھ پھیری کہ انسانوں کی اس نظام کے ذریعے سے
خدمت کرنے کے بجائے وہ اپنے من کا پجاری بن گیا اور مخلوق خدا کی پرورش کی جگہ
اپنی تن پروری پر جملہ احکام صلوٰۃ کی تعبیریں فٹ کرنے لگ گیا۔ پھر اس مندر کے
پروہت نے اقامۃ الصلوٰۃ کے نتیجے کو یعنی معاشرے کے انسانوں کی ایتاء زکوۃ سے
پرورش کو، الگ کر دیا، کاٹ دیا، ایسے کہ جیسے کہ اقامۃ الصلوٰۃ کا ایتاء زکوۃ سے کوئی تعلق
، کوئی ربط ہی نہیں ہے، جوڑ ہی نہیں ہے۔ یہ دونوں، جدا جدا احکام اور چیزیں ہیں۔
جب کہ قرآن حکیم نے اقامۃ الصلوٰۃ کی کامیابی اور درستی کو ایتاء زکوۃ کے ساتھ اس
طرح نتھی کر کے سمجھایا ہے کہ فرمایا کہ "جس جس خطے میں لوگوں کو، مسکینوں کو کھانے
کیلئے روٹی نہ مل سکے، وہاں وہاں کے اقامۃ الصلوٰۃ کے ذمہ دار مصلیوں کا جینا بھی ان
کیلئے 'ویل' بنا دو (4-107)۔ استحصالی سرمایہ دار، جاگیردار اور ملاّ کے گٹھ جوڑ نے
قرآن کے حکم 'اقیمو الصلوٰۃ' کی تعبیر الٹ کر صلوٰۃ اور زکوٰۃ کو جدا جدا الگ الگ
کر دیا۔ صلوٰۃ، جس کی کامیابی اور درستی ایک نظام کے تحت افراد معاشرہ کو سامان نشو
ونما فراہم کرنا 'اتوا الزکوٰۃ' کی صورت میں سمجھائی گئی تھی اس صلوٰۃ کو اقامۃ الصلوٰۃ

والے نظام کی بجائے پوجا والی ایک چیز قرار دے دیا اور اللہ کو تصوراتی بت بنا کر اس
کی پوجا کرنے کا نام اہل فارس سے ان کی آگ کی پوجا کرنے والا فارسی نام 'نماز'
ادھار لیکر حکم قرآن اقامۃ الصلوٰۃ کا نام قرار دے دیا۔ محترم قارئین! یہ ہے ان کی
تحریف معنوی۔ ویسے اللہ عزوجل نے جو امم سابقہ کی شکایت کی ہے کہ وہ لوگ
ہماری طرف سے دی ہوئی تعلیم وحی کے اندر "یحرفون الکلم من بعد موا
ضعہ (5-41) یعنی لفظوں کو بھی اپنی اپنی جگہوں سے بدل دیتے تھے"۔ قرآن
حکیم نے یہ بھی بتایا ہے کہ یہ لوگ تحریف لفظی کے ساتھ تحریف معنوی بھی کرتے
تھے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے فرمایا کہ "اگر محمد سلام علیہ کی نبوت کے دربار علمی
سے 'ان او تیتم ھذا افخذوہ وان لم تئو توہ فاحذروا (5-41)'۔ یعنی
اس قسم کے معنیٰ مفہوم کی بات ملے تو لے لینا اور اگر ہماری والی یہ معنیٰ مثال کے طور
اقامۃ الصلوٰۃ کے معنیٰ اقرا و الصلوۃ نہ ملے تو پھر اس سے بچ کر رہنا۔
محترم قارئین! آپ نے جو پڑھا کہ انبیاء کے بعد ایسے نا خلف قسم کے لوگ خلف
بنے جنہوں نے 'اضاعوا الصلوٰۃ' یعنی اپنی من مانیوں سے انہوں نے علم وحی کی
دی ہوئی صلوٰۃ کو بگاڑ دیا، کچھ سے کچھ کر دیا۔ یہ میری کتاب بنام "امامی مذاہب اور
قرآن" ان ہی مضامین پر مشتمل ہے جن کا لب لباب اور موضوع 'اضاعلہ الصلوٰۃ
' کی تفاصیل سے تعلق رکھتا ہے۔ چنانچہ کتاب کے نام سے یہ سمجھیں کہ اس میں رائج
الوقت مذہب کا ذکر ہے اور اس کی تفصیل ہے جو قرآن دشمن امامی تحریک نے پروان
چڑھایا۔ یہ امامی تحریک جنگ قادسیہ میں مسلمانوں کی فتح کے بعد ہی شروع ہو گئی تھی۔
شروع میں زیر زمین چلی پھر آہستہ آہستہ کھلم کھلا بر سر بام آ گئی۔ اس تحریک نے
قرآن کو الماریوں کے طاقوں میں بند کرا کے لاک اپ کرنے کے بعد مسجدوں سے
ان کی عدالتی حیثیت اور سیاسی مرکزیت (9-17)(9-7)(5-97)(3-97)
(2:185)(22-33)(22-29)(2-135) سلب کر لی اور اس کی جگہ ان

مساجد کو رہبانیت کی درسگاہیں بنا ڈالا۔ اس سے قبل فارس کی مانوی تحریک نے زرتشت کے لائے ہوئے دین کی اضاعۃ صلوٰۃ، بصورت نماز کی تھی اور اسے آتش پرستی کے روپ میں بدل دیا تھا (الملل والنحل)۔ اسی مانوی تحریک کے پیروکار اہل فارس نے اسلام میں امامی تحریک کے ذریعہ قرآن کے عنایت کردہ اقامۃ الصلوٰۃ کے حکم کو حکیم مانی مجوسی کی آگ کی پوجا کیلئے ایجاد کردہ نماز سے بدل دیا۔ اس نماز کا قرآنی صلوٰۃ کے مفہوم 'ولا یحض علی طعام المسکین' سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ اسلام کی رائج الوقت مانوی شکل کو تحریف معنوی کے ذریعوں سے اصلی قرآنی اسلام کا چہرہ جس انداز میں مسخ کیا گیا ہے، اس کتاب کے مضامین کے ذریعے کوشش کی گئی ہے کہ قرآن کے خلاف انکی مساعی کا پردہ فاش کیا جائے اور دام ہم رنگ کے رنگوں کو بے نقاب کیا جائے، جس سے دودھ کا دودھ نظر آئے اور پانی کا پانی۔ میں اپنی چھوٹی اور حقیر سی کوشش کو کبھی بھی کافی قرار نہیں دیتا، یہ نہایت ہی ادنیٰ کوشش ہے۔ یہ بات سب لوگ جانتے ہیں کہ چور واردات کرتے وقت اپنے پاؤں کے نشان چھپانے کی بڑی کوشش کرتے ہیں کہ کوئی کھوجی ان کے ہاتھوں اور پاؤں کے نشان نہ پہچان سکے۔ علم تاریخ کے حوالوں سے ان لوگوں نے جھوٹی باتوں کے اتنے انبار لگائے ہیں کہ ہمالیہ جبل کی چوٹی ان کی پنڈلیوں کو بھی نہیں پہنچ پاتی۔ اپنی خود ساختہ اور من گھڑت تاریخ کو سچا منوانے کیلئے انہوں نے بطور ماخذ، رسولؐ اللہ اور ان کے اصحاب کرامؓ کے ناموں سے علم الروایات ایجاد کیا ہے، جس پر حدیث رسول کا ملمع چڑھایا گیا ہے اور اس پر وحی خفی اور وحی غیر متلو کا لیبل بھی چڑھایا ہوا ہے۔ علم الروایات کی دنیا میں قرآن کو صرف مُردوں کے ایصال ثواب کیلئے مخصوص بنا دیا گیا ہے، جسے اللہ جل شانہ نے زندہ انسانوں کی ہدایت کیلئے نازل فرمایا تھا۔ لیکن یہود، نصاریٰ اور مجوس کے اتحاد ثلاثہ کی ملی بھگت نے امامی تحریک کے ناموں سے جو علم الروایات قرآن کے مقابلے اور رد کے لئے میدان میں لایا ہے اس نے قرآن کو تو مُردہ لوگوں کے لیے

مخصوص کر دیا اور ان کا خود ساختہ وحی غیر متلو کا علم زندہ لوگوں کے مسائل حیات کیلئے مکہ مدینہ کی یونیورسٹیوں سے لیکر پورے عالم اسلام کی مذہبی درسگاہوں میں پڑھایا جانے لگا، جو تا ہنوز عمومی درسگاہیں تو کیا خود مسجد الحرام مکہ اور مسجد نبوی مدینۃ الرسولؐ میں بھی رائج ہے اور ہر درسگاہ سے قرآن کو خارج کیا ہوا ہے۔ میں دعویٰ سے، چیلنج کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ قرآن آج امت مسلمہ کے جملہ علمی مراکز میں امامی روایات والے علم کا قیدی ہے، ان کے کسی بھی تسلیم شدہ ادارے میں دنیا بھر کے اندر خود قرآن کے انداز تفہیم و تعلیم کے ذریعہ قرآن کو نہیں پڑھایا جاتا۔ وہ یہ ہے کہ ولقد صرفنا فی ھذا القرآن للناس من کل مثل (18-54)(17-89) یعنی بلاشک ہم نے اس قرآن کے اندر جملہ قسم کے مثالوں کو فن تصریف آیات سے سمجھا دیا ہے"۔ اور اب ہم بجا طور چیلنج کر رہے ہیں کہ "ولا یاتونک بمثل الا جئناک بالحق واحسن تفسیرا (25-33) یعنی دشمنان قرآن لوگ ایسی کوئی مثال نہیں لا سکتے جس کی ہم تیرے پاس حق کے ساتھ اور نہایت ہی واضح اور بطریق احسن تفسیر نہ لے آئیں"۔ لیکن کیا کیا جائے کہ انسان اکثر معاملوں میں صرف جھگڑے کھڑے کرنا پسند کرتا ہے وہ بھی اس حد تک کہ ان میں نام نہاد وحی غیر متلو کی قرآن مخالف اور قرآن دشمن علم الروایات کی رو سے نابالغ بچوں بچیوں کے نکاح والا کفر تو قبول ہے، مگر قرآن کا نظریہ بلوغت والا قانون قبول نہیں ہے۔ ان کو ان کے گھڑے ہوئے علم وحی غیر متلو کا قرآن مخالف نظریہ زانی کیلئے سنگسار یعنی جان سے مار دینا تو قبول ہے لیکن قرآن کے قانون "مائۃ جلدۃ" سو (100) چابک کا نفاذ قبول نہیں ہے۔

محترم قارئین! میں نے عرض کیا کہ اسلام کو مسخ کرنے کیلئے قرآن کو طاقوں میں بند کر کے اس کی جگہ جو جعلی مذہب، اسلام کے نام سے پڑھا پڑھایا جا رہا ہے، اس کتاب کے ذریعے ان فرقوں کے بانیوں کا امامت کے نام سے خود ساختہ تقویٰ اور

ورع کا چوغہ پیرہن، جبہ ہٹا کر ان کے اندر کی قرآن سے دشمنی کی اصل تصویر دیکھنی اور دکھانی مقصود ہے۔ اس مہم میں جو بھی کتابیں کام میں آسکتی تھیں جن میں ہماری میراثِ علم کا آپریشن کیا گیا تھا، وہ تو انہوں نے منگولوں کے حملہ کے وقت، دریائے دجلہ میں ساری ڈبودیں یا جلاڈالیں۔ اگر اللہ نے اپنی کتاب قرآن کی حفاظت کا ذمہ نہ لیا ہوا ہوتا تو یہ فضائل قرآن کے ناموں کی حدیثیں بنانے اور پڑھانے والے اس قرآن کو بھی گم کردیتے۔ لیکن اللہ کی تدبیروں کے مقابلے میں ان کی دال نہیں گل سکی۔ یہ امام مافیا والے لوگ فضائل قرآن کا وعظ سناتے رہتے ہیں اور پھر مسائل حیات بجائے قرآن کے امامی علوم سے بناتے ہیں۔ بہر حال ان کا تعارف قرآن حکیم اس حد تک تو مکمل طور پر کرادیتا ہے کہ ان کی گھڑی ہوئی روایات اور ان پر گھڑی ہوئی فقہ اور علم تاریخ مکمل طور پر قرآن کی مخالف ہے، جسے قرآن سے نفرت اور دشمنی کی نیت سے انہوں نے قلمبند کیا ہے۔

تبرا اہلسنت مارکہ شیعہ بھی کرتے ہیں

محترم قارئین! تبرا ایک الگ بہت بڑا فن ہے۔ فنکار لوگ ایسی ہتک آمیز گالیاں دے جاتے ہیں جنہیں ظاہر بین آدمی بجائے گالی کے مدح اور تعریف سمجھتا ہے۔ لیکن ایسے رومانی تبرا کے مضمرات نہایت ہی زہریلے ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر امام بخاری کی لائی ہوئی حدیث قرطاس پر ہی غور کیا جائے۔ اس حدیث کو میں نے اپنی کتاب میں خلاف قرآن ہونے کی وجہ سے جعلی ثابت کیا ہوا ہے، لیکن یہاں مجھے اس میں مضمر تبرا پر قارئین کی توجہ مبذول کرانی ہے۔ اس تبرا کرنے میں حدیث کے جملہ راوی اور امام بخاری سمیت اس روایت کو آج بھی درست قرار دینے والے سب لوگ شریک اور مرتکب بن جاتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں کہ رسول اللہ نے اپنے مرض الوفات میں گھر میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو کہا کہ "هلم اكتب لكم كتابا لا تضلوا بعده" یعنی "(کاغذ) لاؤ کہ تمہارے لئے ایک تحریر لکھدوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ

نہ ہوگے" وہاں موجود عمر فاروق نے فرمایا کہ رسول اللہ پر درد کا غلبہ ہے اور ہمارے پاس اللہ کی کتاب موجود ہے، اس لئے حسبنا کتاب اللہ ہمارے لئے اللہ کی کتاب کافی ہے۔ اس کے بعد بخاری یا زہری نے یہ جملہ "حسبنا کتاب اللہ" کی نسبت فاروق اعظم کی طرف کرکے ایک طرح سے یہ تاثر دیا ہے کہ قرآن کا کافی ہونا زمانہ رسالت مآب میں اختلافی مسئلہ تھا۔ اور یہ کہ قرآن کے ناکافی ہونے کا نظریہ خود رسول اللہ اور دیگر صحابہ کا بھی تھا، اسی وجہ سے رسول اللہ اپنے مرض الوفات کے وقت کاغذ پر کچھ لکھ کر جارہے تھے، جس سے قرآن کی کمی اور نقص کا تدارک اور ازالہ ہوجاتا"

محترم قارئین! اس حدیث کا رد تو قرآن حکیم نے بابانگ دہل کیا ہوا ہے کہ ہم نے آپ کی طرف وحی متلو والی کتاب نازل کی ہے۔ ہر ایک یہ بات سمجھ سکتا ہے کہ اللہ نے اپنی کتاب کوئی ناقص اور ناکافی قسم کی تو نہیں بھیجی ہوگی، جس کا اعلان رب پاک مناظرانہ انداز میں اور کتاب کی جامعیت کے طور پر فرما رہے ہیں۔

قارئین حضرات اس آیت کو ماقبل اور مابعد کی آیات سے ملاکر پڑھیں، پھر بتائیں کہ ان میں اللہ پاک جس کتاب کی نوید سنا رہے ہیں کیا وہ کتاب کوئی ایسی ویسی ناقص اور ناکافی قسم کی ہوسکتی ہے؟ اب اس کتاب کے مقابل جو لوگ بھی امام بخاری کی اوپر لکھی ہوئی حدیث کو درست قرار دیتے ہیں وہ لوگ خواہ اہل حدیث مارکہ شیعہ ہوں یا اہل سنت مارکہ شیعہ ہوں، یہ ان کی بھی تبرا ہے رسول اللہ پر کہ وہ اپنے اوپر نازل شدہ کتاب کو ناقص تصور کرکے وفات کے قریب قرآن کے ہوتے ہوئے بھی اپنی تحریر کو گمراہی سے بچنے کیلئے ضروری قرار دے رہے تھے، جس کیلئے کاغذ طلب کیا۔ اس روایت میں ایک طرح سے قرآن پر بھی تبرا ہوا کہ یہ ناقص اور ناکافی کتاب ہے۔ اس روایت کے ذریعہ تبرا کی ایک قسم یہ بھی سامنے آتی ہے کہ حسبنا کتاب اللہ یعنی قرآن کا کافی ہونا دور صحابہ میں اختلافی مسئلہ تھا، اتفاقی مسئلہ نہیں تھا۔ تبرا کا یہ

انداز کہ کسی شخص کو غیر اخلاقی قسم کی گالی دی جائے اسے ہر کوئی گالی اور تبرا کہے گا۔ لیکن کسی شخص کو باطل پر ہونے کا الزام لگانا، اسے نظریاتی اور فکری طور پر گمراہ قرار دینا، یہ انداز اخلاقی گالی سے کسی بھی طرح کم نہیں ہے۔ یہ بھی کھلے قسم کی بدترین تبرا ہے۔ بخاری کی کتاب کی ایسی کئی ساری روایتوں کو دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث سر آنکھوں پر رکھ کران پر ایمان لائے ہوئے ہیں۔

تبرا کا یہ مخفی تفنن کیونکر

محترم قارئین! جیسے کہ آپ ہماری اس کتاب کے تاریخ سے متعلق مضامین کے اندر پڑھیں گے کہ قرآن دشمن شیعہ وسنی اور حدیث ساز امام مافیا سب کا آپس میں قرآن کے قانون معاشی مساوات (41-10) (16-71) (70-24) کے خلاف اتفاق ہے کہ جاگیرداری، مفت خوری اور نولمٹ (No limit) سرمایہ داری جائز ہے۔ ان جملہ فرقہ جاتی امامی مذاہب کے اندر نابالغ بچوں کے نکاح جائز ہیں جب کہ قرآن حکیم بلوغت کو شرط قرار دیتا ہے (4-6)۔ سارے امامی مذاہب انسانوں کو غلام بنائے رکھنے میں متفق ہیں، جبکہ قرآن اس سے منع کرتا ہے (4-47)۔ غرض کہ قرآن حکیم کے اس طرح کے کئی سارے انقلابی اعلانات کے خلاف یہ جملہ امامی مذاہب شیعہ سنی متحد اور متفق ہیں اسی باعث ان کے کنٹرول روم والی قیادت نے ان میں کے کچھ اثنا عشری اور بخاری کے پجاری لوگوں کو سکھایا کہ تم مچھیروں والی زبان کی گالیوں سے تبرا کرو اور اہل سنت مافیا کو ہدایت کی کہ تم قرآن کے مسائل حیات کی رد میں اور مقابلہ میں جاگیرداریت کے احیاء کے مسائل، وحی غیر متلو اور وحی خفی سے امامی قیاسیات والا فقہ پیش کر کے قرآن کو صرف مردوں کے ایصال ثواب تک محدود رکھو۔ اگر کوئی شخص شیعوں کے کیمپ سے کی جانے والی تبراؤں کو برا سمجھے تو ان کے مقابلہ میں اہلسنت کے امامی مذاہب کو صرف اس لئے اچھا سمجھے کہ چلو ان میں مچھیروں والی بولی کی تبرائیں تو نہیں ہیں، چلو ان کا ہی ساتھ دیتے ہیں۔

جناب قارئین! قرآن دشمنی میں شیعہ سنی اہل حدیث سب ایک دوسرے کے برابر ہیں۔ لوگ ان کے تبرا کے تنوع کو سمجھ نہیں سکے ہیں۔ تبرا ایک گروہ کی ہے بازاری گالیوں پر مشتمل اور ایک گروہ کی تبرا ہے قرآنی انقلاب کے رد میں قرآنی انقلاب کے مسائل حیات کو منسوخ اور متروک قرار دینے میں۔ ان جملہ ہنر بازیوں کا اصل مقصد یہ ہے کہ امامی فرقہ جاتی مذاہب کے ذریعے قرآن حکیم کی طرف جانے والی ساری راہیں بند کی جائیں۔ پھر اس قرآن دشمن سازش کو کامیاب بنانے کیلئے امامی تحریک قائم کرنے والی تھنک ٹینک نے یہ بھی ضروری قرار دیا کہ ان کے قائم کردہ امامی فرقوں کے اندر اختلاف رکھنا بھی ضروری ہے تا کہ لوگ اپنی اپنی پسند سے جس بھی امام کا منفرد استدلال پسند کریں تو وہ اس کے پیروکار بن جائیں۔ اور اگر کوئی ان جملہ اماموں کا متفقہ علیہ موقف تلاش کریگا تو اسے صرف انہیں نکاح، طلاق کے مسائل میں، عورتوں کو ذلیل رکھنے اور غلام سازی، جاگیرداری، سرمایہ داری کے جواز میں سارے امامی فرقے متحد اور متفق نظر آئیں گے۔ یعنی ان اماموں کا اتفاق صرف قرآن حکیم کے انقلابی احکامات کو توڑنے اور منسوخ بنانے میں ملے گا، باقی دکانداری سب کی اپنی اپنی۔

محترم قارئین! قرآن سے انسانوں کا رخ پھیر کر غلام سازی اور موروثی برکتوں نسل پرستی اور بادشاہ پرستی کے جراثیم کے فارمولوں اور نرسریوں کے بانی نگران اماموں کی تعریف میں اس قدر جھوٹی سوانح عمریاں لکھی گئی ہیں کہ اتنی تعریف، نبیوں کے شان میں بھی، تاریخ کے اندر موجود نہیں ہیں۔ یہ سب کچھ اس لئے کیا گیا ہے تا کہ لوگ انبیاء علیہم السلام کی معرفت ملے ہوئے علم وحی کی بجائے شخصی اماموں کے پیروکار بن جائیں۔

تاریخ کے جھروکوں سے

اللہ عزوجل کی طرف سے اس اعلان کے باوجود کہ میں اپنے رسول محمد علیہ السلام کو

نرینہ اولاد نہ دیکر صاحب آل نہیں بنا رہا (33-40)۔ اس اعلان کی وضاحت قرآن حکیم کے اسلوب سے یوں بھی ثابت ہوتی ہے کہ جتنے بھی اللہ کے نبی اور رسول نرینہ اولاد والے تھے اللہ نے ان میں سے کچھ کا ذکر مبارک آل موسیٰ (2-248) آل ھارون (2-248) آل ابراہیم (3-33) آل یعقوب (12-6) آل لوط (15-59) داؤد (34-13) یعنی آل کی نسبت سے کیا ہے، لیکن پورے قرآن میں کسی ایک موقع پر بھی جناب محمد رسول سلام علیہ کا ذکر آل کی نسبت سے نہیں کیا گیا۔ اس کے باوجود اہل فارس کے حدیث ساز اماموں اور آل محمدؐ ثابت کرنے کے بے شمار روایاتی قصے لکھے گئے ہیں۔ اصول کافی کے مطابق فتح قادسیہ کے وقت دور فاروقیؓ میں ذح شاہ فارس یزدجرد کی بیٹی شہر بانو قید کی گئی تو وہاں جناب علیؓ کے مشورہ سے اسے کہا گیا کہ اس مجلس میں موجود حاضرین میں سے جس کسی کو آپ پسند کریں گی، ہم آپ کو اس کے حوالے کریں گے۔ شہر بانو اٹھی اور حاضرین کو دیکھتی وہاں موجود حسین ابن علیؓ کے پاس رک گئی اور ان کے سر پر ہاتھ رکھ دیا، چنانچہ اس شہزادی کو حسین ابن علیؓ کے حوالے کر دیا گیا۔

جناب قارئین! جنگ قادسیہ میں فتح کے وقت اکثر تاریخ نویسوں نے فارس کے بادشاہ یزدجرد کی عمر گیارہ سال لکھی ہے، البتہ میں نے اپنی کسی کتاب میں گیارہ کو ڈبل کر کے 22 سال لکھا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس عمر والے کسی شخص کی اتنی عمر والی بیٹی نہیں ہو سکتی جو میدان جنگ میں آئے اور وہاں قید ہو کر مخالف بادشاہ کے سامنے پیش ہو کر اپنی مملکت کی شکست پر تجزیہ کرتے ہوئے اپنے ملک کے علاقے تستر کے گورنر ہرمزان کو جوابدہ قرار دے۔ بہرحال آگے کی بات یہ ہے کہ جب اس لڑکی کو حسین بن علیؓ سے بیاہا جاتا ہے، تو اس کے بطن سے امام زین العابدین پیدا ہوتے ہیں، جس اکیلے سے موجودہ وقت کے جملہ آل رسولؐ سید کہلانے والے، ہاشمی کہلانے والے لوگ جو ساری امت میں پھیلے ہوئے ہیں، پیدا ہوئے ہیں۔ اب کوئی بتائے کہ

کتاب اصول کافی کی حدیث جو مولد فاطمہؑ میں امام رضا علیہ السلام کے حوالے سے لکھی گئی ہے کہ فاطمہ علیہ السلام صدیقہ اور شہیدہ ہیں۔ اور یہ کہ بنات الانبیاء کو حیض نہیں آتا، تو میڈیکل سائنس کے اصول کی روشنی میں حیض نہ آنے کی صورت میں فاطمہ علیہ السلام کی اولاد حسن، حسین، زینب کبریٰ، صغریٰ یا اور بھی جو اولاد ان کے بطن سے مشہور ہے، وہ بحکم قرآن " فطرت اللہ التی فطر الناس علیها لا تبدیل لخلق اللہ (30-30)" کے فیصلہ کے مطابق قانون تخلیق یہ ہے کہ اولاد پیدا ہونے کیلئے عورت کو حیض آنا ضروری ہے۔ اب جو حدیث امام رضا کے مطابق فاطمہؑ بنت رسول کو حیض نہیں آتا تھا تو حسن اور حسین کیسے پیدا ہوئے؟ فتح قادسیہ کے وقت بادشاہ یزدجرد خود بھی لاولد تھا تو اس کو فرضی اور جعلی بیٹی شہر بانو دی گئی۔ تو جیسا دولھا ویسی دلہن۔ رچرڈ باؤچر امریکہ کے سیکریٹری خارجہ نے پاکستان کو خواہ مخواہ دھمکی دی تھی کہ اگر تم نے افغانستان کی جنگ میں امریکہ کی فرمانبرداری نہ کی تو ہم تمہیں پتھروں کے دور میں واپس پہنچا دینگے۔ رچرڈ باؤچر کو شاید علم نہیں کہ اس دور میں بھی ہمارے ہاں جو بھی اماموں والا خلاف قرآن علم پڑھایا جاتا ہے وہ پتھروں کے دور کا ہی تو ہے، جسکا عقل کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ جس طرح ہم سارے مسلم لوگ حج پر جانے کے بعد منیٰ اور مزدلفہ کے بیچ میں کچھ ستون بنا کر انہیں سنگسار کرتے ہیں، عقیدہ یہ بنایا گیا ہے کہ یہ شیطان ہیں، جنہیں ہم پتھر مار رہے ہیں، جبکہ قرآن حکیم نے سرکش اور فسادی انسانوں کو شیطان قرار دیا ہوا ہے (2-14) (114:4-6)۔ اگر ہم مسلم لوگوں کو شیطان پر اتنا ہی غصہ ہے تو ہمیں خود کو سنگسار کر لینا چاہیئے اس لئے کہ شیطان ہر انسان کے ساتھ کھال کی طرح چمٹا ہوا ہے (43-36)۔ رچرڈ باؤچر کو یہ بھی معلوم نہیں کہ ہمارے مشہور پانچ امامی فقہوں میں متفقہ مسئلہ ہے کہ وضوء کرنے کے بعد پیٹ سے ریح وغیرہ خارج ہو جائے تو ہم وضوء والے اعضاء منہ ہاتھ پیر کو پلید قرار دیتے ہیں جب کہ ریح خارج کرنے کا گناہ تو مقعد نے کیا اسے

کچھ بھی نہیں کرتے۔ جن اعضاء کا کوئی قصور نہیں ہے انہیں ہی پلید قرار دیکر پھر سے دوبارہ دھوتے ہیں۔ اسے کہتے ہیں ''کرے کوئی بھرے کوئی''۔ اس حوالے سے یہ وضاحت بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ قرآن میں وضوء کے ٹوٹنے کی کوئی بات نہیں بتائی گئی، اس لئے کہ وضوء سے جو مقصد صفائی ہے وہ پیٹ سے ریح خارج ہونے کی وجہ سے ضائع نہیں ہوتا جس کی وجہ سے اعضاء ظاہری کو پھر سے دھویا جائے۔

جناب قارئین! پانی کا اتنا غلط استعمال اور اسراف خاص کر مسجدوں میں، محض اماموں کی ڈکلیئر کردہ فقہی شریعتوں کا شاخسانہ ہے جس کے باعث پوری امت پتھروں کے دور کی طرح تاہنوز بھگت رہی ہے۔ جن اماموں کیلئے قرآن نے ہم مسلم امت سے احتساباً سوال کیا ہے کہ '' ام لهم شركاء شرعوا لهم من الدين مالم ياذن به الله (42-21) قرآن ہم سے سوال کر رہا ہے کہ کیا ان اماموں کو قانون سازی کی اللہ کی طرف سے کوئی پرمٹ ملی ہوئی ہے''۔ ہم مسلم امت والوں نے ان اماموں کو اللہ کے ساتھ شریعت ساز اور شارع بنایا ہوا ہے اور شریک بنایا ہوا ہے۔ بہرحال آئیں تاریخ کے جھروکوں سے دیکھیں جعلی آل رسولؐ کی بنائی ہوئی خلاف قرآن جعلی شریعتیں دیکھیں۔ لیکن پہلے تاریخ کی مزید بوالعجبیاں ملاحظہ فرمائیں۔

تاریخ کی بوالعجبیاں

یہ مثالیں مروج تاریخ کے ساتھ آج کل کے مشاہدوں کے حوالے سے بھی پیش کئے جارہے ہیں۔ والد اور باپ رسولؐ سے زیادہ اس کی ایک بیٹی فاطمہؓ سے عقیدت رکھنا وہ بھی دیگر تین بیٹیوں کو چھوڑ کر، رسول اللہ کی تین بیٹیوں کی اولاد عثمانیوں وغیرہ کو آل رسول کا درجہ نہ دینا اس کی جگہ صرف فاطمہؓ کی اولاد کو آل رسول قرار دینا، محمدؐ رسول اللہ سے بڑھ کر ان کے چچازاد بھائی علیؓ سے عقیدت رکھنا اتنی کہ خود رسولؐ کی اہانت ہوتی ہو۔ وہ اس طرح کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ جبریل کو رسالت کی وحی علی کو پہنچانے کیلئے حکم دیا گیا تھا اور انہوں نے بجائے علیؓ کے محمدؐ کو دے دیا۔ نواسوں حسن، حسین سے

زیادہ محبت اور ناتا سے نفرت کرنا۔ قرآن سے عداوت، وحی لانے والے جبریل سے نفرت اور ان کی جگہ مصحف فاطمہؓ نامی جعلی کتاب سے عقیدت رکھنا جوان کے بقول امام غائب اپنے ساتھ لائینگے اور یہ کہ مصحف علی کا ترتیب نزولی والا قرآن بھی امام غائب لے گئے ہیں۔ علیؓ ابن ابی طالب کو الوہیت کے مقام پر فائز کر کے رسول اللہ کے مرتبہ اور مشن کو نیچا دکھانا۔ پھر حسین کی مرتبت اتنی بڑھانا جس سے علیؓ کے رتبے کو بھی کم کر دیا جائے۔ امامت کی اصطلاح گھڑنا جس سے ختم نبوت پر ضرب کاری لگا دی گئی۔ آگے چل کر امامت کے نصاب تعلیم سے قرآن حکیم کو خارج کر دینا اور اس کی جگہ عجمی اماموں کی خود ساختہ روایات کو منبع دین قرار دینا۔ ہلاکو کے حملے کے بعد جب خلافت عباسیہ توڑی گئی تو ایران نے خلافت اسلامیہ سے نکل کر اسمٰعیل صفوی کو پیشوا بنالیا اور اپنے لئے جو اصول دین وضع کئے وہ یہ ہیں کہ توحید، عدل، نبوت، امامت، آخرت، یعنی ملائکہ اور قرآن کو اجزائے ایمان سے خارج کر دیا۔ (حوالہ کتاب: اندیشہ عجم'' مصنفہ ایم جے آغا خان صفحہ ۱۴، ۱۵)

جناب قارئین! ان بوالعجبیوں کی فہرست بڑی لمبی ہے۔ ہر فرد ملت پر واجب ہے کہ اس طرح کی غیر عقلی تاریخی مغلوطات پر غور کرے اور ایسے اکاذیب گھڑنے والوں کی ذہنیت اور سوچ پر اور ان کے پس منظر پر بھی غور کرے۔ مثال کے طور پر تاریخ الامت کتاب میں علامہ اسلم جیراج پوری نے لکھا ہے کہ جناب عبدالمطلب کی بیویوں میں سے ایک بیوی کا نام فاطمہ تھا جس کے بطن سے اس کا بیٹا ابوطالب (عبد مناف) پیدا ہوا تھا، پھر اسی بیٹے ابوطالب کے بڑے ہونے کے بعد اس کی ایک بیوی بنتی ہے جس کا بھی نام فاطمہ ہوتا ہے، جس کے بطن سے علیؓ پیدا ہوتے ہیں۔ پھر علیؓ جوان ہوتے ہیں تو ان کو جو بیوی ملتی ہے (مبینہ طور پر بنت رسولؐ) ان کا بھی نام فاطمہؓ ہوتا ہے۔ علامہ جیراجپوری نے اپنی کتاب تاریخ الامت کے صفحہ ۲۰۵ پر جناب علیؓ کی نو عدد بیویاں گنوائی ہیں اور لونڈیاں اس کے علاوہ ہیں۔ پھر ان سے جو

اولاد ہوئی ہے اس کی بھی تفصیل لکھی ہے۔ ان کی اولاد میں جن چودہ بیٹیوں کے نام
لکھے ہیں ان میں سے ایک بیٹی کا نام فاطمہ بھی لکھا ہے۔ عجیب بات ہے کہ علیؑ کی دادی
کا نام بھی فاطمہ ماں کا نام بھی فاطمہ بیوی کا نام بھی فاطمہ اور بیٹی کا نام بھی فاطمہ۔
ویسے اس نام کے معنیٰ بھی تو کوئی اچھے نہیں ہیں۔ بلکہ معنیٰ اتنا ناپسندیدہ ہے کہ کوئی
سمجھدار آدمی ایسے نام کو معنیٰ کے حوالہ سے کبھی پسند نہیں کریگا۔ لفظ فاطمہ کے معنیٰ ہیں
ایسی عورت کے جو اپنے بچوں کو دودھ نہ پلائے۔ جناب قارئین! سوچنے کا مقام ہے
کہ کوئی آدمی بیوی کا نام بیٹی پر کیونکر رکھے گا۔ امام بخاری نے کتاب التفسیر کے اندر
سورہ بنی اسرائیل کی شروع والی آیت کے حوالہ سے جو حدیث معراج لکھی ہے اس میں
جو قصہ لایا گیا ہے، کہ جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ سلام علیہ کو اوپر آسمانوں پر لے
جانے سے پہلے دو پیالے پیش کرتے ہیں، ایک دودھ کا ایک شراب کا تو رسولؑ اللہ
دودھ والا پیالہ پسند کرتے ہیں۔ جبرائیل انہیں مبارک باد دیتے ہیں اور دودھ کو دین
فطرت سے تعبیر کرتے ہیں۔ ہم فارسی حدیث ساز اور تاریخ ساز اماموں پر کیونکر اعتماد
کریں، کیا انہوں ایک ہی شخصیت کی دادی، ماں، بیوی اور بیٹی پر ایک ہی دودھ نہ
دینے والا نام موسوم کر کے کوئی نیک نیتی کا کام کیا ہے؟ اس لئے کہ دودھ روکنا اور بند
کرنا اور نہ دینا ہی ایک منفی مفہوم رکھنے والی بات ہے۔ یعنی دودھ کو دین فطرت سے
تعبیر کرنے کے حوالے سے بالخصوص رسولؑ اللہ جیسی شخصیت جن کی تربیت علم وحی نے
فرمائی ہے کہ کوئی قوم کسی قوم کا مذاق نہ اڑائے، ممکن ہے جس کا مذاق اڑایا جارہا ہے وہ
ان سے اچھی ہو۔ اور عورتیں بھی دوسری عورتوں کا مذاق نہ اڑائیں ممکن ہے کہ جن کا
مذاق اڑایا جارہا ہے وہ ان سے اچھی ہوں۔ کسی کو برے معیوب القاب نہ دیا کرو
بالخصوص ایمان لانے کے بعد تو برے ناموں کے رکھنے سے بھی پرے رہو یہ بڑا ظلم
ہوگا اگر تم نے ایسے نام رکھنے سے توبہ نہ کیا (11-59)۔ اب غور کیا جائے کہ رسولؑ
اللہ جیسی شخصیت کیوں کر ناموں کے انتخاب کے معاملے میں قرآنی ہدایت پر معنوی

لحاظ سے غور نہیں کرتے ہونگے، وہ بھی اپنی بیٹی کیلئے!! جس کیلئے کتاب اصول کافی
والے نے اپنے کتاب الحجت میں مولد امام حسین علیہ السلام میں حدیث نمبر چار لایا
ہے، بروایت امام جعفر کہ امام حسین اپنی والدہ کا دودھ نہیں پی سکے نہ ہی کسی اور عورت
سے پیا، بلکہ انہوں نے اپنے نانا یعنی رسولؑ اللہ کا انگوٹھا دوسرے تیسرے دن سے پیا
جس سے وہ بڑے ہوئے۔

جناب قارئین! مسلم امت میں اس طرح کے علم حدیث اور علم تاریخ سے کیا یہ
ثابت نہیں ہورہا ہے کہ ان روایات سازوں نے ہمارے میراث علمی میں جعلی
شخصیتیں، ان کے جعلی ناموں والے تعارف اور ان کے جعلی مشاجرات خلاف
قرآن، اپنی روایات اور تاریخ کے ذریعے بھر دئے ہیں۔ یہ تو اللہ نے بہت اچھا
کیا کہ اس نے ہمیں دی ہوئی الکتاب قرآن حکیم کی حفاظت کی ذمہ داری خود لے
لی۔ اس کتاب قرآن کے اندر ہمارے رسول کا نام بھی ہمیں بتایا کہ محمد نامی احمد نامی
رسول کو میں ختم نبوت کا تاج پہنا کر انسانوں کی ہدایت کیلئے بھیج رہا ہوں
(33-40)۔ اگر اللہ پاک یہ انتظام خود اپنی طرف سے نہ فرماتے تو انسان ایسا
خطرناک حیوان ہے کہ وہ اپنی فراڈی علوم سے جھوٹی روایات اور تاریخ سازی سے
ہمیں اپنے رسول کے نام سے بھی بیگانہ کردیتا۔ اس لئے میں پوری امت مسلمہ کی
خدمت میں عرض گذار ہوں کہ آپ لوگ روایات اور تاریخ کے مخمصات میں نہ
پڑیں، یہ سب جعلی ہیں۔ کوئی بھی شخص یا گروہ اتنا معتبر یا پھنے خان نہیں ہے کہ وہ ماضی
کی تاریخ کے فیصلے کرنے بیٹھ جائے۔ من گھڑت مناقب نامی حدیثوں کے ذریعے
فضیلتوں کے نمبر بانٹنے بیٹھ جائے کہ فلاں کا پہلا نمبر فلاں کا دوسرا تیسرا چوتھا پانچواں
چھٹا نمبر۔ ہم انسانوں سے میدان قیامت میں صرف قرآن حکیم کے احکامات کے
حوالوں سے سوالات کئے جائینگے کہ ان کی روشنی میں آپ نے کیا کیا اور کس طرح
زندگی گذاری۔ کیا اعمال کئے۔ تم لوگ دنیا والوں کیلئے یا اللہ کیلئے، کوئی جج، قاضی یا

مجسٹریٹ نہیں ہو کہ تم سے ماضی کے نا کردہ جعلی مشاجرات اور جعلی شخصیتوں کے فیصلے کرائے جائیں۔ تم تو صرف اپنی کارگذاریوں کو درست کرو اور سوچو کہ تمہارے ساتھ تمہارے اعمال کے حوالوں سے کیا کیا جانیوالا ہے؟ ماضی کے لوگ "تلک امة قد خلت لها ما کسبت ولکم کا کسبتم ولاتسئلون عما کانوا یعملون (2-141) گذرے ہوئے لوگ اور نسل گذر گئے، ان کے کھاتے میں ان کا کیا دھرا ہوگا، اور تمہارے کھاتے میں تمہارے کئے ہوئے کرتوت ہونگے، تم سے گذرے زمانوں کے لوگوں کے بارے میں کچھ بھی پوچھا نہیں جائے گا"۔ اگر علم کی دنیا میں، روایات کی دنیا میں، تاریخ کی بارگاہ میں آئیں گے تو وہاں صاف صاف نظر آئیگا کہ اہل فارس کی یزدجرد شاہی کی دانشور ٹیم نے مسلم امت سے جنگ قادسیہ میں اپنی شکست کا بدلے میں امت کو ملے ہوئے قرآن کو ان سے چھیننے اور رسول اللہ کی ختم نبوت کو توڑنے کیلئے جناب علیؓ کو بہ لحاظ قریبی رشتے کے امامت اور وصیت، ورثے میں دلائی ہے۔ جبکہ اس کارگذاری کا تعلق قرآنی اطلاعات کے لحاظ سے صفر کے برابر بھی نہیں ہے۔ وہ اس طرح کہ لفظ امام کے معنیٰ تو قائد، پیشوا، رہبر اور رہنما کے ہیں۔ لفظ امام کے یہی معنیٰ قرآن حکیم میں سمجھائے اور بتائے گئے ہیں اور اللہ نے اپنی کتاب قرآن کو بھی امام قرار دیا ہے۔ یعنی امام کے معنیٰ کتاب اللہ کے ہیں۔ اس کے علاوہ جناب ابراہیم علیہ السلام کو بھی امام کے لقب سے ملقب کیا گیا ہے، لیکن اللہ پاک نے احتیاطاً جناب رسول اللہ علیہ السلام کو امام ہونے کے باوجود سارے قرآن میں امام کے لقب کے ساتھ ملقب نہیں کیا، کیونکہ اللہ پاک جانتے تھے کہ اس عہدے اور منصب کو بھی لوگ میراث کے طور پر ہائی جیک کرکے، اچک کر ختم نبوت کو توڑ دینگے۔ اسی لئے جناب محمدؐ رسول اللہ کے امام ہونے کے باوجود قرآن نے ان کی امامت کا ذکر نہیں فرمایا۔ اسی طرح وصی کے لقب کا ذکر اللہ عزوجل نے جناب ابراہیم علیہ السلام اور جناب نوح علیہ السلام کے اسماء مبارک کے ساتھ تو لایا اور یقیناً

معنوی لحاظ ان ہی کی طرح جناب محمد الرسول اللہ علیہ السلام بھی وصی ہیں، لیکن اللہ نے احتیاطاً رسول اللہ کے نام کے ساتھ وصی کا منصب بھی نہیں لگایا۔ اس لئے کہ اللہ جانتے تھے کہ آنے والے اسلام دشمن لوگ اس منصب میں بھی ورثہ کا چکر چلا کر ختم نبوت کو توڑنے کے حیلے تراشیں گے، کہ نبوت والا فرشتہ امام اور وصی کے پاس آتا رہا ہے اور یہ کہ امام اور وصی صرف اسے دیکھ نہیں سکتا البتہ اس کا کلام سنتا ہے۔ بحوالہ الشافی ترجمہ اصول کافی حصہ دوم باب سوم صفحہ ۲۲ (ظفر شمیم پبلیکیشنز ٹرسٹ ناظم آباد نمبر دو کراچی)

جناب قارئین! اب جو اللہ پاک نے سارے احتیاط کئے اور قرآن میں رسول اللہ کے نام اور عہدے کے ساتھ امام اور وصی ہونے کا منصب ذکر نہیں فرمایا اس کے باوجود فارس کے شکست خوردہ روایت ساز امامی تحریک نے جناب علیؓ کو رسول اللہ کے ساتھ رشتے میں قریب ہونے کی بنیاد پر امامت، وصیت اور خلافت کا وارث مشہور کیا ہوا ہے، جب کہ خود علیؓ اپنے پیشرو خلفاء کی اطاعت میں رہے ہیں، ان کے ساتھ معاونت کی ہے، ان کا یہ تعاون اور اتباع ثابت کرتا ہے کہ اتنا عرصہ وہ خود کو امام تصور نہیں کرتے تھے ورنہ جو شخص امام ہوتا ہے وہ تو خود قائد اور منصب خلافت پر فائز ہوتا ہے۔ اگر کوئی بضد ہو کہ علیؓ وفات رسولؐ کے وقت سے اس کے وصی اور قائم مقام امامت کے مرتبہ پر فائز ہیں بوجہ قرابت کے، تو پھر تین خلفاء کے عرصہ میں علیؓ کا اس بات کا اعلان نہ کرنا اور تینوں پیش رووں سے موافقت میں رہنا، انہیں ملی ہوئی میراث امامت اور وصی کے منصب کو ختم کر دیتا ہے۔ یعنی رسول اللہ کو تو اپنا ورثہ ایسے آدمی کو دینا چاہیئے تھا جو ہر قیمت پر برسر میدان، علی الاعلان، ڈنکے کی چوٹ پر اپنے وارث ہونے کا اعلان کرتا کہ مجھے رسول اللہ نے اپنا وصی بنایا ہے، میں تمہارا امام ہوں، لیکن بجائے اس کے علیؓ نے تو دوسروں کی امامت کا اتباع کیا۔ کوئی اگر یہ فرمائے کہ ان کے جملہ ائمہ کو بشمول علیؓ کے باطنی امامت اور وصی کا منصب دیا ہوا تھا

تو یہ بات قرآن حکیم میں تو نہیں ہے کہ انسانوں کی امامت ڈھکے چھپے رازدارانہ اور باطنی طور پر کرنی ہے، لحاف اوڑھ کر۔

باطنیت کے نظریہ کو قرآن رد کرتا ہے

جناب قارئین! دین اسلام کی بنیادوں میں جو دراڑیں ڈالی گئی ہیں وہ باطنیت اور تقیہ کے نام کے ہنر سے ڈالی گئی ہیں۔ اس لئے آئیں اور قرآن سے معلوم کریں، اللہ سے معلوم کریں، اللہ سے سوال کریں کہ اسے تقیہ کے غلافوں میں لپٹا ہوا نظروں میں نہ آنیوالا، اوجھلا ور چھپایا ہوا باطنی دین پسند ہے، یا بر سر بام چیلنج کرنے والا اعلانیہ، کھلا ہوا اور واضح دین پسند ہے؟ تو جواب میں اللہ نے فرمایا کہ "هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ و دین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون (9-33)(61-9) هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ و دین الحق لیظهره علی الدین کله و کفیٰ بالله شهیداً (48-28) یعنی اللہ وہ ذات ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے، تا کہ غالب بنائے اپنے دین کو دنیا کے جملہ باطل ادیان پر (ڈنکے کی چوٹ سے) خواہ ناپسند بھی کرتے ہوں اسے انقلاب دشمن مشرک لوگ (اس اعلان حق کو)"۔ جناب قارئین! یہ آیات آپ نے دیکھا کہ اللہ عزوجل نے تین بار تکرار سے قرآن پاک میں فرمایا ہے، جس کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ "لیهلک من هلک عن بینة ویحییٰ من حیّ عن بینة وان الله لسمیع علیم (8-42) یعنی جینا بھی دلائل سے تو مرنا بھی کھلے دلائل سے ہے۔ حیاتی اور بقا بھی کھلے دلائل سے تو موت اور ہلاکت بھی کھلے دلائل سے ہو"۔ کاہے کا تقیہ اور کاہے کی باطنیت، گیدڑ کی سو سال کی زندگی سے شیر کی ایک دن کی زندگی بہتر ہے وہ اس لئے کہ شیر کے انداز حیات میں تقیہ اور باطنیت نہیں ہوتی۔ علیؓ چھبیس ستائیس سال اپنے پیشرو خلفا کی امامت کو تسلیم کرتے رہتے ہیں اس کے بعد دشمنان اسلام یعنی قاتلین عثمانؓ کے سہارے سے

خلیفہ اور امام بنتے ہیں، یہی لوگ علیؓ کو مدینۃ الرسولؐ سے الوداع کرا کے عراق لے جاتے ہیں اور وہاں اسے روحانی اور قلبی اذیتیں دے دے کر بالآخر قتل کر دیتے ہیں۔ آپکی ہی لکھی ہوئی تاریخ بتاتی ہے کہ علیؓ جب خلافت اور امامت ظاہری کے عہدے پر فائز ہوتے ہیں تو ان کے بڑے بھائی عقیل ابن ابی طالب اپنے چھوٹے بھائی کی امامت کو تسلیم نہیں کرتے، وہ معاویہؓ ابن ابی سفیانؓ کی امامت کا ساتھ دیتے ہیں۔ شہادت علیؓ کے بعد ان کے صاحبزادے حسن بن علیؓ اور حسین بن علیؓ نے بھی جناب معاویہ کی بیعت کی اور اس کی قیادت و امامت اور خلافت کا ساتھ دیتے رہے ۔ جو اثنا عشری لوگ امامت باطنی کا چکر چلائے ہوئے ہیں، انہوں نے ہی یقین سے تاریخ میں لکھا ہوا ہے کہ محمد بن حنفیہ علوی یعنی غیر فاطمی اولاد علیؓ نے بھی اپنے بھائی حسن حسین کی امامت کو تسلیم نہیں کیا۔ شیعت کا سپیئر فرقہ تو پہلے پہل انہوں نے ڈکلیئر کیا تھا۔ آپ دیکھیں گے کہ ائمہ اربعہ اہلسنت جنہیں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنی کتاب "تحفہ اثنا عشری" میں مخلصین شیعہ میں سے شمار کیا ہے اس لئے امام ابو حنیفہ کے زیدی شیعہ ہونے کی وجہ سے اسے اور سفیان ثوری کو امام باقر ابن امام زین العابدین نے خبیث کہا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں کتاب الشافی ترجمہ اصول کافی حصہ دوم پانچواں باب صفحہ ۱۰۴ ظفر شمیم پبلی کیشنز ناظم آباد کراچی۔ امام زین العابدین ابن امام حسین نے خلافت کی بیعت یزید سے کی ہوئی تھی اور ان سے سالانہ وظیفہ ۱۴ لاکھ درہم وصول کرتے وقت اسے دعائیں دیا کرتے تھے۔ یہ بات ایم جے آغا خان نے اپنی کتاب اندیشہ عجم میں ص ۲۳ پر المعارف کے حوالے سے لکھی ہے۔

جناب قارئین! یہ تاریخی تضادات اور عجوبات لکھنے والے کوئی اناڑی اور پاگل لوگ نہیں تھے یہ جملہ لن ترانیاں انہوں نے جان بوجھ کر صرف اس لئے لکھی ہیں کہ کوئی اسکالر، شہر بانو بنت یزدجرد اور حسین ابن علیؓ کی شادی پر توجہ نہ دے۔ اور ان کے پس

منظر میں آل رسولؐ نامی فارسی شخصیتوں کے ناموں کو کہیں عربوں کی تاریخ میں آلٹریشن اور پیوند کاری کا ہنر نہ بھانپ لیاور ریسرچ سے قرآن کے اعلان (33-40) کی کہیں تصدیق نہ ہوجائے۔ اس آل نامی اسٹرکچر کے ذریعے اہل فارس کی روایت ساز امام مافیا کو رسولؐ اللہ کی آل میں حصہ داری کے طور اپنا شیئر کلیم کرنا ہے، جس کے ذریعہ علم وحی کو موروثی قرار دیکر پھر عربوں سے، اسلام سے، شکست قادسیہ کا بدلہ لینے کیلئے آل کے امام غائب والے فارسی نائب امام کی من مانیوں سے نبوت کی تحریک اور مشن کو الٹادیں۔ جس نائب امام کے اختیارات کو سننے میں آیا ہے کہ آج کل ایران کی پارلیامنٹ نے چیلنج کیا ہوا ہے۔

جناب قارئین! میں نے جو تاریخ کے حوالوں سے عرض کیا ہے کہ گیارہ سالہ یزدجرد بادشاہ کی (یوٹوپیائی) بیٹی شہربانو کو جنگ قادسیہ میں قیدی دکھا کر عمرؓ کے دربار میں لاکر اسے حسین ابن علیؓ سے شادی کرانے کا قصہ آپ کتاب اصول کافی میں ملاحظہ فرمائیں۔ شہربانو کو جب عمرؓ فاروق کی مجلس میں علیؓ کے مشورہ سے اختیار دیا گیا کہ اس مجلس میں موجود آپ جس کسی کو پسند کرینگی، آپ کو اس کے حوالے کردیا جائے گا۔ پھر اس نے اٹھ کر حاضرین میں سے امام حسین کے سر پر ہاتھ رکھا اس پر جناب علیؓ نے امام حسین سے فرمایا کہ اے ابوعبداللہ (یعنی وہ شادی سے پہلے ابا تھے) تمہارا ایک بیٹا اس کے بطن سے پیدا ہوگا جو اہل زمین میں سب سے بہتر ہوگا۔ چناچہ علی ابن الحسین پیدا ہوئے۔ پس وہ بہترین عرب ہاشمی ہونے کی وجہ سے اور بہترین عجم بھی تھے (ایرانی ماں کے بطن سے) ہونے کی وجہ سے (اصول کافی والے نے اس حدیث میں امام علیؓ ابن حسین کی منقبت میں ابوالاسد کا ایک شعر بھی لکھا ہے کہ" وان غلاما بین کسریٰ وھاشم۔ لاکرم من نیطت علیہ التمائم" یعنی یہ ایسا لڑکا ہے جو نجیب الطرفین ہے جس کا ننھیال فارسی شاہ کسریٰ ہے تو ددھیال عرب ہاشمی ہے، جن چھوٹے بچوں کے گلے میں تعویذ لٹکایا جاتا ہے یہ بچہ ان سب میں سے بہتر ہے (الشافی ترجمہ اصول کافی

حصہ سوئم باب ۱۱۵ حدیث نمبر۱)۔ دیکھا آپ نے جناب قارئین! کہ آل رسولؐ میں نواسگان رسول کا نانا شاہ کسریٰ یزدجرد بادشاہ فارس بنتا ہے اور دادا اور ابا علیؓ بن ابی طالب بنتا ہے جن کا پہلا مزار اس وقت کے فارس اور آج کے افغانستان کے شہر مزار شریف میں ہے۔

موجودہ مروج علم الروایات بنام "علم حدیث الرسولؐ" پر اگر کوئی ریسرچ کرے

قرآن حکیم میں اللہ عزوجل نے رسولؐ اللہ کی جماعت کو یاایھا الذین آمنو کہہ کر پکارا ہے۔ رسولؐ اللہ کی رسالت تمام انسانیت کیلئے ہے، فرمان ہے کہ" قل ایا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا (7-158)"۔ پس جن لوگوں نے ایمان لایا وہ لسان وحی کے مطابق مؤمن کہلائے اور جنہوں نے ایمان لانے سے انکار کیا وہ کافر کہلائے، منافقوں کا شمار بھی کافروں میں سے ہے۔ رسول اللہ علیہ السلام نے اپنے پارٹی ورکروں اور ایمان لانے والے ساتھیوں کی تربیت مکمل طور پر قرآنی ہدایات کے مطابق کی۔ اس لئے علم الروایات اور اس سے بنائے ہوئے علم التاریخ میں رسولؐ اللہ کے ساتھیوں کو جو بنوفلاں بنوفلاں میں تقسیم کرکے ان کی آپس کی لڑائیوں کا جوذکر کیا گیا ہے، وہ تمام تر غلط ہے۔ علم حدیث اور علم التاریخ میں جو بھی مشاجرات صحابہ کی روایات بیان کی گئی ہیں قرآن حکیم نے ان جملہ اکاذیب و زٹلیات کو ایک ہی ٹھوکر سے رد کردیا ہے کہ محمدؐ الرسول اللہ کے ساتھی "رحماء بینھم (48-29) آپس میں رحیم وکریم ہیں شیر وشکر ہیں"۔ تو قرآن حکیم کی اس شہادت کی وجہ سے کتب احادیث میں وفات رسولؐ کے بعد جانشینی اور خلیفہ کے تقرر کے حوالے سے جتنے بھی جھگڑے اور اختلاف دکھائے گئے ہیں، لکھے گئے ہیں وہ سب کے سب حرف غلط ہیں۔ اہل فارس کی شکست خوردہ اساورہ شاہی

نے پھر سے جو دنیا میں جاگیرداریت کے بدبودار لاش کو زندہ کرنے کیلئے اپنے بکاؤ مال دانشوروں کو امامت کے لقب سے امت مسلمہ کے صفوں میں داخل کر کے ان کے ذریعے قرآن حکیم کے انقلابی احکامات کو منسوخ بتانے اور متروک العمل کرنے کی روایات رسولؐ اللہ کے نام سے گھڑیں اور ان کے حوالوں سے اسی طرح کی جھوٹی تاریخ بھی ایجاد کی۔

جناب قارئین! میں ضروری سمجھتا ہوں کہ علم الروایات اور ان سے بنائی جانے والی تاریخ کے جھوٹ بھی بطور مثال آپ کی خدمت میں پیش کرتا چلوں۔ حدیثیں بنائی گئی ہیں کہ رسولؐ اللہ کی وفات کے ساتھ ہی امت مسلمہ کے کئی سارے لوگ مرتد ہو گئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہم رسول کی وجہ سے کچھ دنوں کیلئے اسلام میں شامل ہوئے تھے اب جب وہ وفات پا گئے ہیں تو ہم بھی اس تحریک سے علیحدہ ہو رہے ہیں۔

جناب قارئین! آگے یہ بھی حدیثیں آپ نے پڑھی اور سنی ہوں گی کہ اکیلے علیؓ رسول اللہ کی تجہیز و تکفین میں مصروف رہے اور جو اصحاب رسولؐ مرتد ہونے سے رہ گئے تھے وہ اقتدار حاصل کرنے کی لالچ میں آپس میں جھگڑوں میں پڑ گئے۔ یہ سب باتیں کتاب بخاری کے اندر موجود ہیں۔ امامی باقیات نے انہی روایات سے بطور دلیل یہ تاریخ ایجاد کی ہے کہ وفات رسولؐ کے وقت جو لوگ اسلام سے علیحدہ ہوئے تھے ان کا ارتداد، خلافت کی جانشینی کیلئے صدیق اکبرؓ کے تقرر اور انتخاب کی وجہ سے تھا۔ وہ لوگ شیعان علیؓ تھے اور علیؓ کو رسولؐ کی رشتہ داری اور قرابت کی وجہ سے خلافت کا حقدار مانتے تھے۔

جناب قارئین! اگر آپ تھوڑا سا بھی غور کرینگے تو آپ کو یہ روایات بھی سراسر جھوٹی نظر آئیں گی کہ رسولؐ اللہ کے کفن دفن کا انتظام علیؓ نے کیا تھا، کیوں کہ ان ہی روایات سازوں نے یہ بھی روایت بنائی ہے کہ رسولؐ اللہ کی وفات ام المومنین عائشہ کے گھر میں ہوئی تھی۔ اور یہ بھی روایت گھڑی ہے کہ علیؓ کو اپنی ماں عائشہؓ سے نفرت اور بیر تھا

اس ماں سے جسے سب مومنوں کو اللہ نے بنا کر دیا تھا (33-6)۔ اس قدر بیر کہ کئی جگہوں پر بیٹے نے اللہ کی عطا کی ہوئی ماں کا نام لینا بھی گوارا نہیں کیا، صرف اشاروں کنایوں سے اس ماں کا ذکر کیا ہے۔ پڑھ کر دیکھیں خطبات نہج البلاغہ اور بخاری۔ ایسی صورتحال میں کہ رسولؐ اللہ کی وفات عائشہؓ کے گھر ہوئی ہے اور دفن بھی اسی گھر میں ہوئے ہیں تو علی کس طرح اس گھر میں آسکتے تھے۔ ساتھ یہ روایتیں گھڑنا کہ اصحاب رسولؐ کرسی اقتدار کی خاطر آپس میں لڑتے رہے اور رسولؐ اللہ کی نعش مبارک تین دن ایسے ہی بے یار و مددگار پڑی رہی۔ اہل تصوف کے امام اور دشمن اصحاب رسولؐ، علامہ رومی نے بھی انہی روایات کا فائدہ لیتے ہوئے کہا کہ "چوں صحابہ حب دنیا داشتند پیغمبر خود را بے گور و کفن اند اختند"، یعنی اصحاب رسولؐ دنیاوی اقتدار کی چاہت میں ایسے الجھ گئے کہ ان کے رسول کی نعش مبارک بے قبر اور بے کفن پڑی رہی۔ جناب قارئین! ان رویات سازوں نے اور تاریخ سازوں نے یہ لکھا ہے کہ چونکہ علیؓ رسولؐ اللہ کے دفن کفن میں مصروف تھے اس لئے وہ خلافت کے حصول کی معرکہ آرائی میں شریک ہی نہ ہو سکے اور خلافت علیؓ کی غیر حاضری میں صدیق اکبرؓ کو دے دی گئی۔ جناب قارئین! آپ نے غور فرمایا کہ روایت بازوں نے کم سے کم تین دن رسولؐ اللہ کی نعش مبارک کو بغیر دفن و کفن کے دکھایا ہے اور اکیلے علیؓ کو دفن و کفن میں مصروف دکھایا ہے، جب کہ دفن و کفن کیلئے زیادہ میں زیادہ وقت دو تین گھنٹے درکار ہوتے ہیں۔ ان روایتوں کے روشنی میں اس دفن و کفن کے مقام یعنی بیت عائشہؓ میں علیؓ کے داخل ہونے کی مجال ہی نہیں تھی۔ یہ حقیقت تو روز روشن کی طرح مسلّم ہے کہ ایک جھوٹ کو چھپانے کیلئے کئی اور جھوٹ بنانے پڑتے ہیں۔ امامی مارکہ شیعوں نے تو ایک ہی بات کر دی کہ خلافت کی جانشینی کے جھگڑوں کی وجہ سے نعش مبارک کے دفن و کفن میں اتنی دیر لگ گئی، جیسا کہ آپ نے رومی صاحب کو پڑھا۔ لیکن سنی مارکہ شیعوں نے یہ مشہور کیا کہ انبیاء جہاں وفات پاتے ہیں وہیں دفن

کئے جاتے ہیں اور رسول اللہ نے بیت عائشہؓ میں وفات پائی تھی۔ کمرہ چھوٹا تھا اور ہر ایک شخص رسول اللہ کی نماز جنازہ پڑھنا چاہتا تھا، اس لئے پانچ چھ کے وفد کے حساب سے لوگ نماز پڑھنے کیلئے سما سکتے تھے۔ چنانچہ اس میں تین دن لگ گئے۔ جناب قارئین! میں نہایت ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ کی توجہ مذہبی اصطلاح اور رواج میں جاری کردہ ''نماز جنازہ'' کی طرف مبذول کراؤں، وہ اس لئے کہ لفظ جنازہ غیر قرآنی عربی ہے اور جنازہ لفظ کے معنیٰ المنجد نے جو کی ہیں ان میں سے ایک ہے جنز بمعنیٰ تابوت کے مرکز میں میت رکھنا۔ جناب قارئین! قرآن میں دو بار تابوت کا ذکر ہوا جو کہ بمعنیٰ صندوق کے ہے اور دونوں بار اس میں کسی میت کے رکھنے کا ذکر نہیں ہے۔ ایک بار آل موسیٰ اور آل ھارون کی بچی علمی اور سیاسی میراث یعنی اس سکینہ سے حاصل شدہ مؤمنانہ اوصاف مردانگی اور وطنی جغرافیہ کا ذکر ہے، جسے قرآن حکیم نے فیہ سکینہ سے تعبیر فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ قرآن حکیم میں لفظ سکینہ بمعنی سکون چھ بار استعمال ہوا ہے جن میں سے پانچ بار سکینہ کا ذکر ''فانزل اللہ علی رسولہ وعلی المومنین'' کے طریق پر نازل فرمایا ہے۔ جس کے سکون والے معنی کا موجب رسولؐ اور مؤمنوں کو ملی ہوئی کتاب ہدایت ہی ثابت ہوتا ہے نہ کہ کچھ اور۔ اس کے علاوہ دوسری بار لفظ تابوت کا ذکر ام موسیٰ سے خطاب کے وقت ہوا ہے کہ اپنے نومولود بچہ موسیٰ کو تابوت میں ڈال کر دریا کے حوالے کردو۔ مطلب یہ کہ تابوت اپنی ساخت میں مُردوں کیلئے مخصوص نہیں ہے، یہ اور بات ہے کہ لوگ اسے مُردوں کو ڈالنے کیلئے غیر وضعی طور پر استعمال کریں۔ المنجد نے تابوت کے ساتھ ساتھ الجنازہ کے ایک معنیٰ مجلس ماتم کے بھی لکھے ہیں، اور شراب کا مشکیزہ بھی لکھا ہے۔ یہ سب معانی ثابت کرتے ہیں کہ یہ لفظ اور اس کی معنوی رسومات رسول اللہ کے زمانہ والی عربی زبان اور کلچر سے کوئی تعلق نہیں رکھتیں، اس لئے جس طرح اہل فارس کی زبان میں قرآنی اصطلاح ''اقیموا الصلوۃ'' بمعنیٰ ''استحکام نظام حکومت'' کو بدل کر، اسے مسخ کر کے نماز بنادیا گیا ہے جو کہ آتش پرست

لوگ آگ کے سامنے پوجا کے طور پر پڑھتے ہیں، اسی طرح انہوں نے قرآن حکیم میں اصل عربی میں میت کو دفن کرنے کیلئے جو لفظ قرآن میں ہے'' ثم اماته فاقبره (80-21) یعنی اسے موت دی پھر اسے قبر میں دفن کیا''، اسے بدل کر اور متروک الاستعمال کر کے اپنی فارسی لغت کا لفظ جنازہ دیکر اسے عربی بنادیا ہے۔ پھر اس لفظ جنازہ کے مفہوم کو مستقل رسم بنانے کیلئے اسکے ساتھ اپنی پوجا والی نماز کے ادھورے عمل کو بھی نتھی کر کے ہر مرنے والے کیلئے نماز جنازہ کی مروج رسم کو قرآن کی سکھائی ہوئی اموات کیلئے دعا سے لوگوں کی مسلم امت والوں کی توجہ ہٹادی۔

جناب قارئین! آپ فوت ہوجانے والے لوگوں کیلئے قرآن کی سکھائی ہوئی دعا پر بھی غور کریں اور اہل فارس کی بذریعہ علم حدیث ایجاد کردہ نماز جنازہ کی دعاؤں کا قرآن کی دعا سے موازنہ کریں پھر فیصلہ کریں کہ ان لوگوں نے کس طرح امت مسلمہ کو قرآن سے دور کرنے کیلئے حیلے کئے ہیں۔ قرآن نے سکھایا ہے آپ فوت ہوجانے والوں کیلئے کہیں کہ '' ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنو ربنا انک رؤف رحیم ہ (59-10) یعنی اے ہمارے رب ہمیں اپنی حفاظت میں رکھ اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں ایمان کے ساتھ (یعنی جن کا خاتمہ ایمان کے ساتھ ہوچکا ہے) اور ہماری دلوں میں کوئی کھوٹ نہ آنے دے ان لوگوں کیلئے جو ایمان لاچکے ہیں اے ہمارے رب تحقیق تو ہی مہربان اور رحم کرنے والا ہے''

جناب قارئین! قرآن حکیم کی اس جامع دعا کے مقابلہ میں حدیث ساز وفقہ ساز اماموں نے جو نماز جنازہ کے نام سے دعا بنائی ہے اسے بھی ملاحظہ فرمائیں، ''اے ہمارے اللہ مغفرت فرما ہمارے ہر زندہ شخص کیلئے اور ہر مرجانے والے کیلئے اور ہر حاضر اور موجود آدمی کیلئے اور غیر حاضر غائب کیلئے، اور مغفرت فرما ہر صغیر و نابالغ کیلئے اور ہر بالغ اور بڑے کیلئے اور ہر مذکر اور ہر مؤنث کیلئے اے اللہ جسے بھی آپ

ہم میں سے حیاتی بخشیں اسے اسلام پر ہی زندہ رکھیں اور جسے بھی ہم میں سے وفات دیں تو اسے بھی ایمان اور اسلام پر وفات دیں۔''

جناب قارئین! غور فرمائیں کہ علم حدیث کی دعا ''اللھم اغفر لحیینا ومیتنا شاھدنا و غائبنا صغیرنا وکبیرنا ذکرنا وانثانا'' کے الفاظ کا قرآن کی دعا ''ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان'' کے ساتھ کتنا ٹکراؤ ہے کہ قرآن تو مغفرت کیلئے ایمان کو لازمی شرط قرار دیتا ہے اور حدیثی دعا بغیر ایمان کے سب چھوٹے بڑے حاضر وغیر حاضر کی کی مغفرت کی ذمہ داری اللہ پر ڈالتی ہے۔ قرآنی دعا میں وہ لوازمات نہیں ہیں جو حدیثوں والی نماز جنازہ کیلئے مقرر کئے گئے ہیں جن کے اندر جماعت کی شکل میں صفیں باندھنا اور ایک قرآن سے ناواقف ملا کے پیچھے یہ غیر قرآنی بلکہ خلاف قرآن دعائیں پڑھنا لازم قرار دیا گیا ہے۔ جبکہ قرآن کی دعا جو میت کیلئے سکھائی گئی ہے اس میں ملا کی محتاجی کا ذکر نہیں ہے ہر شخص ہر جگہ ہر وقت اکیلے ہی پڑھ سکتا ہے۔ میں اپنے مضمون کے موضوع سے تو کافی دور نکل آیا ہوں لیکن یہ اس لئے کہ قارئین کو سوچنے میں مدد ملے کہ جس طرح قرآن نے صرف فوت ہو جانے والے لوگوں کیلئے نیک جذبات والی دعاء مغفرت سکھائی اسے کس طرح اسلام کو مشکل بنانے والے حدیث ساز اور فقہ ساز امامی گروہ نے ایک مستقل اور مقید رسم بنا کر امت والوں کو ملاؤں کا محتاج بنانے کی خاطر اللہ اور بندے کے بیچ میں ملا کو ٹرانسمیشن اسٹیشن بنادیا، جس سے اللہ اور بندے کا آپس میں راز و نیاز متاثر ہو جائے جس کی تعلیم قرآن نے سکھائی ہے۔ ان دو کے بیچ میں کسی تیسرے ایجنٹ دلال پیر و ملا کی کوئی گنجائش نہیں ہے (7-205)۔

میاں عاشق و معشوق رمزاست

کراما کاتبیں راہم خبر نیست

قرآن نے سکھایا کہ ''واذکر ربک فی نفسک تضرعا و خیفتا دون الجھر من القول (205-7) یعنی مذاکرہ کر، یاد کر اپنے رب کے ساتھ اپنے نفس کے اندر دل کے اندر اس طرح کہ وہ مخفی اور رازدارانہ طریق پر ہو جو کسی قریب والے کو بھی سننے میں نہ آئے کہ یہ اپنے رب کے ساتھ مناجات کر رہا ہے''۔ دیکھیں کہ قرآن نے اللہ کے ساتھ راز و نیاز کی تعلیم کو کس قدر مخفی رکھا ہے جسے روایت ساز امام مافیا نے ایک طرف نمائشی چیز بنادیا ہے دوسری طرف نماز اور دعا میں ملا اور پیر کو بیچ میں لاکر گویا اللہ اور بندے کے بیچ میں کمیشن ایجنٹ بٹھادیا ہے، جبکہ پورے قرآن میں کسی ایک بھی مقام پر یہ نہیں کہا گیا ہے کہ کسی بھی ایک شخص کو آگے امام کے طور پر کھڑا کر کے اس کے پیچھے صفیں بنا کر دعا یا نماز پڑھیں۔ تو جناب محترم قارئین! اب فیصلہ آپ کریں کہ جو چیزیں اللہ نے دی ہی نہیں، قرآن نے لکھی ہی نہیں ان کو ان روایت ساز فقہ ساز تاریخ ساز لوگوں نے کس طرح امت کے فرائض میں سے تسلیم کروالیا ہے کہ آج ان خلاف قرآن اعمال کو مسلمات کا درجہ ملا ہوا ہے، جن کی وجہ سے امت کی تاریخ، امت کے ارکان دین، زکوٰۃ، صلوٰۃ، حج، عمرہ، مسجد، رکوع، سجدہ، ذکر سب کے مفاہیم اور چہرے بگڑے ہوئے ہیں۔ میں نے اس مضمون میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ امت مسلمہ کی تاریخ بنانے اور لکھنے والوں نے ملت اسلامیہ کے سرخیلوں، رسولؐ اللہ اور ان کے جانشینوں کو تاریخ میں متعارف کرا کر انہیں مستقل طور پر آپس میں لڑتا بھڑتا ہوا دکھایا ہے یہ پوری تاریخ اپنے جملہ تفصیل کے ساتھ غلط ہے۔ ان روایت ساز و تاریخ ساز دشمنان اسلام نے امت مسلمہ کے خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبرؓ کا اصلی نام ''عبداللہ'' متروک الاستعمال کر کے نسیا منسیا کروادیا اور ایک جعلی تبرا کے مفہوم کا حامل نام ''ابوبکر'' تاریخ میں مشہور کرادیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ دیگر اصحاب کرام کی فہرست میں کئی جعلی نام اور ان کی طرف منسوب جعلی قصے اور واقعات حدیثوں اور تاریخ کے نام سے امت کی میراث علمی میں شامل کردئے

ہیں۔ ملت اسلامیہ کی اساس قرآن کو چھوڑ کر ان لوگوں نے دینیات کا
سلیبس (نصاب) صرف اپنے امامی علوم کو قرار دیا ہوا ہے تو ان کے اکاذیب
وافتراؤں سے بھری ہوئی روایات اور تاریخ کو کیوں کر سچا مانا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ
کی تیار کردہ انقلابی جماعت بنو ہاشم، بنو عباس، بنو امیہ کے جعلی نسب ناموں میں بٹی
ہوئی تھی جن کے لئے قرآن حکیم نے شہادت دی ہے کہ " الف بین قلوبھم
لوانفقت مافی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبھم ولکن اللہ الف
بینھم انہ عزیز حکیم (8-63) یعنی اللہ نے قرآنی انقلاب کے ورکروں کے
دلوں کو آپس میں ایسا جوڑ دیا ہے کہ اگر تو (اے مخاطب قرآن) دنیا بھر کی دولت اور
زمین کے سارے خزانے خرچ کر ڈالے تو بھی اتنی محبت اور جوڑ ان کے اندر پیدا نہیں
کر سکتا، لیکن اللہ نے تو ان کو آپس میں جوڑا ہوا ہے، اللہ غالب اور حکمت والا ہے"۔
کئی سادہ ذہن کے لوگ فرماتے ہیں قرآن کی یہ شہادتیں تو رسول اللہ اور ان کے
اصحاب کے بارے میں ہیں، مؤرخوں نے جو بعد کے خلفاء کی تاریخیں لکھی ہیں وہ تو
درست ہونگی۔ جواب میں ادب کے ساتھ عرض گذار ہوں کہ آپ کی یہ سوچ جب
درست مانیں جب ان روایت سازوں نے اللہ کے قرآن، رسول و اصحاب رسول
کے شان میں غلط بیانیاں نہ کی ہوتیں بعد میں ان کے خلفاء اور مابعد صحابہ کے بارے
میں تاریخی روایات کو قبول کر لیں۔ لیکن انہوں نے تو قرآن کے ناقص ہونے کی
حدیثیں بنائیں، رسول اللہ کے نام پر خلاف حکم قرآن 'غلامی' کو جاری رکھنے کی
حدیثیں بنائیں اور پرائی عورتوں سے خلوت کرنے کی حدیثیں بنائیں اور اصحاب
رسول کو اپنی حدیثوں میں لڑتے بھڑتے دکھایا ہے تو ان محدثین و مؤرخین کی خلفاء
اسلام کے خلاف لکھی ہوئی تاریخ کو کس طرح آنکھیں بند کر کے قبول کیا جا سکتا ہے۔
میں نے ابھی دعویٰ کیا ہے کہ ان روایت سازوں نے رسول اللہ کے اصحاب کرام کے
نام پر اور قصے بھی فرضی اور جعلی مشہور کر رکھے ہیں۔ ان ہی میں سے ایک مثال قارئین

کی خدمت میں عرض کرتا ہوں تا کہ اس موضوع پر کام کرنے والوں کو ریسرچ کرنے
والوں کی آگے سوچنے کی راہ آسان بن سکے۔ کتاب بخاری نے اپنے کتاب کے
'کتاب الانبیاء' میں ابوذر غفاریؓ کے اسلام لانے کا واقعہ لکھا ہے کہ جب رسول
اللہ سلام علیہ کے مبعوث ہونے کا سنا تو اپنے بھائی کو ان کا احوال معلوم کرنے کیلئے
مکہ شہر بھیجا کہ جاؤ معلوم کر کے آؤ کہ وہ کیسا ہے اور کیا کیا کہتا ہے۔ پھر اس کا بھائی
وادیٔ مکہ جا کر واپس اپنے گاؤں میں اپنے بھائی کو آکر بتاتا ہے کہ میں نے اس شخص
کو کریمانہ اخلاق کا مالک پایا اور جو اس کی گفتگو سنی وہ شاعری نہیں تھی تو ابوذرؓ نے ا
سے کہا کہ آپ کی خبر سے مجھے تشفی نہیں ہوئی۔ پھر خود مکہ جانے کیلئے تیاری کی اور زاد
راہ کیلئے جو لینا تھا وہ اٹھایا اور ایک پانی کا مشکیزہ بھی لے لیا۔ مکہ پہنچ کر مسجد الحرام میں
آئے اور رسول اللہ کی جستجو میں لگ گئے جب کہ اسے پہچانتے نہیں تھے اور آپ کے
بارے میں کسی سے پوچھنا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ اتنے میں رات ہوگئی تو لیٹ
گئے۔ پھر اسے علیؓ نے دیکھا اور پہچانا کہ یہ کوئی مسافر ہے۔ آگے بخاری کی عبارت
ہے کہ "فلمارآہ تبعہ فلم یسال واحد منھما صاحبہ عن شیء حتی اصبح
ثم احتمل قربتہ و زادہ الی المسجد" یعنی ابوذرؓ نے علیؓ کو جو دیکھا تو وہ اس کے
ساتھ ہو لئے اور دونوں نے آپس میں کوئی بات چیت نہیں کی نہ ہی کچھ پوچھ گچھ کی
پھر صبح ہوگئی تو ابوذرؓ اپنا سامان اور مشکیزہ لے کر مسجد میں آگئے اور دن بھر وہیں
رہے۔ پھر شام ہوگئی لیکن اسے رسول اللہ نظر نہیں آئے۔ ابوذرؓ اپنے رات کے
ٹھکانے کی طرف لوٹ آئے تو پھر دوبارہ علیؓ نے اسے دیکھا اور کہا کہ اس شخص کو ابھی
تک ٹھکانہ نہیں ہاتھ آیا۔ پھر ابوذرؓ، علیؓ کے ساتھ ہولیا۔ اس دوسری رات بھی ان
دونوں نے آپس میں کوئی گفتگو پوچھ گچھ نہیں کی اور صبح کو ابوذرؓ سامان لیکر پھر مسجد میں
واپس آئے اور رسول اللہ کو پھر بھی نہ پا سکے۔ تیسرے روز بھی وہ مسجد میں سو رہے تھے
تو علیؓ اسے اپنے گھر لے آئے۔ اس روز علیؓ نے اس سے پوچھا کہ کیا آپ مجھے

بتائیں گے کہ آپ کس مقصد سے آئے ہیں؟ تو ابوذرؓ نے کہا کہ آپ مجھے عہد و میثاق دیں کہ 'لترشدنی' یعنی آپ مجھے پہنچائینگے منزل مقصود تک پھر علیؓ نے وعدہ دیا۔ پہنچانے سے پہلے رسولؐ اللہ کی ہیں کہ 'لترشدنی' یعنی آپ مجھے پہنچائینگے منزل مقصود تک پھر علیؓ نے وعدہ دیا۔ پہنچانے سے پہلے رسولؐ اللہ کی رسالت کی تصدیق بھی کی۔ جناب قارئین! آگے قصہ کو چھوڑ کر صرف اتنے حصے پر تبصرہ عرض ہے کہ ابوذرؓ نے شروع میں رسولؐ اللہ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کیلئے جو اپنے بھائی کو مکہ شہر بھیجا تو اس نے واپسی پر بھائی کو رسولؐ اللہ سے ملاقات کی تفصیل سنائی جس میں ان سے ملنے کی اتنی خفیہ انتظار والی رازداری کا کوئی ذکر نہیں ہے جو ابوذرؓ کو پیش آئی۔ اگر ابوذر کے بھائی کے ساتھ یہ ابوذرؓ کی رسولؐ سے ملاقات کی دشواری اور رازداری درپیش آئی ہوتی تو وہ اپنے بھائی کو ضرور آگاہ کرتے تاکہ وہ آسانی سے رسولؐ سے مل سکتے۔ اس کہانی میں حدیث سازوں نے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ رسول اللہ نے ابتدائی ایام میں رسالت کی مشن کو مخفی طور پر انڈر گراؤنڈ یعنی رازدارانہ طور پر شروع کیا تھا، جبکہ اس قسم کی جملہ حدیثوں کو قرآن حکیم رد کرتا ہے۔ اللہ عزوجل مکی زندگی میں ہی رسولؐ اللہ کو حکم دیتے ہیں کہ "یا ایھا المدثر قم فانذر (74-1,2) یعنی بگڑی ہوئی انسانیت کو درست کرنیوالے، اے! وہ شخص جو غفلت کے پردوں میں لپٹے ہوئے انسانوں پر پڑے ہوئے یہ پردے ہٹا کر، اتار کر، انہیں سنوارنے والے اٹھو! اور انہیں ان کے انجام سے ڈراؤ۔ رسولؐ اللہ کو مکی زندگی کے ایام میں حکم دیا جاتا ہے کہ "ولتنذر ام القریٰ ومن حولھا (6-92) یعنی اے رسولؐ تجھے اس کتاب کے ذریعہ مکہ والوں اور اس کے چاروں اطراف کے باسیوں کو ڈرانا ہے"۔ پھر مکہ والوں کو خطاب ہے کہ قرآن کو مان جاؤ اگر نہیں تو "فاذا نزل بساحتھم فساء صباح المنذرین (177-37) یعنی جب ہمارا عذاب ان کے صحنوں پر وارد ہوگا تو ان کی وہ صبح بڑی بری صبح ہوگی"۔ جناب قارئین کوئی بتائے کہ لوگوں سے ڈر کر چھپ کر مخفی

تحریک چلانے والے کی وارننگ اس قسم کی ہوسکتی ہے؟ یہ سب حدیثیں بنانے اور امام کہلانے والے دشمنان اسلام و قرآن کی اپنی گھڑی ہوئی باتیں ہیں۔

جناب قارئین! حدیث پر آگے غور فرمائیں کہ جس وقت کی ان کی روایت والی بات ہے اس وقت علیؓ کی عمر مشکل سے آٹھ نو سال بتائی گئی ہے۔ تو بتایا جائے کہ دس سال کا بچہ لوگوں کے رات سو جانے کے بعد آکر مسجد حرام کا چکر لگاتا ہے اور مسافروں کی خبر لیتا ہے اور باہر کے لوگوں کو گھر لے جا کر سلاتا ہے۔ لیکن اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ علیؓ، ابوذرؓ کو تین راتیں اپنے گھر لے گئے ہیں اور پوری دو راتیں اس سے کوئی بات چیت نہیں کی۔ یہاں تک کہ مسجد حرام میں ابوذرؓ کو سوتے دیکھ کر بھی اس سے کوئی بات نہ کرتا اور بن پوچھے بغیر بات چیت کے ابوذرؓ آرام سے اٹھ کر اس دس سالہ لڑکے کے پیچھے چلے جاتے ہیں۔ عجیب بات ہے کہ دس سالہ علیؓ کا گھر ایسا ہے کہ اس میں ان کے ساتھ کسی دوسرے اہل خانہ کا ذکر بھی نہیں ہے۔ ویسے تو علم الروایات اور تاریخ والوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ علیؓ کا بچپن رسولؐ اللہ کے گھر میں گذرا ہے، پھر اس حدیث پر غور کیا جائے کہ اس سے کیا معلوم ہوتا ہے؟ میں قارئین سے التجا کرتا ہوں کہ جتنے بھی علوم، دینیات کے نام سے مارکیٹ میں موجود ہیں انہیں عقل کی کسوٹی پر پرکھنے کی ضرورت ہے جبکہ اللہ کا اپنے کتاب کیلئے بھی حکم ہے کہ "قرآن کو بھی بن پرکھے بہرے اور اندھے ہو کر قبول نہ کرو"، فرمان ہے کہ "والذین اذا ذکروا بآیات ربھم لم یخروا علیھا صما وعمیانا (25-73) یعنی مومنین کی شان یہ ہے کہ ان کے سامنے جب ان کے پالنہار کی بھی آیات ذکر کی جائیں وہ ان کے اوپر بہرے اور اندھے ہو کر گر نہیں پڑتے"۔ اب بتایا جائے کہ رب تعالیٰ کی آیات کے علم کے مقابلے میں دوسرے علم کی کیا حیثیت ہوسکتی ہے۔ بات شروع کی ہے اس حدیث کے کرداروں کے وجود پر اور کہانی کی اصل حقیقت پر۔ میں نے اپنے اس مضمون میں علم الروایات کی افسانوی کہانیوں پر ریسرچ

کرنے کی اپیل کی ہے میں نے الزام لگایا ہے کہ علم حدیث اوراس سے بنی ہوئی تاریخ میں بڑے بڑے جھول ہیں، بڑے فالٹ ہیں۔ اس علم میں کئی واقعات جھوٹے ہیں ان کے ہیروز اور کردار جعلی اور فرضی ہیں جن کا قدرے تفصیلی ذکر میری کتابوں 'فتنہ انکارقرآن کب اور کیسے' (اردو)، 'قرآن مہجور' (سندھی) 'علم میں خیانتیں' (سندھی) 'حجت صرف قرآن ہے' (اردو) میں پڑھا جا سکتا ہے۔ تو اس حدیث (ابوذرؓ کا اسلام لانا) میں جو تفصیل ہے اس میں رسول اللہ علیہ السلام کو رسالت کی ابتدائی مشن اور تحریک کو خفیہ طریق پر انجام دینے میں بھی حدیث ساز اماموں کی سازش اور خلاف قرآن چال کا پتا ملتا ہے جو ہمیں آج پندرھویں صدی میں رائے ونڈ والی تبلیغی جماعت کے بیانوں اور وعظوں میں سننے میں آتا ہے کہ رسولؐ کی مکی زندگی کا انداز تبلیغ مدنی زندگی کے مقابلہ میں زیادہ نرم ہے اور اسلام سے نئے نئے آشنا ہونے والوں کیلئے احکام دین کی پابندیاں بھی اس حساب سے نرم رکھی جانی چاہئیں۔ یہ لوگ اسی حساب سے اپنی مرکز کی مساجد کا نام بھی مکی مسجد کے نام سے رکھنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ مطلب یہ کہ آج پندرہ سو سال گذر جانے کے بعد بھی یہ لوگ اسلام پر چھپ چھپ کر رازداری سے عمل پیرا ہونا چاہتے ہیں، جبکہ مکی سورۃ علق میں حکم آیا ہے کہ "کلا لئن لم ینته لنسفعا بالنا صیه (96-15) یعنی خبردار اس انقلاب دشمن کو بتا دو کہ اگر یہ باز نہیں آتا تو اس کو ہم پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر جب میدان میں گھسیٹیں گے" فلیدع نادیه (96-17) پھر اسے بھی چھٹی ہے کہ اپنے نظریاتی انقلاب دشمنوں کو بلائے" تو" سندع الزبانیه (96-18) ہم بھی مقابلے کیلئے اپنے انقلابی سپاہیوں کا دستہ لائینگے"۔ قرآن فروش مولوی لوگوں نے ان آیات کو آخرت میں قیامت سے نتھی کیا ہوا ہے، جب کہ ان انقلاب دشمنوں کیلئے اسی سورۃ کی آیت نمبر نو، دس میں آپ پڑھیں جہاں قرآن نے ان کا تعارف کرایا ہے کہ ارایت الذی ینهیٰ عبدا اذا صلی یعنی اے مخاطب قرآن! کیا آپ نے نہیں دیکھا اس تونگر کو، اس غنی کو جو

انقلاب کی ڈیوٹی دینے والے کو روکتا ہے، منع کرتا ہے"۔ محترم قارئین! 'صلی' کے ایک مشہور معنیٰ صدیوں سے محرفین ترجمہ القرآن نے 'نماز مروج' مشہور کیا ہوا ہے۔ اس سورۃ میں غور فرمائیں کہ 'صلوٰۃ' سے روکنے والے کا تعارف قرآن نے کس طرح کرایا ہے "ان راه استغنیٰ (96-7) یعنی انسان جب مالی طور پر تونگر بن جاتا ہے" پھر وہ "ینهیٰ عبدا اذا اصلی منع کرتا ہے انقلابی ورکر کو جب وہ قرآنی صلوٰۃ پر عمل کرتا ہے، اگر ہم یہ معنیٰ قبول کریں کہ صلی کی معنیٰ یہاں نماز ہے تو امریکہ نے اپنے عبد مملکۃ السعودیہ کو نماز سے کبھی نہیں روکا اپنے عبد مملکت پاکستان کو نماز سے کبھی نہیں روکا لیکن جس صلوٰۃ سے امریکہ، برطانیہ عالمی استحصالی سامراج بھی روکتا ہے وہ قرآن والی صلوٰۃ ہے جس میں ہے کہ 'ویقیمون الصلوٰة و ممارزقنهم ینفقون (2-3) یعنی اقامۃ الصلوٰۃ کی ڈیوٹی دینے والے مؤمن لوگ وہ ہیں جو دولت کی ذخیرہ اندوزی کے نظریے کے خلاف مال کو مستحقین پر خرچ کرنے والے ہیں۔ اور فرمایا کہ "واقیموا الصلوٰة واتو لزکوة واقرضوا الله قرضا حسنا (73-20) یعنی صلوٰۃ کی ڈیوٹی کو اس طرح سرانجام دو کہ پبلک کو سامان پرورش پوری طرح مل سکے اگر تمہارے ذخائر سامان ورزق کی رسد سے حاجتمندوں کی ضرورت پوری نہیں ہوتی تو قرض لیکر بھی اپنی رعیت کو کھلاؤ پلاؤ، اور قرض دینے والوں سے اللہ وعدہ کرتا ہے اگر تم نے قرض لے کر میرے بندوں کی حاجت روائی کی تو میں تمہیں قرض لی ہوئی مقدار سے تمہاری آمدنی کو ڈبل کردونگا، (2-245)(57-11)(57-18) اگر کسی محترم کو صلوۃ کی اس معنیٰ سے اختلاف ہے تو وہ مہربان سورۃ المدثر کی آیات چالیس سے، پنتالیس تک پڑھ کر دیکھے کہ دوزخ میں پہنچے ہوئے لوگوں سے جب دوزخ کے منتظمین پوچھینگے کہ" ماسلککم فی سقر تمہیں کس چیز نے دوزخ میں لایا" تو وہ کہیں گے کہ "لم نک من المصلین ولم نک نطعم المسکین یعنی ہم ان مصلین میں سے

نہیں تھے جن کی صلوٰۃ سے مسکینوں کو طعام میسر کر کے کھلاتے"۔ ہم تو صلوٰۃ کے مفہوم، لوگوں کو روٹی کھلانے پر "کنا نخوض مع الخائضعین ہم ان کی صلوٰۃ کا مذاق اڑاتے تھے"۔ جناب قارئین محترم! میں نے ابھی اپریل 2007 میں ٹیلی ویژن کے وائیب چینل پر پروفیسر سحر انصاری اور محترمہ خوش بخت شجاعت سے سوال و جواب والے انٹرویو میں سنا انہوں نے فرمایا کہ بینظیر اور نواز شریف کے دور حکومت میں آئی ایم ایف اور ڈبلیو ٹی او، والوں سے دوبار پاکستانی عمائدین کے مذاکرات ہوئے جن میں مدارس دینیہ کے نصاب سے متعلق ان سے جب گفتگو ہوئی تو پاکستانی عمائدین نے انہیں بتایا کہ ہم اب مدارس دینیہ کے نساب میں ایسے موضوعات لا رہے ہیں جن کے حوالوں سے پڑھنے والے جدید جہانبانی کے احوال سے باخبر اور ماہر ہو کر نکلیں گے۔ تو اس پر عالمی سرمایہ داروں کے دونوں اداروں کے عمائدین نے جواب میں کہا کہ آپ اپنے مذہبی نصاب کو ایسے ہی رہنے دیں، اگر آپ نے ان کے نصاب میں وہ اضافے کئے جو آپ بتا رہے ہیں تو پھر ہم آپ کی امداد بند کر دینگے"۔
جناب محترم قارئین! قرآن کے اس فرمان کہ "ارایت الذی ینھی عبدا اذا صلی" کے معنے یہی ہیں جو آئی ایم ایف اور ڈبلیو ٹی او کے اس جواب کا مفہوم ہے۔ قرآن کا یہ فرمان ان ہی کے متعلق ہے کہ یہ استحصالی سامراج والے تونگر لوگ تمہیں اس صلوٰۃ سے روکیں گے جس صلوٰۃ سے رزق میسر آتا ہے، رعیت خوشحال ہو کر دنیا میں ترقی کرتی ہے، تسخیر کائنات کرتی ہے۔ اس سے عالمی سامراج خوش نہیں ہوتا وہ یہ سوچتا ہے کہ لوگ بھوکے رہیں اور ہم سے بھیک مانگتے رہیں۔ محتاج رہیں اور ہمارے غلام رہیں۔
جناب قارئین! اس سورۃ العلق میں غور فرمائیں کہ انسان جب مال و دولت کے گھمنڈ میں آ کر راہ حق سے طغیانی اختیار کرتا ہے اور ربوبیت عالمینی کی رہنمائی اور پالیسی دینے والے رب، کی طرف لوٹ جانے سے بے پرواہ اور غافل ہو جاتا ہے

، جب وہ اللہ کے بندوں کو حاکمانہ جبر کے ذریعہ صلوٰۃ سے روکتا ہے کیوں کہ سرمایہ دار اور تونگر کو جس صلوٰۃ سے ڈر ہے اس صلوٰۃ کا قرآن نے مفہوم یہ بتایا ہے کہ جو لوگ "یقیمون الصلوٰۃ پر کاربند ہونگے وہ وہ لوگ ہیں جو و مما رزقناھم ینفقون '(3-2) یعنی رزق خداوندی کو ذخیرہ کرنے کے بجائے حاجتمندوں پر خرچ کرینگے"۔ آج امریکہ اور دیگر ترقی یافتہ ملکوں والوں کے پاس گندم کی پیداوار اتنی فاضل ہوتی ہے کہ وہ لاکھوں ٹن سالانہ جلا دیتے ہیں، ضائع کر دیتے ہیں جبکہ دنیا میں لاکھوں لوگ بھوک وافلاس سے مر جاتے ہیں۔ یہ تونگر انہیں اپنا فاضل غلہ دینے کیلئے تیار نہیں ہوتے صرف اس لئے کہ ان کو دنیا والوں کو محتاج بنائے رکھنا ہے بھکاری بنائے رکھنا ہے۔ قرآن نے کائنات میں ایڈمنسٹریشن کیلئے جو کوڈ ورڈ "صلوٰۃ" کا بتایا ہے اس کا مفہوم اور اسے سرانجام دینے والے کا نام مصلّی بنتا ہے، صلوٰۃ کے ذریعے ایسا نظام قائم ہوتا ہے جس میں مساکین کو روٹی ملے (74-43,44) اب سورۃ المدثر میں آپ نے پڑھا کہ دوزخ میں پہنچنے والے لوگ وہاں آنے کا سبب بتاتے ہیں کہ ہم ایسے مصلی نہیں تھے ایسی صلوٰۃ کا مذاق اڑاتے تھے جس میں مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے۔ سورۃ البقرہ کی آیات نمبر 3 میں بتایا گیا کہ مومن کی شان یہ ہے کہ ایمان بالغیب لانے کے بعد وہ ایسی صلوٰۃ قائم کرے جس میں رزق کو ذخیرہ کرنے کے بجائے خرچ کیا جائے اور سورۃ العلق میں فرمایا کہ تونگر لوگ ایسے مصلّی لوگوں کو روکتے ہیں جب وہ صلوٰۃ کی ڈیوٹی دے رہے ہوتے ہیں۔ جناب قارئین! قرآنی صلوٰۃ کے معنی یہ والی مروج نماز نہیں ہے، اگر یہ والی نماز مراد ہوتی تو اس پر جملہ سرمایہ دار ملکوں میں بندش ہوتی۔ آج کل امریکہ اور برطانیہ میں نمازیوں والی مساجد کافی تعداد میں سرکاری پرمٹ کے ساتھ موجود ہیں۔ سرمایہ دار لوگ اپنے ملوں میں مزدوروں کو اپنے خرچے سے مسجدیں بنوا کر دے رہے ہیں جبکہ قرآن نے بتایا ہے کہ تونگر لوگ اللہ کے بندوں کو صلوٰۃ سے روکتے ہیں۔ اس سے یہ ثابت ہوتا

ہے کہ موجودہ مروج نماز صلوٰۃ نہیں ہے۔ قرآن میں جس صلوٰۃ کا ذکر ہے، حکم ہے، وہ یہ نماز نہیں ہے۔ قرآن میں جس صلوٰۃ کا ننانوے بار ذکر کیا گیا ہے ان میں سے ایک جگہ بھی نہیں بتایا گیا کہ یہ صلوٰۃ مساجد میں پڑھنی ہے۔ بلکہ پڑھنے کا لفظ بھی صلوٰۃ کے ساتھ پورے قرآن میں ایک بار بھی بیان نہیں کیا گیا۔ پورے قرآن میں کسی ایک جگہ بھی نہیں فرمایا گیا کہ قرآنی صلوٰۃ کیلئے مؤذن نامی بندہ لوگوں کو بلانے کیلئے نوکر رکھو، اور کسی امام یا پیش نماز لقب والے آدمی کے پیچھے نماز با جماعت پڑھا کرو۔ جب کہ قرآن کا دعویٰ ہے کہ " مافرطنافی الکتاب من شیء (6-38) یعنی ہم نے قرآن میں سب احکام کا احاطہ کیا ہوا ہے کوئی ایک بھی چیز ہم نے فروگذاشت نہیں کی، جملہ مسائل قرآن میں بتائے ہوئے ہیں"۔

محترم قارئین! میں نے یہ مضمون شروع کیا ہے کہ اسلام کی تاریخ، مسلم ہسٹری کے اندر انقلاب رسالت کے بعد بنو ہاشم، بنو امیہ، بنو عباس آل رسولؐ اور بنوں فلاں بنوں فلاں کی تفریقات جعلی ہیں، من گھڑت ہیں، خود ساختہ ہیں۔ رسول اللہ سلام علیہ کی انقلابی پارٹی کے سارے ممبروں میں، ساتھیوں میں، سپاہیوں میں ایک دوسرے کیلئے محبت تھی، ایثار تھا، علم الروایات بنام علم حدیث میں اصحاب رسولؐ کے آپس میں اختلافات و مشاجرات کے جملہ قصے خلاف قرآن ہیں، جھوٹے ہیں۔ اگر کوئی یہ فرمائے کہ میرا یہ دعویٰ اور تحقیق غلط ہے وہ اس دلیل کے ساتھ کہ قرآن میں فرمان ہے کہ "وجعلنا کم شعوبا وقبائل لتعارفوا، یعنی ہم نے آپ کو شعوب اور قبائل میں تقسیم کیا اس واسطے کہ تمہارا تعارف ہو اور یہ کہ رسول اللہؐ کے ساتھی سب اہل مکہ قریش تھے قبیلہ کے لحاظ سے اور شعوب میں بٹے ہوئے تھے بنوفلاں بنوفلاں کے ناموں سے۔ تو جواب میں عرض ہے کہ اگر اس لحاظ سے ہاشم کے بیٹوں اور عبدالمطلب کے بیٹوں کو بنو ہاشم قرار دیتے ہیں تو عباس اور اس کی جملہ آل بھی تو بنو ہاشم ہی ہوئی عباس اور ابو طالب دونوں عبدالمطلب کے بیٹے ہیں، اگر آپ ان دونوں بھائیوں میں سے ایک کو ہاشم کا

پوتا قرار دینگے اور ایک کو پوتا تسلیم نہیں کرینگے تو گویا کہ آپ نے رسول اللہؐ کے چچا عباس کو ہاشمی تسلیم نہ کر کے انہیں نسل پر گالی دے دی۔ مطلب میرے عرض کرنے کا یہ ہے کہ آپ کے علم حدیث وعلم تاریخ کے گھڑے ہوئے اصولوں کی روشنی میں بنو عباس بھی تو ہاشمی ہوئے۔ رہا سوال آل رسولؐ کی گھڑاوت کا سو وہ تو ہے ہی من گھڑت اس لئے کہ قرآن نے رسول اللہؐ کیلئے آل کا انکار کیا ہوا ہے ملاحظہ فرمائیں (33-40)۔ اگر معترض صاحب آل علیؓ کو آل رسولؐ قرار دیتے ہیں فاطمہؓ بنت رسولؐ کے حوالے سے یعنی اس فاطمہ کے حوالے سے جو اصول کافی کتاب کے میلادی سوانح حیات کی روشنی میں اپنی آل سمیت فرضی نام سے پکاری جاتی ہے۔ وہ اس لئے کہ اصول کافی میں ایک حدیث یہ بھی ہے کہ رسول اللہؐ کی بیٹی کو ماہواری نہیں آتی تھی تو اس حوالے سے ہیلتھ سائنس ایسی عورت کے صاحب اولاد ہونے کو قبول نہیں کرتی۔ اور دوسری حدیث کے مطابق فاطمہ اپنی ماں سے اس کی ساٹھ سال کی عمر میں پیدا ہوتی ہے، اسے بھی میڈیکل سائنس قبول نہیں کرتی۔ سو اگر ان باتوں کے باوجود علیؓ کی آل کو آل رسولؐ مشہور کیا ہوا ہے تو آل عثمانؓ اور آل فاروقؓ، فاروقی اور عثمانی ناموں سے بڑی تعداد میں موجود ہیں، انہیں کیوں شعوب کے حوالہ سے آل رسولؐ قرار نہیں دیا جاتا۔ اس لئے بھی کہ قریش ہونے میں یہ بھی شریک ہیں اور سب برابر ہیں۔ اور دستور تعارف یہ ہے کہ معلوم کرنے پر ہر کوئی اپنا تعارف قبائلی نام سے کراتا ہے اس کے بعد بھی کوئی اگر سوال کرے کہ اس قبیلہ کی کون سی شعب یعنی برانچ سے تم ہو، تو جواب میں ددھیال میں سے کسی نامور باپ یا دادا کا نام لیکر بتایا جاتا ہے کہ فلاں قبیلہ کے مشہور شعب سے ہوں۔ تو رسول اللہؐ کسی مرد کے والد ہیں نہ دادا ہیں، اس لئے ان کے نام سے آل رسولؐ نامی شعب تو جھوٹی اور فرضی قرار دی جائیگی (33-40)۔ ننھیال کے نام سے شعوب نہیں بنا کرتے، اور قریش قبیلے کے اندر ہاشم اتنی بڑی شہرت اور مرتبت والی شخصیت نہیں جتنی شہرت اور

مرتبت کا مالک اس کا بیٹا عبدالمطلب ہے۔اس لحاظ سے اس شعب قریش کا نام ہاشم کے ساتھ عبدالمطلب کے نام سے مشہور کرنا بھی لازم ہوتا ہے۔اس لئے کہ ناموری میں ہاشم سے زیادہ اس کا بیٹا عبدالمطلب بڑھ چڑھ کر ہے۔چنانچہ تاریخ کا عبدالمطلب جیسی نامور شخصیت سے تسامح کرنا ثابت کرتا ہے کہ بنو ہاشم، بنوامیہ، بنو عباس نامی شعوب کی ایجاد واختراع حدیث سازوں کا کرتب اور کرشمہ ہے۔محترم قارئین! دنیا کے اندر نسب [illegible] ناموں سے فضیلت اور قرابت داری سے فضیلت کا یہ خود ساختہ معیار، قرآنی فلسفہ حیات کو توڑنے کیلئے ان اہل فارس کے حدیث سازوں کی ایجاد کردہ ہے۔اللہ نے اپنے تقرب سے حصول کا راستہ، اللہ کا مقرب بننے کا راستہ قرآن میں صرف ایک بتایا ہے وہ یہ کہ ''واسجد واقترب (96-19) یعنی اللہ کی اطاعت کرتا جا اور مقرب بنتا جا''۔ویسے قبائل اور شعوب کے حوالوں سے نسب نامے یہ صرف دنیاوی نظام عدل اور نظام حیات کے تقاضوں کی وجہ سے انہیں تعارف کیلئے ضروری قرار دیا گیا ہے (49-13)۔دنیا کے خاتمے کے بعد جب آخرت کا جہاں شروع ہوگا وہاں آخرت کے مراتب اور منصب صرف دنیا میں کئے ہوئے اعمال کے پیش نظر ملیں گے۔اس کے لئے قرآن میں اعلان کیا ہوا ہے کہ ''فاذا نفع فی الصور فلا انساب بینھم یومئذ ولا یتسائلون (۱۰۱-۲۳) یعنی جب قیامت کا بگل بجایا جائیگا اس کے بعد دنیاوی تعارف والے نسب نامے اور شجرے ختم ہو جائیں گے اس وقت نسلی تعارف کے حوالوں سے سوال تک بھی نہیں پوچھا جائیگا''۔ اس وقت ''ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (49-13) تمہاری فضیلتوں کا مدار اور معیار تمہاری تقویٰ پر ہوگا''۔

اگر ترکی میں کمال اتاترک کا جذبہ واپس آتا۔۔۔۔

مملکت ترکی جن دنوں عالم اسلام کی نظام خلافت کے حوالہ سے چیئرمین تھی اور ترکی کا فرمانروا الخلیفۃ المسلمین کہلاتا تھا اس کے دور خلافت کے زوال پر اگر تفتیشی نظر ڈالی

جائے تو اس کی ذمہ داری وہاں کے جاہ پرست جامد ذہن ملاؤں پر آتی ہے۔سلطنت عثمانیہ سقوط بغداد کے بعد یعنی عباسی خلافت کے زوال کے بعد 1299ء میں قائم ہوئی، اس کا علمی ورثہ شروع میں قدرے کم کم خلافت عباسیہ کے [illegible]ر کے نیم قرآنی امامی علوم سے شروع ہوا تھا۔اس کے قرآنی حصہ علمی کی وجہ سے ترکی اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے لائق ہوا۔اس نے گیلی پولی، قسطنطنیہ، بازنطینی علاقہ اور اس کا شہر آڈریانوپل قبضہ میں لیا پھر 1355ء کے بعد بتدریج بلغاریہ، سربیا، ہنگری، بوسنیا، یونان پر قابض ہو کر اپنی جغرافیائی حدود کو دریائے ڈینوب کے اس پار آسٹریا تک بڑھادی۔آگے چل کر سترہویں صدی عیسوی تک ترکی ایشیا، یورپ اور افریقہ کی ایک بہت بڑی سلطنت بن گئی۔زیر زمین کام کرنے والے سازشیوں کے نادیدہ فنکار لوگوں نے دھیرے دھیرے ترکیہ کی علمی درسگاہوں کے نصاب تعلیم سے قرآنی تعلیم کو زندہ لوگوں کی زندگی بچانے، بڑھانے، سنوارنے کی بجائے اسے مردہ لوگوں کے لئے ایصال ثواب کی خاطر بن سمجھے پڑھنے کی حد تک محدود کردیا۔حکومت کی عدالتوں پر امامی روایا[illegible]ور فقیہوں والا علم قاضی بن گیا اور قرآن کو عہدۂ قضا اور افتاء کے منصب سے معزول کرنے کے بعد اقتدار کی کرسیوں پر بالخصوص فقہ حنفی کو قابض بنایا گیا۔یہاں میں مسلم امت کے اندر مروج پانچ فقہوں حنفی، حنبلی، جعفری، مالکی، شافعی اور ان کے ماخذ علم الروایات کے حوالے سے یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ جملہ امام لوگ فکر قرآن [illegible] معاشی مساوات (41-10) کے منکر ہیں۔یہ جملہ فقہ ساز امام اور روایات پرست امام لوگ دولت کے ذخیرہ اندوزی کرنے اور شخصی ذاتی ملکیتیں رکھنے کی قرآن دشمن تحریک کے بانی ہیں۔قرآن نے بچت آمدنی کو رکھنے اور ذخیرہ کرنے کے بجائے جو حکم دیا ہے کہ ''زائد از ضرورت مال کو مفاد عامہ کے لئے خرچ کر ڈالو'' (219-2)۔یہ امام لوگ اس حکم کے خلاف سال میں ایک بار بچت مال پر چالیسواں حصہ دینے کا فقہ بنائے بیٹھے ہیں اور اس کی حمایت

میں جھوٹی، قرآن مخالف حدیثیں بھی بنائے بیٹھے ہیں۔ یہ سارے فقہ ساز امام اور حدیث ساز امام، قرآن کے اس اصول کے منکر ہیں کہ اصل ویلیو (value) محنت کی ہے (53-29)۔ ان اماموں نے اپنے فقہوں اور روایتوں میں بغیر محنت کے حاصل کردہ دولت کی ویلیو کو تسلیم کیا ہوا ہے، جب کہ قرآن نے اس کو "رجس من عمل الشیطان" قرار دیا ہے (5-90)۔

بہرحال جب ترکی والوں نے 1683ء میں آسٹریا سے ویانا کے محاذ پر جنگ میں شکست کھائی، 1717ء میں ہنگری اور بلغراد کے محاذوں پر روس سے شکست کھائی، اس کے بعد آسٹریا اور روس، ترکی کے زوال پر نظریں گاڑ کر بیٹھ گئے کہ جیسے ہی یہ مرد بیمار نیچے گرے تو اس کے حصے بخرے کر کے اسپین کی طرح اسے بھی چیر پھاڑ کر کھا جائیں۔ دوسری طرف انگلینڈ اور فرانس بھی اس شکست خوردہ ترکی کو ڈرا دھمکا کر غنڈہ ٹیکس کے حربوں سے استحصال کرنے لگا۔ عین ان ہی ایام میں اندھے عمائدین سلطنت کو خیال آیا کہ تفتیش تو کی جائے کہ ہمارے عروج کو کیا ہوا، یہ زوال کہاں سے آیا۔ ماہرین اور دانشوروں کو اسبابِ زوال کی رپورٹ تیار کرنے کا حکم دیا گیا۔ انہوں نے جو رپورٹ تیار کی وہ کچھ اس قسم کی تھی۔ سبب نمبر (۱) ہمارے ملک کے قدیم فقہی نصاب تعلیم کے مدارس اس قدر ناکارہ ہو چکے ہیں کہ وہ کسی بھی شعبہ حیات میں کام کے باصلاحیت انسان پیدا کرنے سے بانجھ ہو چکے ہیں۔

سبب نمبر (۲) نظام تعلیم کا زوال خاص طور پر فقہ کے شعبہ میں نمایاں ہے جس کی وجہ سے قابل اور اہل قسم کے فقیہ پیدا ہونا بند ہو گئے ہیں، فقہ و قضا اور فتویٰ کے شعبے مکمل طور پر تقلید، جمود اور تعطل کا شکار ہیں۔

سبب نمبر (۳) پرانے نصاب تعلیم سے مدارس کا نظام اپنی افادیت کھو چکا ہے، یہ نصاب دور جدید کی برق رفتاری کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

سبب نمبر (۴) علماء کے اندر یہ ذہنیت پیدا ہو چکی ہے کہ ان کی فقہیں دائمی اور حرف

آخر ہیں جہاں بانی کے لئے نئے علوم کے لئے اجتہاد کرنا ان کے ہاں ناجائز ہے۔

سبب نمبر (۵) یہ نظریات ایسے علماء کے ہیں جنہیں حکومت کے اعلیٰ منصبوں پر فائز کیا گیا ہے۔ جب تک یہ لوگ پالیسی سازی کے مرتبوں پر فائز رہینگے، یہ لوگ کسی بھی کام کی تجویز کو عمل میں لانے نہیں دیں گے۔

سبب نمبر (۶) یہ علماء بالخصوص سائنسی علوم کی تدوین اور ترویج کی راہ میں رکاوٹ ہیں ان کے ہوتے ہوئے ترقی کرنا ناممکن ہے۔

محترم قارئین! یہ رپورٹ تیار کرنے والے ترکی کے شمال مغرب اور جنوب کی سمت دیکھ رہے تھے کہ روس کی زار شاہی، آسٹریا، انگلینڈ اور فرانس اپنے اپنے ملک میں جدید سائنسی علوم کو فروغ دے رہے ہیں جس سے بالخصوص صنعت کے میدان میں وہ نئی نئی ایجادات کر رہے تھے اور اس کے ساتھ عسکری ضروریات کے لئے بھی ہتھیاروں اور بارود کی دنیا میں بھی بڑے اضافے کر رہے تھے۔ سلطنت عثمانیہ کے فرمانروا بھی اس رپورٹ کی اہمیت سمجھ رہے تھے لیکن ترکیہ میں ان دنوں شیخ الاسلام کے مذہبی ادارے اور (جینی سری) نام کی مذہبی فوج کی کھوپڑی میں یہ عقیدہ چمٹا ہوا تھا کہ اگر دنیا میں کوئی علم ہے تو بس فقہی اماموں کا علم حرف آخر ہے، ان کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے علم کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہاں شیخ الاسلام کے اتنے پاور تھے کہ وہ اپنے فتویٰ سے بادشاہ کو بھی معزول کرسکتا تھا، اور اس کی فتویٰ کی تعمیل کے لئے بھی جینی سری فوج بادشاہ کے مقابلہ میں شیخ الاسلام کا ساتھ دیتی تھی۔ ایسی صورتحال میں بادشاہ بھی اقتدار کی ہوس کی وجہ سے شیخ الاسلام اور ان کے فرسودہ فقہوں والے امامی علوم سے ٹکر نہیں لے سکتا تھا۔

محترم قارئین! یہ امامی علوم کیسے تھے آپ ان کا تفصیلی مطالعہ میرے اسی کتاب کے متعلقہ مضامین میں پڑھیں گے جن میں آپ دیکھیں گے کہ قرآن نے بیوی کو دیا جانے والا مہر نکاح کے وقت بغیر معاوضہ کا ہدیہ لکھا ہے (4-4) جب کہ فقہی اماموں

نے مہر کو عورت کے شرمگاہ کی قیمت لکھی ہے۔ قرآن نے اس مہر کو سونے کے ڈھیر
کے موافق فرمایا ہے جس کی مالیت لاکھوں روپے بنتی ہے۔اس کے مقابلے میں ان
امامی علوم کی روایات اور فقہوں میں قیمت البضع یعنی شرمگاہ کی قیمت ڈھائی روپے یا
لوہے کا چھلا یا کپڑے کا ٹکڑا یا آٹے کی مٹھی قرار دی گئی ہے یا قرآن کی چند سورتیں یاد
کرنا بھی مہر کا بدل قرار دیا گیا ہے۔ان امامی فقہوں کی سائنسی اپروچ کی کیا مثال
عرض کروں، ان کے فقہ میں بڑی سے بڑی سائنس یہ ہے کہ پائخانہ کرنے کے بعد
مقعد کی صفائی کے لئے جو تین پتھر یا مٹی کے ڈھیلے استعمال کرنے ہیں ان کا طریقہ یہ
بتایا ہے کہ ”گرمیوں کی موسم میں خصیے چونکہ بڑی حد تک نیچے لٹکے ہوئے ہوتے ہیں
اس لئے تین میں سے پہلے اور آخری پتھر یا ڈھیلے کو آگے کی طرف سے پیچھے کی طرف
رگڑا دینا ہے جب کہ سردیوں کی موسم میں خصیے سکڑے ہوئے ہوتے ہیں اس لئے
ایسے دنوں میں ڈھیلوں کا استعمال گرمیوں والے انداز کے الٹ کرنا ہوگا“۔ سبحان
اللہ! کیا کہنا ایسی فقہی عقلمندی کا کہ سردیوں میں اختیار تو نہیں دیا جارہا بلکہ گرمیوں کے
دنوں کا بدلہ لیا جارہا ہے گویا اس پریکٹس میں اصل چیز سردیوں کی موسم والے طریقے
میں ہے گرمیوں والا طریقہ بسبب مجبوری ہے۔سو اگر اس وجہ سے انہوں نے سردیوں
کے دنوں میں اختیار اور آزادی نہیں دی بلکہ اسے دو آگے ایک پیچھے کی طرف رگڑا
دینے کا حکم لکھا ہے تو اس فضیلت کو صرف مردوں کے لئے محدود کیوں بنایا۔
جناب قارئین! فقہی اماموں کے اس طرح کے سائنسی استدلال کے کئی سارے
عجیب و غریب مثال ہیں جنہیں نقل کرنے سے کئی دوست مجھ پر ناراض
ہوجائیں گے۔ جو پہلے بھی ایسی مثالوں کو پسند نہیں کرتے۔ پھر ترکیہ کے مسلم لوگوں
کے ذہنوں پر فرسودہ علمی نصاب سے جو جمود طاری کیا گیا تھا اسے استاد ضیا گوکلپ
جیسے مجتہد عالم نے بھی آکر توڑا اور ریزہ ریزہ کیا۔ان کے علمی عرفان کا اعتراف علامہ
اقبال نے بھی کیا ہے۔ترکی کے دوسرے فکری قائد سعد حلیم پاشا نے بھی فقہی جمود کے

خلاف اجتہادی مہم چلائی جن کے مساعی سے کمال اتاترک جیسے جوانوں نے جنم
لیا۔ ویسے سلطان عبدالحمید کی بادشاہت اور خلافت کے آخری دنوں میں اس کا تخت
الٹنے کے لئے اس کے سایہ میں اور حکم کے نام سے گرینڈ نیشنل اسمبلی کا اجلاس
1923ء میں بلایا گیا۔اس میں ایک قرارداد کے ذریعے ترکی کو جمہوری ملک قرار
دیا گیا۔اس سے پہلے سلطان معظم کے شیخ الاسلام نے کمال اتاترک اور اس کے
ساتھیوں کو باغیان اسلام اور واجب القتل ہونے کا فتویٰ صادر کردیا تھا۔لیکن گرینڈ
نیشنل اسمبلی نے ان باغیان کی خدمات کے اعتراف میں انہیں غازیان اسلام کے
لقب سے نوازا۔پھر جب پیپلز پارٹی کی کانگریس کا اجلاس اسمبلی سے دو روز پہلے ہو
اور اس کے بعد جب گرینڈ نیشنل اسمبلی کا 3 مارچ 1924ء کو اجلاس ہوا تو اس میں
تین قانون پاس کئے گئے۔”(۱) ترکی میں خلافت کا خاتمہ (۲) خلیفہ کی برطرفی
اور اہل خانہ سمیت جلاوطنی (۳) وزارت تعلیم سے وزارت شریعت اور اوقاف کو
علیحدہ کرنا“۔ یہ کامیابی مصطفیٰ کمال اور اس کے ساتھیوں کی اصل میں سلطان
عبدالحمید کے موروثی قبضہ کے خلاف تھی اور ساتھ ساتھ شیخ الاسلامی ادارہ اور مذہبی
فوج جینی سری کے خلاف تھی، جو اپنے دور میں آج کے افغانی طالبان کے قسم کی
ملاؤں کی فوج تھی۔ مصطفیٰ کمال اتاترک کی تحریک ان کے ذہنی جمود اور مقلدانہ
ذہنیت کے خلاف تھی۔ مصطفیٰ کمال اتاترک قوم کو قدیم لایعنی فقہی موشگافیوں سے
نکال کر جدید سائنسی دنیا کی طرف لانا چاہتے تھے،اس مہم میں وہ مردوں کے ساتھ
عورتوں کو بھی میدان عمل میں لانا چاہتے تھے۔علامہ عبیداللہ سندھی نے لکھا ہے کہ”
میں جب لینن گراڈ روس کو چھوڑ کر ترکی میں آیا تو مصطفیٰ کمال کا انقلاب آچکا تھا
وہاں پرانے ترکی لوگوں نے شکایت کی کہ ہماری عورتیں جب گھروں سے برقعے
پہن کر شہر میں نکلتی ہیں تو حکومت کے پولیس والے ان کے برقعے اتار دیتے ہیں۔تو
میں نے انہیں جواب میں کہا کہ آپ گھروں سے نکلتے وقت ہی انہیں برقعہ نہ

پہنائیں تو پھر شہر میں خجالت سے بچ جائیں گے"۔ بہر حال وہ ایک دور تھا جو مصطفیٰ کمال نے فرسودہ جامد قسم کے فقہی نصاب کو اکھاڑا اور پچھاڑا۔ اس کے انقلاب کو چوراسی پچاسی سال گذرنے کے بعد موجودہ ترک حکومت کے مذہبی امور کے وزیر نے انقرہ یونیورسٹی والوں کو حکم دیا ہے کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ جناب رسول اللہ سلام علیہ کی وفات کے صدیوں بعد لوگوں نے اپنی من گھڑت باتیں بنا کر رسولؐ اللہ کی طرف منسوب کردی ہیں، جن کی وجہ سے اسلام کی تعبیر اور پالیسی بنانے میں بڑی دشواریاں ہورہی ہیں (یہ اس لئے کہ فقہ سازی کا ماخذ یہ حدیثیں ہی ہیں)۔ اس لئے ماہرین کو بٹھا کر حدیثوں کو الگ کرو۔ انقرہ یونیورسٹی کے حوالہ سے بی بی سی اردو ڈاٹ کام نے اطلاع دی ہے کہ 27 فروری 2008ء سے یونیورسٹی نے انہیں یہ کہا ہے کہ آپ بھی دنیا کے لوگوں سے حدیث کے سبجیکٹ کے متعلق آراء حاصل کریں پھر اس نے جو یہ کام شروع کیا ہے تو لوگوں نے زیادہ تبصرے جو کئے ہیں وہ علم الروایات کے خلاف ہیں، منفی ہیں۔ ہر آدمی بی بی سی کی ویب سائٹ پر پڑھ سکتا ہے، مجھے بھی اس ویب سائٹ کے کچھ پیپر ملے تو میں یہ سمجھا ہوں کہ مصطفیٰ کمال اتاترک کے جذبہ نے ترکی میں پھر عود کیا ہے۔

متعہ
امامی علوم کا اختراع

میں نے جب یہ کتاب "امامی مذہب اور قرآن" لکھنی شروع کی تھی تو جو مضامین اس کے اندر لکھنے کا ارادہ کیا تھا ان میں ایک ارادہ یہ بھی تھا کہ 'متعہ' پر بھی مضمون لکھوں گا۔ کتاب لکھنے کی شروعات کے دنوں میں ہی، ادارہ اسلامی تحقیقاتی اشاعتی ادارہ اسلام آباد کا ایک کتابچہ بنام "نکاح موقت (متعہ) ایک تحقیقی جائزہ" گھر بیٹھے بذریعہ ڈاک بن مانگے مفت میں مل گیا۔ یہ کتاب ۹۶ صفحات پر مشتمل ہے اور تین حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ ماخوذ ہے "البیان فی التفسیر القرآن سے ایک اقتباس از آیت

اللہ العظمیٰ السید ابوالقاسم الموسوی الخوئی" دوسرا حصہ ہے "الکوثر فی التفسیر القرآن ج ۲ سے اقتباس از محسن علی نجفی" تیسرا حصہ ہے "محمد علی توحیدی کے مضمون کا ترجمہ" جو نکاح موقت (متعہ) کے موضوع پر لکھا گیا ہے۔ میں اس مضمون کے اندر پہلے کتابچہ البلاغ المبین کی باتیں نقل کرتا ہوں، بعد میں اپنا مضمون قرآن سے نقل کرونگا۔ اس کتابچے کے مضامین کے تینوں لکھنے والوں نے آیت "**والمحصنات من النساء**" کے اندر جملہ "**فما ستمتعم به منهن فاتوهن اجورهن فريضه (4-24)**" کو متعہ کا جواز، ثبوت اور دلیل قرار دیا ہے، اور اسے متعہ کی بنیاد بنایا ہے۔

محترم قارئین! اس کتابچے میں متعہ کو حلال اور جائز تسلیم کرنے والے چالیس نامور لوگوں کی فہرست دی گئی ہے۔ اس فہرست میں کچھ اصحاب رسولؐ اللہ اور تابعین کے نام ہیں۔ یہ فہرست تیسرے حصہ محمد علی توحیدی کے مضمون کے اندر ہے اور پہلے مضمون میں جو خوئی صاحب کی تفسیر البیان سے ماخوذ ہے اس میں ابن حزم کے حوالے سے لکھا ہے کہ ابن مسعود، معاویہ، ابوسعید، ابن عباس، امیہ بن خلف کے دونوں بیٹے پیغمبر اکرمؐ کے بعد بھی متعہ کے حلال ہونے کے قائل تھے۔ یہ بات خوئی صاحب نے اپنے اس دعویٰ کے ثبوت میں لکھی ہے کہ شیعی امامیہ کا اتفاق ہے کہ متعہ کی حلت باقی ہے اور آیت کریمہ (4-24) نسخ نہیں ہوئی اور تابعین کی ایک جماعت نے بھی شیعہ امامیہ کی اس رائے سے اتفاق کیا ہے۔ خوئی صاحب نے یہ بات علمائے اہل سنت کے عقیدہ کے جواب اور رد میں لکھی ہے اور ان کے نظریے کے متعلق یہ لکھا ہے کہ علمائے اہل سنت میں مشہور ہے کہ متعہ کا حلال ہونا نسخ ہوگیا ہے اور قیامت تک کے لئے اس کی حرمت ثابت ہوگئی ہے۔ اہل سنت کا یہ دعویٰ ہے کہ متعہ پہلے جائز تھا بعد میں حرام کیا گیا ہے۔ اس کا ثبوت جن اہل سنت کے کتابوں سے دیا گیا ہے ان کے کچھ نام یہ ہیں "تفسیر ابن کثیر، تفسیر المنار، احکام القرآن

جصاص، مسند احمد بن حنبل، سنن بیہقی، سنن ابن ماجہ، سنن ابوداؤد، صحیح مسلم
، کنزالاعمال"۔ اس کتابچے کے دوسرے حصہ کے محسن علی نجفی صاحب نے اہل سنت
والوں کے خیالات کو پیش کیا ہے۔ ان کے کتابچے کے صفحہ 56 سے نقل کر رہا ہوں
تا کہ قارئین اہل سنت کے خیالات سے بھی واقف ہو جائیں۔ جابر نقل کرتے ہیں،"
تمام اصحاب رسولؐ، رسولؐ اللہ اور حضرت ابوبکرؓ کی زندگی میں اور حضرت عمرؓ کی خلافت
کے آخری دنوں تک متعہ کو حلال کہتے تھے۔ (ابن حزم المحلی)

نسخ۔ اس بات پر تو تقریبا سب کا اتفاق ہے کہ عصر رسالت (ص) میں متعہ حلال اور
رائج تھا اور اس آیت استمتاع سے مراد نکاح متعہ ہے، حضرت عمرؓ کی طرف سے ممنوع
ہونے کے بعد یہ دعویٰ شروع ہو گیا کہ آیت متعہ منسوخ ہو گئی۔ اس سلسلہ میں آنے
والے متضاد اقوال کی تعداد ۲۲ تک پہنچ چکی ہے۔ خیبر کے روز منسوخ ہو، حجۃ الوداع
کے کے موقعہ پر منسوخ ہوا، غزوہ تبوک کے موقعہ پر، اوطاس کے موقعہ پر، فتح مکہ کے
موقعہ پر، تین مرتبہ حلال کیا گیا اور تین مرتبہ حرام گردانا گیا، سات مرتبہ حلال کیا اور
سات مرتبہ حرام گردانا گیا۔

محترم قارئین! اسی کتاب کے تحقیقی جائزہ کے تیسرے حصہ میں محمد علی توحیدی نے
امام بخاری کی ایک حدیث نقل کی ہے کہ نزلت المتعہ فی کتاب اللہ ففعلنا
ھامع رسول اللہ ولم ینزل قرآن یحرمھا، لم ینہ عنھا حتی مات، قال رجل،
برایہ ماشاء۔ (جناب قارئین! امام بخاری کی اس حدیث کا ترجمہ محمد علی توحیدی کا
ملاحظہ فرمائیں) قرآن میں متعہ کی آیت اتری ہیں ہم نے عہد رسولؐ میں اس پر عمل
کیا۔ اس کے بعد کسی قرآنی آیت نے اسے حرام قرار نہیں دیا اور نہ ہی اس سے منع کیا،
یہاں تک وہ (رسولؐ اللہ) رحلت فرما گئے پھر ایک شخص نے اپنی ذاتی رائے سے
یک من پسند حکم دیا (ختم)۔ حاشیہ پر حوالہ لکھا ہے صحیح البخاری (۵۔۱۸۵۔ طبعہ
ار الفکر

محترم قارئین! اس ترجمہ کرنے والے شیعہ کو میں شاباش دیتا ہوں کہ اسے رسول
اللہ کے شان کی حیا آ گئی اور وہ بخاری کی روایت کے الفاظ کے صحیح معنیٰ کرنے سے
شرما گیا روایت کے الفاظ۔" ففعلنا ھامع رسول اللہ"۔ اس کے ترجمہ میں
مترجم نے لکھا کہ ہم نے عہد رسول میں اس پر عمل کیا جبکہ صحیح ترجمہ یہ ہوگا کہ ہم نے
رسولؐ اللہ کی معیت میں اس پر عمل کیا، یعنی ہم نے رسولؐ کے ساتھ اس پر عمل کیا۔ یہ
الفاظ امام بخاری نے روایت میں تو لکھے لیکن مترجم کو حیا آ گئی۔ بخاری نے اور اس
کے استاد راویوں نے تو رسولؐ اللہ کو بھی اس عمل میں نتھی کر دیا تھا۔ پھر اس پر تبصرہ کیا
جائے کہ مترجم محمد علی توحیدی شیعہ ہے اور امام بخاری اہل حدیث ہوگا یا اہل سنت
والوں میں سے ہوگا ویسے یہ دونوں فرقے امام بخاری کے پرستاروں میں سے ہیں۔
بخاری مطبع دار الفکر جس کا حوالہ دیا گیا ہے میرے پاس نہیں ہے، البتہ میرے پاس
جس مطبع کی بخاری ہے اس سے قارئین کے لئے ایک اور حدیث قارئین کی خدمت
میں پیش کر رہا ہوں پھر امام بخاری کے پیروکار جائیں اور بخاری جانے۔ یہ حدیث
ہے کتاب النکاح کی باب نہی رسول ﷺ عن النکاح المتعہ اخرا باب ۶۱ مطبع
دینی کتب خانہ ۳۸۔ اردو بازار، لاہور۔

ایما رجل وامرأۃ توافقا فعشرۃ مابینھما ثلاث لیال فان احبا ان یتزایدا
یتتار کا تتار کا فما ادری اشیء کان لنا خاصۃ ام للناس عامۃ، ترجمہ جو
عورت و مرد باہم موافق ہو جائیں تو تین رات تک ایک دوسرے کے ساتھ معاشر
کر سکتے ہیں اس کے بعد کمی یا زیادتی کرنا چاہیں تو ان کو اختیار ہے (راوی بولتا ہے)
نہ معلوم یہ ہمارے لئے خاص تھا یا سب لوگوں کے واسطے جائز ہے۔ امام بخاری نے
اس حدیث کی ترتیب میں جو فن امامت دکھایا ہے وہ یہ ہے کہ اس ایک حدیث میں
تین حدیثیں لائی ہیں۔ پہلی یہ کہ سلمہؓ بن اکوع روایت کرتا ہے کہ ایک لشکر میں ہم
تھے، ہمارے پاس رسولؐ آئے اور فرمایا کہ تمہارے لئے اجازت دی گئی ہے کہ تم

متعہ کرلو۔ اب پہلی حدیث جو میں نے لکھی اس کا دوسرا نمبر ہے سو اس پہلی اور دوسری کو ملا کر غور کیا جائے کہ لشکر والوں کو رسولؐ کا متعہ کرنے کے لئے اذن دینا کوئی دو آدمی کے لئے تو نہیں ہوگا۔ پھر امت کو بیوقوف بنانے کے لئے بخاری نے اس حدیث کے اخیر میں تیسری حدیث لائی ہے کہ علیؓ نے رسول اللہ سے روایت کی ہے کہ متعہ کی اجازت منسوخ ہوگئی ہے۔ یہ بیوقوف بنانے کی بات اس طرح ہوئی کہ ان لوگوں نے اگر آیت 4-24 سے متعہ ثابت کیا ہے تو اسے منسوخ کرنے کے لئے کوئی حدیث تو کافی نہیں ہوسکتی یعنی پھر نسخ کے لئے آیت کا مطالبہ کیا جائیگا جو پورے قرآن میں ہے ہی نہیں۔ محترم قارئین! آپ نے بخاری کی امامت کے ہنر کو سمجھا یا نہیں؟ باب کا عنوان لکھا ہے کہ رسول اللہ نے متعہ کرنے سے منع کیا پھر اس باب میں حدیث نمبر ۱۰۶ میں تین حدیثیں لایا ہے ایک میں صفحہ کی طرف تلمیح سے اسے متعہ کے جواز کی آیت بنایا اور قرار دیا، پھر دوسری حدیث بھی اسی مفہوم کی وضاحت والی لائی، پھر تیسری حدیث بغیر سند کے براہ راست علیؓ سے خود بخاری صاحب نے نقل فرمائی کہ متعہ کی اجازت منسوخ ہوگئی۔ اس میں فن حدیث کی فنکاری کا انداز یہ ہے کہ قرآن کو منسوخ کرنے کے لئے علیؓ کا قول بغیر کسی منسوخ بنانے والی آیت کے حوالہ کے، کام کا تو نہیں ہوسکتا، اس لئے اگر جعفری شیعے لوگ امام بخاری کو علیؓ کے نام سے جھوٹ بولنے پر کوئی شکوہ شکایت کریں بھی تو کیا فرق پڑتا ہے! شیعی امت کو ان کی مطلوبہ چیز متعہ کی دلوادی، اور منکرین متعہ اہل سنت کو بھی خوش کردیا کہ رسولؐ کے زمانے میں پہلے متعہ کیا جاتا تھا بعد میں بروایت علیؓ منسوخ ہوا ہے۔

محترم قارئین! اب چونکہ میں متعہ کے ثبوت کی کتاب سامنے رکھ کر اس کی عبارت سے (میرے نقطہ نظر کے مطابق) جونیئر شیعوں کے دلائل اور موقف کو پیش کر رہا ہوں چنانچہ اس کتاب کے مرتب صاحب نے صفحہ نمبر ۵۷ پر اپنے مخالف اہل سنت کے کچھ معاصر پر حاشیہ کے اندر جو نوک جھونک کی ہے اسے میں نقل کر رہا ہوں اور امام

ابو حنیفہ سے متعلق حوالہ ہے جو حقیقت میں زیدی شیعہ ہے اور میں انہیں سینئر شیعہ گروہ قرار دیتا ہوں۔ بہرحال حوالہ ملاحظہ فرمائیں، امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگر کوئی شخص اپنی محارم ماں، بیٹی اور بہن کے ساتھ عقد کر کے ہمبستری کرے تو یہ زنا نہیں ہے اس پر حد جاری نہیں ہوگی دلیل یہ پیش کرتے ہیں۔ ’لان صورۃ شبھۃ‘ کیونکہ عقد کی وجہ سے شبہ لاحق ہوگیا ہے۔ امام صاحب کے اس سنی نظریہ کا حوالہ یہ لکھا ہے، المغنی ۱۰۔۴۹ اور المبسوط ۹۔۵۸، فتح القدیر ۵۔۳۵۔

جناب قارئین! لوگوں نے امام ابوحنیفہ کو امام اعظم کا لقب دیا ہوا ہے اور اسے منکر حدیث کا لقب بھی دیا گیا ہے۔ امام صاحب کی سیر و سوانح میں لکھا ہے کہ انہوں نے چالیس سال کی راتوں میں عشاء کی نماز والے وضو سے فجر کی نماز پڑھی ہے اور ہر رات میں نماز نوافل کے اندر قرآن حکیم کا پورا ختم کرلیا کرتے تھے۔“ جناب قارئین! آپ نے کتاب ”ایران بعہد ساسان“ اگر پڑھی ہو تو اس کے اندر لکھا ہے کہ ایران کے ’مزدکی‘ دور حکومت میں، زمانہ اسلام سے پہلے اہل فارس کے لوگ محرمات یعنی ماں بیٹی اور بہن سے نکاح کرتے تھے اور کتاب والے نے لکھا ہے کہ ان رشتوں سے جو اولاد پیدا ہوتی تھی وہ اعلیٰ نسل کی خالص اور عمدہ کہلاتی تھی، چنانچہ امام ابوحنیفہ صاحب نے کوئی او پروالی فقہی جزئی بے خیالی میں تو نہیں لکھی ہوگی، بلکہ ایسا فقہ لکھتے وقت انہیں اپنے اسلاف کا ’مزدکی فقہ‘ یاد آگیا ہوگا۔ ویسے اس کتاب کے صفحہ ۹۰ پر محمد علی توحیدی کے مضمون کے اندر لکھا ہوا ہے کہ (یہاں ہم بعض اصحاب اور تابعین کی ایک فہرست آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں جو متعہ کی حلت اور اس کے منسوخ نہ ہونے کے قائل تھے، پھر اس فہرست میں چالیس نام لکھے گئے ہیں جن میں ۳۹۔۴۰ نمبر پر بین القوسین لکھا ہے احمد بن حنبل (بعض صورتوں میں) ۴۰ ابوحنیفہ (بعض زاویوں سے) بحوالہ الجامع لاحکام القرآن ۵۔۱۳۲۔

محترم قارئین! میں نے جو متعہ سے متعلق اس مضمون کا عنوان لکھا ہے کہ یہ امامی

علوم کی اختراع ہے، یہ امامی علوم کی کرشمہ سازی ہے اور مضمون کے شروع میں اہل
سنت کی کتابوں، تفاسیر وحدیث کی کتابوں کی فہرست دی ہے جن سے یہ کتاب لکھنے
والوں نے حوالہ جات نقل کئے ہیں، پھر میں نے بھی اپنی طرف سے ایک حوالہ بخاری
سے نقل کیا ہے، اس باب میں میں جو اپنی کتب میں دعویٰ کرتا آرہا ہوں کہ دین اسلام
کی وہ تعبیر جو قرآن حکیم سے 'تفسیر القرآن بالقرآن' کے طریق پر نہیں ہوگی وہ ساری
کی ساری دشمنان اسلام کے بنائے ہوئے علوم، علم الحدیث، فقہ اور تفسیر کے ناموں
سے انسانوں کو امت مسلمہ کو علم وحی کی پٹری سے اتارنے کی یہود و مجوس ونصاریٰ کے
اتحاد ثلاثہ کی سازش کا شاخسانہ ہے۔ میرے اس دعویٰ کو وہ آدمی بہتر طور پر سمجھ سکے گا
جس نے شروع دور اسلام میں باطنی تحریک کے علوم اور تقیہ کی ایجاد کی تفاصیل اور پس
منظر کو پڑھا ہوگا۔ باطنی تحریک کے ممبران کو تلاش کرنا فری میسن تحریک کے ممبروں
کے مقابلہ میں آسان ہے۔ یہ اور بات ہے کہ باطنی تحریک اور تقیہ کے ذریعہ امامت
کے نام سے جو اسلامی لیبل کا نصاب تعلیم آج کی مسلم دنیا میں مروج ہے یہ فری میسن
تحریک کے فرستادہ لوگوں کی کارستانیاں ہیں۔ فری میسن کی تفصیلات اور تعارف پر دنیا
میں بہت کم لٹریچر دستیاب ہے یہاں تک کہ 'انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا' جیسی کتاب بھی
اس کے تفصیلات نہیں دے سکی۔ علمی مارکیٹ میں کبھی کبھار جب کوئی فری میسن کا سینئر
عہدہ دار بر بنائے اختلاف ناراض ہو کر نکلا تو طیش میں انہوں نے جو کتابیں یا
مضامین لکھے ان سے کچھ مواد مل سکا ہے۔ اسی مواد کے ذریعہ جناب حافظ محمد اسمٰعیل
صاحب مہتمم وشیخ الحدیث مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ کراچی نے اردو زبان میں ایک چھوٹی
سی کتاب لکھی تھی اور اس موضوع سے متعلق کچھ باتیں مجھے بھی بتائی تھیں کہ یہ فری
میسن تنظیم یہودیوں نے جناب رسول اللہ کے زمانہ سے بھی پہلے سے بنائی ہوئی ہے
۔اس کے ممبروں کے کل ۳۳ گریڈ ہیں، اس کا اندرونی اور باطنی منشور ہے کہ دنیا جہان
پر یہودیوں کی حاکمیت ہو، ویسے بظاہر جو منشور ہے وہ رضا کارانہ طور پر خدمت خلق

کرنے کا ہے۔ حافظ صاحب کا کہنا تھا کہ اس تنظیم میں دنیا کے ہر مذہب کے لوگ
ممبر بنائے جا سکتے ہیں اور یہودیوں کے سوائے ہر مذہب کے ممبر کی ترقی زیادہ سے
زیادہ ۲۳ ویں گریڈ تک ہوتی ہے، باقی اوپر کے دس گریڈ پر صرف یہودیوں کے ہی
پروموشن ہو سکتے ہیں۔ کھوجی لوگوں کو زیادہ سے زیادہ ۳۰ گریڈ تک فائز لوگوں کی
معلومات مل سکتی ہیں، اس سے اوپر کے تین عہدے داروں کے پتے آج تک کسی کو
نہیں معلوم ہو سکے۔ حافظ محمد اسمٰعیل صاحب بتاتے تھے کہ کارل مارکس گریڈ ۲۹ تک
پہنچ گئے تھے۔ جناب رسول اللہ کی وفات کے بعد جناب عمر فاروقؓ کی خلافت کے
زمانہ میں عبداللہ بن سبا کا تعلق بھی اس خفیہ اور باطنی تحریک سے بتایا گیا ہے۔ خود
رسول اللہ کے زمانہ میں کعب احبار جیسی شخصیت نے یہودیت پر قائم رہتے ہوئے
خلیفہ سوئم جناب ذی النورینؓ تک اسلام نہیں لایا اور وہ کئی حدیثوں کے راوی بھی
ہیں۔ جناب فاروق اعظمؓ کے قتل کی سازش میں دو مجوسی ہرمزان، فیروز اابولولو اور
ایک یہودی ابن سبا پلانر بتائے گئے ہیں۔ دونوں مجوسی ممبر سزا کھا گئے، یہودی ممبر
انڈر گراؤنڈ چلا گیا۔ مسلم امت کے تعلیمی نصاب میں قرآن حکیم کی تعلیمات کی جگہ
قرآن کی تعبیر وتفسیر کے ناموں سے باطنی علوم ایجاد کئے گئے، تصوف کے پلیٹ فارم
سے قرآن حکیم کے معانی اور مفاہیم کو ظاہری اور باطنی اقسام میں تقسیم کیا گیا اور
امامت کے نام سے قرآن حکیم کی تعلیم پر تالے ڈالے گئے، پھر ہر امام کے فقہی مکتبہ
تعلیم جدا جدا قائم کئے گئے، جن کے اندر اسلام کی اجتماعی فلاح والی روح کو
انفرادیت پسندی میں تبدیل کیا گیا۔ اس طرح ہر قدم پر اسلام کو مجوسائیز کرنے کی
کوشش کی گئی ہے۔ اب اس مضمون متعہ کو ہی لیجئے، اس کے حوالوں سے مجوس کے
'مزدکیت' کے احیاء کی ہی ساری تگ ودو ہے۔ اوپر جن سنی وشیعہ کتابوں کے حوالہ
جات ہیں ان میں شیعہ تو ویسے ہی اب تک متعہ کو رواں دواں مانتے ہیں اور ان کا یہ
جھوٹ کہ متعہ قرآن کی آیت فما استمتعتم به منهن فاتوهن اجورهن فريضة

(4-24) سے ثابت ہے اس کی قلعی تو ابھی میں کھولتا ہوں، لیکن قارئین کی خدمت میں مجھے جو عرض کرنی ہے وہ یہ ہے کہ اہل سنت نامی چاروں ائمہ فقہ کے اسکول، جعفری فقہ کا اسکول، اسمٰعیلی باطنی اسکول، اس کی برانچ بوہری اسکول اور بھی کئی سارے غیر قرآنی افکار کے اسکول اور تصوف کے نام کی خانقاہیں، یہ سب دشمنان اسلام نے اسلام کے اندر رفت کرائی ہوئی ہیں، تاکہ اسلام کو قرآن سے سمجھنے سیکھنے کے بجائے ان سجادہ نشینوں کے الہامات، القائات اور ملفوظات وروایات کی معرفت سے حاصل کریں۔ جن کے اندر سرمایہ داری کے جواز کے لئے پیسے کو بجائے محنت کے پیسوں کے ذریعے کمایا جاسکتا ہے۔

دعویٰ کیا گیا ہے کہ مرد اور عورت آپس میں ایک خاص مقرر وقت کے لئے خواہ وہ کتنا ہی مختصر کیوں نہ ہو اس میں ایک ساتھ گذارنے کا معاہدہ کرسکتے ہیں، جس کے اندر یہ متعاقدین مرد وعورت، شوہر اور بیوی کی طرح گذاریں، اس کا نام متعہ قرار دیا گیا ہے اور اس کے دعویدار اپنے اس متعہ کے ثبوت کے لئے سورت نساء کی آیات کو دلیل بناتے ہیں" والمحصنات من النساء الاما ملکت ایمانکم کتاب الله علیکم واحل لکم ماوراء ذالکم ان تبغوا باموا الکم محصنین غیر مسافحین فما استمتعم به منهن فاتوهن اجورهن فریضه ولا جناح علیکم فیما تراضیتم به من بعد الفریضه ان الله کان علیما حکیما (4-24)"۔ جناب قارئین! اس آیت سے پہلے آیت نمبر 22 سے ان رشتوں کا ذکر کیا جارہا ہے جن کے ساتھ نکاح کرنا حرام کیا گیا ہے، اور اس آیت 24 میں فرمان ربی ہے کہ (حرام ہیں آپ کے اوپر) وہ عورتیں جو کسی اور کے عقد نکاح میں ہیں، ہاں وہ عورتیں جو جن پر ابھی تمہاری دسترس ہے (اس لئے کہ وہ کفار کے ہاں سے نظریاتی اختلاف کے بنیادوں پر ہجرت (واک آوٹ) کے آئی ہیں، (حوالہ 60-10) ایسی عورتوں کے لئے ان کے پیچھے (شوہروں کے باوجود) تمہارے لئے حلال ہونے

کا اللہ کی طرف سے قانون دیا جارہا ہے، (اوپر بیان کردہ محرمات کی تفصیل کے علاوہ) باقی عورتیں تم پر حلال ہیں (ان کے ساتھ رشتہ ازدواجیت کی صورت یہ ہوگی کہ) انہیں مہر کی رقم دے کر مستقل دائمی تحفظ والی گارنٹی کے ساتھ تلاش کرو، اس کے برعکس صرف منی بہادینے کے لئے نہیں، اس کے بعد جو تم اس مناکحت کے فوائد حاصل کرو ان عورتوں سے تو انہیں طے شدہ مہر کا مال دینا فرض سمجھو، ہاں اگر آپس کی رضامندی سے اس طے شدہ حد میں کچھ کمی بیشی کرلو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، یقین جانو کہ اللہ کا قانون علم اور حکمت پر مبنی ہے"۔ محترم قارئین! اس آیت کریمہ میں لفظ استمتعم سے امامی دینیات بنانے والوں نے مقرر اور مشہور تشریح والے متعہ کا مفہوم اخذ کیا ہوا ہے۔ اب اس کا فیصلہ تو ہمیں قرآن سے لینا ہوگا کہ وہ تصریف آیات کی روشنی میں اپنے معنیٰ آپ کس طرح سمجھاتا ہے۔ جناب عالی! صیغہ استمتاع یہ لفظ متاع سے اس شکل میں آیا ہے اب قرآن متاع کے معنیٰ کس طرح سمجھاتا ہے وہ ملاحظہ فرمائیں۔ فرمان ہے کہ " و الله جعل لکم من بیوتکم سکنا وجعل لکم من جلود الانعام بیوتا تستخفونها یوم ظعنکم ویوم اقامتکم ومن اصوافها واوبارها و اشعارها اثاثا ومتاعا الی حین (16-80) یعنی اللہ نے آپ کے گھروں کو باعث سکون بنایا اور بنائے آپ کے لئے جانوروں کی کھالوں سے بھی گھر (چمڑے کے خیمے) جن کے ہلکے پن سے سکون لیتے ہیں آپ سفر اور حضر میں جدھر چاہیں ساتھ لئے پھریں اور ان کی اون پشم اور بالوں سے تمہارے لئے کتنے قسم کے (متاع) سامان بنتے ہیں جو ایک (اثاث) مدت تک تمہارے کام آتے رہتے ہیں"۔ اب متاع کے معنیٰ سامان بھی قرآن نے خود بتادی۔ اب اس قرآن فہمی کے لئے قرآن کے بتائے ہوئے ہنر تصریف آیات سے (6-65) آئیں اور تلاش کریں کہ اللہ نے گھریلو زندگی میں اس لفظ کا استعمال نکاح والی بیویوں کے رہن سہن میں کیا ہے، یا بقول امام مالک کے متعہ کی سہولت

مراد لیا ہے۔ متاع کے معنی سفر والے لوگوں کے نفع کے ہی ہیں یا کہیں قرآن میں کسی اور جگہ امامی تشریح والے متعہ کے ثبوت کی کوئی اور بھی نشانی ہے؟ جناب! سورۃ بقرہ کی آیت نمبر 236 میں آیا ہے کہ" ولاجناح علیکم ان طلقتم النساء مالم تمسوھن او تفرضوالھن فریضہ و متعوھن علی الموسع قدرہ وعلی المقتر قدرہ متاعا بالمعروف حقا علی المحسنین (2-236) یعنی اگر کوئی ایسی صورتحال ہوجائے کہ آپ کو اپنی منکوحہ بیوی کو طلاق دینی پڑ جائے، جب کہ ابھی تک آپ نے اسے چھوا تک نہیں نہ ہی اس کو دیئے جانے والے مہر کا تعین ہی کیا تھا، تو ایسی صورت میں طلاق دے دینے میں کوئی حرج تو نہیں، لیکن چاہیئے کہ اس طلاق دی جانے والی کو کچھ سامان گذر بسر کے لیے اپنی حیثیت کے موافق (امیر اپنی حیثیت کے مطابق غریب اپنی حیثیت کے مطابق) مناسب حساب سے دیدے۔ یہ محسن لوگوں پر لاگو کیا جاتا ہے تاکہ عورت کو اس نسبت سے جو نقصان ہوا ہے اس کا ازالہ ہوسکے۔ جناب عالی! اس آیت میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ لفظ متاع کا استعمال قرآن نے نکاح والی عورت کے حوالہ سے کیا ہے۔ کوئی بات نہیں، کسی اور جگہ بھی تلاش کیا جائے۔ ہاں چار آیات اور آگے پڑھتے ہیں فرمایا گیا ہے کہ" والذین یتوفون منکم و یذرون ازواجا وصیۃ لازواجھم متاعا الی الحول غیر اخراج فان خرجن فلاجناح علیکم فی مافعلن فی انفسھن من معروف واللہ عزیز حکیم (2-240)" جناب دیکھا آپ نے کہ اس آیت میں بھی نکاح والی بیویوں کے لئے حکم دیا جارہا ہے کہ ان کے شوہر مرنے سے پہلے کم سے کم ایک سال کے لئے انہیں متاع سامان زیست دینے کی وصیت کر کے جائیں، آگے اس بیوی کی مرضی ہے کہ فوت ہونے والے شوہر کے گھر میں کتنا وقت رہتی ہے، اگر نہ بھی رہے تو اس کو اختیار ہے۔ اچھا آگے پھر اور بھی جگہ تلاش کیا جائے کہ لفظ متاع نکاح والی بیوی کے لئے قرآن حکیم استعمال کرتا ہے یا کہیں متعہ کی امامی تشریح

کی بھی کوئی تائید ملتی ہے؟ پھر سورۃ الحجر کی آیت 88 اور سورۃ طٰہٰ میں (131، آیت) میں ایک قسم کا فرمان ہے کہ "ولاتمدن عینک الی مامتعنابہ ازواجا منھم" ان دونوں مقامات پر بھی متاع کا صیغہ سامان حیات کی خوشحالی اور فراوانی کی معنوں میں آیا ہے، متعہ یہاں بھی ناپید ہے۔ اس کے علاوہ سورۃ احزاب میں بیویوں کو متاع دینے کا ذکر ہے "یاایھا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا وزینتھا فتعالین امتعکن واسرحکن سراحا جمیلا (33-28) غور فرمایا جائے کہ اس آیت کریمہ میں بھی متاع کا لفظ نکاح شدہ بیویوں کے لئے آیا ہے آگے اسی سورۃ میں آیت کریمہ ہے کہ" یاایھاالذین آمنوااذانکحتم المومنات ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فمالکم علیھن من عدۃ تعتدونھا فمتعوھن وسرحوھن سراحا جمیلا (33-49) جناب اچھی طرح غور فرمایا جائے کہ یہاں بھی نکاح کا لفظ اور متاع دینے کا بھی حکم ہے لیکن دونوں میاں بیوی میں وظیفہ زوجیہ جماع وغیرہ بھی نہیں ہوا پھر بھی قرآن طلاق شدہ بیوی کو متاع دلا رہا ہے۔ اس آیت میں امامی مذہب کے متعہ کا تو تصور بھی نہیں ہوسکتا۔ خلاصۂ کلام یہ کہ پورے قرآن میں متاع کا لفظ نکاح والی بیوی کے ساتھ امتعکن و متعوھن کے صیغوں سے استعمال ہوا ہے، اور آیت (4-24) میں جو صیغہ" فااستمتعتم بہ منھن "کا استعمال ہوا اس کو آیت (4-24) کے تناظر میں سمجھنا ہوگا جس میں حکم ہے کہ" ولا تنکحو امانکح آبائکم "اس کے بعد قرآن نے جو محرمات کی لسٹ گنوائی ہے اس کے اختتام پر فرمایا کہ" واحل لکم ماوراء ذالکم (4-24)" تو یہ بات صاف صاف ثابت ہوگئی ہے کہ محرمات کے لئے حکم تھا" لاتنکحوا" اب ان کے سوا" ماوراء" کو جو حلال بتلایا گیا تو ان کے لئے حکم ہوگا" ان سے نکاح کرنے کا" یہ اتنی سی بات سمجھنے میں تو کوئی اشکال نہیں ہے۔ جناب قارئین! اسلام کی صحیح تعبیر میں رکاوٹ تو مولوی لوگ ہیں خواہ یہ مولوی کسی بھی امامی فقہ سے تعلق رکھتے ہوں۔ شروع میں جب قرآنی دین کو بگاڑنے کی تحریک چلی تھی تو علیؑ

مولائے کائنات کے نام سے وصی، ولی، امامت کے القاب سے فارس اور خیبر کے
دانشوروں نے قرآن کی تعبیرات میں تحریف معنوی کرنے کے لئے باطنی معانی کی
پرمٹ دی تھی، پھر خود باطنی فرقہ والوں نے بھی تاویل کے نام سے اپنے جملہ اماموں
کو قرآن کے مفاہیم بگاڑنے کی پرمٹ دی۔ اس سازش کو کامیاب بنانے کے لئے
جملہ امامی فقہوں اور مسلکوں کے دانشوروں سے منت کی کہ ہمارے کام میں روڑا نہ
اٹکاؤ، ہم اکیلے علیؑ کو مولائے کائنات کہنے کے ساتھ بطور رشوت آپ سب کو بھی مولوی
اور مولانا کہا کرینگے، آپ بھی ہمارے بھائی بند ہیں۔ اب آج کے دور میں مولوی اور
مولانا کہلانے والا بھی امامی تحریفات کے ذریعے قرآن کو منسوخ قرار دینے کے لئے
چاق و چوبند کھڑا ہے کہ خلاف قرآن نابالغ بچیوں کی شادی کی جاسکتی ہے۔ آج بھی
مولوی خلاف قرآن، معاشی مساوات والے قرآنی نظریہ (14-10)(53-39)
کے خلاف جاگیرداری اور سرمایہ داری کا محافظ اور چوکیدار بنا ہوا ہے۔ آج کا مولوی
بھی غلام سازی پر بندش کے قرآنی حکم (8-67) کے خلاف غلام سازی اور عورتوں کو
لونڈیاں بنا کر ان سے بغیر نکاح کے جماع کرنے کا اماموں والا فقہ پڑھتا اور پڑھاتا
ہے۔ میرے تعلقات اہل سنت والوں کے ساتھ ان کا شاگرد ہونے کے ناطے تو رہے
ہیں لیکن اہل شیعت کے لوگوں سے آج بھی میرے سماجی تعلقات ہیں۔ ان میں سے
کئی لوگ آنیسٹ اور نہایت خدا ترس، انسان دوست بھی ہیں۔ ایسے پڑھے لکھے
لوگ بھی اگر قرآن کے قریب نہیں تو ان کے اس جرم کے ڈبل مجرم تو ان کے مولوی اور
مذہبی پیشوا ہیں جو ان کو دھوکا دیتے رہتے ہیں کہ قرآن یہی کچھ ہے جو اماموں نے
سکھایا ہے اور بس۔ اماموں کے سکھائے ہوئے قرآن سے تو انہوں نے عارضی بیوی کا
تصور لا کر قرآن پر جھوٹا الزام لگایا ہے۔ میں اس مضمون میں امامی فقہوں کے گھڑے
ہوئے متعہ کے خلاف سارے دلائل قرآن سے دے رہا ہوں، اور ان لوگوں نے جو
متعہ کو قرآن سے ثابت کیا ہے اس کا رد بھی دیکھیں کہ قرآن سے ہی دے رہا ہوں۔

سو باتوں کا ایک جواب، ایک بات سے

قرآن حکیم سورۃ المعارج میں پاسداران انقلاب و محافظین ملت، مومنین، مصلّین
کی شان اور مرتبہ کا تعارف کراتے ہوئے بتاتا ہے کہ اوپر کی آیات کے مجرم لوگوں
کے برعکس ہمارے مصلّی لوگ وہ ہیں جو اپنی ڈیوٹیوں پر ہمیشگی اور پابندی کرنے
والے ہیں، ان کے اموال میں حاجتمند، سائل، محروم سب کے لئے ایک مقرر مقدار
کھلا رہتا ہے، جسے محروم لوگ اپنے حصے کا حق سمجھ کر ان سے لیتے ہیں۔ یہ لوگ یوم
حساب کو ماننے اور اس کی تصدیق کرنے والے ہیں اور ربوبیت جہاں کے مالک
کے عذاب اور پکڑ سے ڈرنے والے ہیں۔ یہ لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے
والے ہیں، سوائے اپنی بیویوں کے اور اسلام کے آنے سے قبل جو معاشرہ کے اندر
لونڈیوں کی صورت میں سماج کا حصہ بنی ہوئی تھیں، ان کے سوا کسی عورت سے کسی
بھی صورت میں وہ اپنی شرمگاہوں کو استعمال میں نہیں لاتے۔

محترم قارئین! اس آیت کریمہ نے نہایت ہی واضح انداز میں شرم گاہوں کے
استعمال کے جو طریقے بتائے ہیں ان میں امامی علوم والے متعہ کی کوئی گنجائش نظر نہیں
آتی، چہ جائیکہ ان لوگوں نے اس امامی اختراع کو قرآن کی آیت (4-24) سے
اسے ثابت کرنے کی ناکام کوشش بھی فرمائی ہے، لیکن آپ نے اوپر تصریف آیات
والے تفاصیل میں ابھی ابھی پڑھا کہ گھریلو زندگی میں لفظ متاع کا استعمال قرآن حکیم
نے صرف نکاح والی بیویوں کے حوالے سے کیا ہے۔

متعہ کے سماجی مقاصد؟

ادارہ البلاغ المبین اسلام آباد نے مجھے ایک کتاب ارسال کی ہے جس کا نام ہے
''نکاح موقت (متعہ) ایک تحقیقی جائزہ'' اس کتاب کے صفحہ نمبر ۱۴۲ پر ہے کہ شعبہ نے
حکم بن عیینہ سے روایت بیان کی ہے کہ میں نے حکم سے پوچھا، کیا آیت متعہ نسخ
ہوئی ہے؟ حکم نے کہا نہیں۔ اس کے بعد کہا، امیر المومنین (علی علیہ السلام) نے

فرمایا، اگر حضرت عمرؓ نے متعہ کو حرام قرار نہ دیا ہوتا تو کوئی شقی ہی زنا میں مبتلا ہوتا (بحوالہ طبری جلد ۵ صفحہ ۹)۔ جناب قارئین! اس حدیث سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے کہ متعہ کا فعل اور عمل معاشرے سے زنا کو ختم کرتا ہے۔ اس حدیث کی روشنی میں میرا خیال ہے کہ آج کے ایران میں زنا کے اڈے اور اعمال بالکل نہیں ہونے چاہئیں کیوں کہ وہاں متعہ کا عمل سرکاری طور پر جائز اور تسلیم شدہ ہے۔ لیکن ایران یاترا کر کے آنے والے کئی لوگوں سے خبر ملی ہے کہ زنا کے مواقع بغیر متعہ کے بھی وہاں جا بجا میسر ہیں ان کی تفصیل بہت لمبی ہے، جس سے یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ اوپر والی امیر المومنین علیہ السلام کی حدیث صحیح نہیں ہے کہ معاشروں کے اندر متعہ کے عمل کو رائج کرنے سے زنا کرنے والا کوئی شقی آدمی ہی ہوگا۔ بہرحال متعہ کے جواز والی مملکت میں بھی اگر زنا کا بازار گرم ہے تو کم سے کم یہ تو ثابت ہو گیا کہ متعہ کو رائج کرنے اور جائز بنانے سے جس زنا کا سدباب کرنا مقصود تھا کم از کم وہ تو نہیں ہو سکا۔ جب کہ قرآنی نسخہ جات ہوتے ہی اس لئے ہیں کہ معاشرے سے برائیوں اور بدکاریوں کا خاتمہ ہو جائے (29-45)۔ میں عزیز اللہ تو کم سے کم جناب علی علیہ السلام کے قول مبارک کو خلاف قرآن نہیں کہہ سکتا، لہٰذا اگر اوپر کی یہ حدیث خواہ مخواہ بھی علی کی کہی جائے گی تو وہ علی افغانستان کے شہر مزار شریف کے مزار میں جو مدفون ہے یہ اسی کی ہو سکتی ہے، اور جس علی کے پاس امام ابوحنیفہ (نعمان بن ثابت) کے والد بنام ثابت غلام تھے اور ان کا رہائشی مقام افغانستان کا شہر ہرات تھا۔ ان دنوں افغانستان، ازبکستان، تاجکستان، کرغیزستان، سمرقند، بلخ، بخارا سارے سینٹرل ایشیا کے ممالک ان دنوں فارس کا حصہ تھے۔ فاروق اعظمؓ کے زمانہ میں فارس کی فتح صرف قادسیہ تک ہوئی تھی۔ جب کہ بقیہ سارا فارس آزاد تھا۔ شاہ فارس فتح قادسیہ کے بعد اپنے مشرقی علاقوں میں چین کے قریب آ کر بسے تھے، جہاں سے آل رسولؐ اور علم الروایات کا اسٹرکچر ایجاد کرایا گیا، اور مجوسیت کو اسلامائیز کرتے کرتے اسلام کو مجوسائیز کر دیا گیا۔

آج اسلام آدھا تیتر آدھا بٹیر بنا ہوا ہے۔ جس کے لئے قرآن کا اعلان ہے کہ ہمیں ایسا اسلام قبول نہیں ہے جو ''نؤمن ببعض ونکفر ببعض'' ہو (4-150)۔

کتاب نکاح موقت کے کچھ دلائل پر تبصرہ

کتاب کے حصہ دوم میں جو جناب محسن علی نجفی صاحب کی ''تفسیر الکوثر فی تفسیر القرآن'' سے ماخوذ ہے اس میں صفحہ نمبر ۴۵ پر ایک عنوان ہے 'عقد متعہ اور عقد دائمی کے مشترکہ امور'۔ یہ مشترکہ امور فاضل مفسر صاحب نے آٹھ عدد گنوائے ہیں جو یہ ہیں:۔

(۱) عقد (۲) حق مہر (۳) حق حصانت (۴) نشر حرمت (۵) عدت (۶) عقد کے لئے سبب و نسبی مانع نہ ہے (۷) اولاد کا وارث بن جانا (۸) ولی کی اجازت کی ضرورت فانکحوھن باذن اھلھن۔

کیا یہ بھول چوک ہے؟

محترم قارئین! سب سے پہلے اس موضوع کے نام پر بحث کرتے ہیں جو نکاح موقت کے عنوان سے ہے، اور خود کتاب جس کے دلائل پر تبصرہ کر رہے ہیں اس کا بھی نام ہے۔ ''نکاح موقت (متعہ) ایک تحقیقی جائزہ'' سو جناب لفظ وقت اپنے مختلف صیغوں میں قرآن حکیم کے اندر کل تیرہ بار استعمال ہوا ہے۔ ان تیرہ عدد موقعوں پر کسی بھی جگہ پر نکاح کے ساتھ اس کا استعمال نہیں ہوا جو کہ سماج اور معاشرہ کا اتنا بڑا مسئلہ ہے، جسے علی جیسا آدمی کہتا ہے کہ نکاح موقت کو معاشروں میں رائج کرنے سے زنا تقریباً ختم ہو جائیگا (کتاب نکاح موقت صفحہ نمبر ۱۵)۔ اگر نکاح موقت واقعی کوئی ایسی چیز ہے تو لفظ نکاح بھی اللہ نے قرآن کے اندر تیس بار دہرایا ہے، تکرار کیا ہے۔ ان تیس موقعوں میں کسی ایک جگہ پر ہی بتا دیتا کہ نکاح موقت بھی

ہوتا ہے۔ یا نہیں تو تیس عدد سے ایک عدد بڑھا کر اکتیس عدد میں نکاح موقت کی قسم بھی بتا دیتا۔ آخر اتنی اہم بات قرآن سے کیوں رہ گئی؟ اللہ عزوجل نے تو اپنی کتاب کی شان میں فرمایا ہے کہ ''ولا رطب ولا یابس الافی کتاب مبین'' (6-59)، یعنی کوئی ایسی گیلی یا سوکھی چیز نہیں ہے جسے ہم نے اپنی اس کتاب مبین میں نہ لایا ہو''، تو یہ نکاح موقت کس کی بھول چوک سے رہ گیا؟ یہ صورتحال صاف بتا رہی ہے کہ متعہ باز لوگ قرآن کو اپنی نفسانی خواہشات بد کا تابع بنانے کے لئے معنوی تحریف سے بڑھ چڑھ کر قرآن کے اندر لفظی ترمیم کرنے سے بھی نہیں باز آتے، اور اصحاب رسولؐ کو بھی اس گناہ میں جھوٹی روایتوں کے ذریعے شامل کر لیتے ہیں۔ ثبوت ملاحظہ فرمایا جائے اس کتاب نکاح موقت کے صفحہ نمبر ۵۴ پر ایک عنوان ہے 'آیت متعہ کی ایک قرأت (الی اجل مسمی)'۔ دیکھا جناب قارئین! آپ ابھی تصریف آیات قرآن کی روشنی میں پڑھ کر آئے کہ لفظ متاع کا قرآن میں جہاں بھی نکاح والی آیات میں ذکر ہوا ہے وہ دائمی نکاح (نکاح کی ایک ہی قسم) کے ساتھ استعمال ہوا ہے اور بس۔ لیکن یہ لوگ اپنی نفسانی خواہش سے مغلوب ہو کر آیت 4-24 کو آیت متعہ کہے جا رہے ہیں جس میں وقت یا موقت کا لفظ بھی ساتھ نہیں ہے۔ اس کتاب میں خود اصحاب رسولؐ کے لئے لکھا ہے کہ وہ اس آیت کو فما استمتعتم بہ منھن ۔ ۔ ۔ کو (الی اجل مسمی) کے اضافے اور ترمیم کے ساتھ قرأت کیا کرتے تھے۔ اس کو جناب محسن علی نجفی صاحب نے قرأت سے تعبیر فرمایا ہے۔ کوئی بتائے کہ اتنی بڑی تحریف قرآن کو قرأت کا لہجہ کیسے کہا جائیگا؟ کیوں کہ قرأت کے اختلاف کو تو لہجوں کے اختلاف سے تعبیر کیا گیا ہے، جب کہ یہ بھی جھوٹ ہے۔ صفحہ ۵۵ پر ان اصحاب رسولؐ و تابعین کے نام گنوائے گئے ہیں جن کو اتنی بڑی تحریف کا مرتکب بتایا گیا ہے۔ ابن عباس، ابی کعب، حبیب بن ثابت بن جبیر، سدی، عبداللہ بن مسعود یہ لوگ اس گنتی میں شامل کیے گئے ہیں۔ اصحاب رسولؐ کے نام سے اگر کوئی قرآن دشمن امام جھوٹ بولے تو

اسے بھی آنکھیں بند کر کے قبول کرتے ہیں پھر اور لوگوں کو بھی کتابیں لکھ کر بتاتے ہیں کہ یہ دیکھو صحابی لوگ بھی قرآن میں اضافے کر رہے ہیں۔ نجفی صاحب نے بڑے اہتمام سے ان کے حوالے بھی لکھے ہیں، روح المعانی (۵-۵) تفسیر طبری (۵-۹) بیہقی۔ کشاف، تفسیر قرطبی۔ نووی شرح مسلم (۹-۱۸۱)۔ جناب قارئین! اصحاب رسولؐ کے لئے جب قرآن حکیم نے ''والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ واعد لھم جنات تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا ابدا ذالک الفوز العظیم'' (9-100) کہہ کر یہ باور کرا دیا کہ صحابہ تو بڑی بات ہیں ان کے جو تابعین باحسان ہیں، ان سب کے لئے ''جنات تجری تحتھا الانھار'' کا ہم سرٹیفکیٹ دیتے ہیں۔ اب جو کوئی شخص ان کو قرآن میں ترمیم کرنے کا مرتکب قرار دے گا، تو ہم اسے منکر قرآن اور دشمن اصحاب رسولؐ و دشمن تابعین کرام کہیں گے۔ یہ روایتوں والے جھوٹ ان کے اپنے بنائے ہوئے ہیں۔ اصحاب رسولؐ و تابعین، قرآن میں ہرگز اضافے نہیں کر سکتے۔ صدیوں سے دشمنان قرآن کو بڑے بڑے القابوں، امام، محدث، مفسر کے عہدوں سے ان کی تعریفوں کے پل بنائے گئے ہیں، یہ سب کچھ اس لئے کہ ان کی اوٹ میں قرآن کے اندر تحریفات کو لوگوں سے قبول کروا سکیں۔ بہرحال محترم قارئین! اب خود جناب محسن علی نجفی کی علمی تشریحات کے لحاظ سے ان کی ایمانداری اور امانت داری کا ملاحظہ فرمائیں جب کہ ان کا تعارف بھی مفسر قرآن کی حیثیت سے کرایا گیا ہے اور ان صاحب کا یہ مضمون کہ 'عقد متعہ اور عقد دائمی کے مشترکہ امور' خود ان کے تفسیر قرآن کا حصہ ہے۔ اب دیکھیں کہ یہ لوگ قرآن کی تفسیر کرتے وقت خود قرآن کا اتباع کرتے ہیں یا قرآن کو اپنے پیچھے چلانا چاہتے ہیں۔ ان مشترکہ امور میں سے پہلی چیز نکاح اور متعہ کے درمیان 'عقد' کو قرار دیا ہے۔ یہ معاملہ قرآن حکیم سے ہی فیصل کرانا ہوگا کہ اس کی نظر میں واقعی 'عقد'، نکاح اور متعہ کے درمیان مشترک ہے یا

نہیں، تو جناب عالی! سورۃ بقرۃ میں آیت 235-234 میں آیا ہے کہ جو لوگ تم میں
سے وفات پا جائیں اور اپنے پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ بیویاں اپنی عدت چار مہینے
دس دن کی گذاریں اور عدت گذارنے کے بعد وہ اپنے لئے قانون کے مطابق جو بھی
فیصلہ کرنا چاہیں انہیں اختیار ہے۔ اس کے بعد والی آیت میں ہے کہ اس بات میں تو
کسی کے لئے کوئی حرج نہیں ہے کہ عدت کے دوران اس عورت سے نکاح اور شادی
کرنے کا اشارہ و کنایہ میں کوئی عندیہ دیں یا ایسی بات دل میں چھپائیں، اللہ کو تو پتہ
ہے کہ تم عدت کے بعد اس کے ساتھ ایسا ذکر کرنے والے ہو۔ لیکن خیال رہے کہ
دوران عدت مخفی طور پر اس سے وعدہ اور اقرار حاصل نہ کریں سوائے قانون کی حد میں
رہتے ہوئے اپنی خواہش کا اظہار کرنے کے "ولاتعزموا عقدۃ النکاح حتی یبلغ الکتاب
اجلہ (2-235) یعنی عقد نکاح کا عدت ختم ہونے سے پہلے عزم نہ کریں"۔ اس کے
بعد آیت نمبر (2-237) میں ہے کہ اگر تم لوگ شادی کے فوراً بعد طلاق دینا چاہتے
ہو اور اس وقت تک آپس میں وظیفہ زوجیت جماع وغیرہ نہیں کیا تو دوران مناکحت تم
نے اس کے لئے مہر دینے کا جو تعین کیا ہوا تھا، تو ایسی صورت میں طلاق کی وجہ سے
آدھا مہر دینا ہوگا، ہاں اگر عورت اپنا حق مہر معاف کر دیتی ہے تو یہ بھی اس کا اختیار
ہے۔ لیکن اگر طلاق نکاح کی گرہ کھولنے ختم کرنے کا سلسلہ جنابانی مرد کر رہا ہے تو وہ
آدھے کے بجائے پورا دیدے تو اچھا ہے "اویعفوا الذی بیدہ عقدۃ النکاح
وان تعفوا اقرب للتقوی (2-237)" کیوں کہ "ولاتنسوا الفضل بینکم"۔ یہ
حسن سلوک کا تقاضا ہے۔ معاملات کے وقت اس کا خیال رکھا کرو۔ آگے پھر
سورۃ النساء کی آیت نمبر 33 میں حکم ہے ہم نے جملہ ورثاء کے لئے "مماترک
الوالدان والاقربون" کی میراث سے ان کے حصے مقرر کئے ہیں۔ نیز "والذین
عقدت ایمانکم فاتوہم نصیبہم یعنی وہ رشتے جو عقود کی بنیادوں پر استوار ہوئے ہیں ان
میں بھی جس کا جو حصہ ہے وہ اسے دیا جائے"۔ جناب قارئین! قرآن حکیم میں لفظ

عقد اپنے مختلف صیغوں میں سات بار استعمال ہوا ہے جن میں سے تین بار جو کا
استعمال ہم نے نوٹ کیا ہے یہی تین بار عقد کا استعمال نکاح کے حوالے سے ہے۔ '
نکاح' قرآن کی نظر میں صرف ایک ہی قسم کا ہے، قرآن میں دوسرے 'عارضی اور
موقت نکاح' کا کہیں بھی ذکر نہیں ہے۔ جناب محسن علی نجفی صاحب نے لفظ عقد کو
نکاح اور متعہ کے درمیان جو مشترکہ امر قرار دیا ہے جناب والا نے یہ جھوٹ فرمایا
ہے۔ اگر جناب والا کا یہ فرمان سچا ہے تو پھر ایسی آیت کا حوالہ دکھائیں جس میں متعہ
کے لئے عقد اور ایگریمنٹ کا ذکر ہوا ہو۔ اس کے بعد دوسری قدر مشترک نجفی
صاحب نے حق مہر کو شمار فرمایا ہے۔ جناب عالی! حق مہر کا تعلق تو عقد نکاح کے لئے
ہوتا ہے جب کہ پورے قرآن میں متعہ کا عقد اور ایگریمنٹ 'موقت اور توقیت' کے
حوالوں سے کہیں بھی نہیں ہے۔ قرآن نے لفظ 'وقت' کو مختلف شکلوں میں تیرہ بار
استعمال بھی کیا ہے تو اسی امامی تحفہ 'عارضی اور موقت' نکاح کا وقت کی قید سے کہیں تو
ذکر ہوتا؟ یہ ذکر اس وقت ہوتا جب متعہ قرآن نے دیا ہوتا۔ امامی گھڑاوتوں کا تو
قرآن ساتھ نہیں دیتا۔ جو لوگ بغیر ثبوت کے قرآن کے حوالوں کا ذکر کرتے ہیں نام
لیتے ہیں وہ اللہ کے ہاں جواب دینے کے لئے تیار رہیں۔ جو لوگ قرآن کے نام
سے، کلام اللہ کے نام سے خلق خدا کے لئے جھوٹ کہتے ہوں، جھوٹ کی نسبت
قرآن کی طرف کرتے ہیں، ان کے لئے قرآن کا اعلان ہے کہ "ومن اظلم ممن
افتری علی اللہ کذبا او کذب بآیاتہ انہ لایفلح الظالمون (6-21) یعنی جو اللہ کی طرف
جھوٹی باتوں کی نسبت کرے یا اللہ کی آیات قرآن کی طرف ایسی نسبت کرے ایسے
آدمی سے بڑھ کر بڑا ظالم اور کون ہو سکتا ہے، اور یہ بات بھی سن لو کہ ظالم لوگوں کو اللہ
کامیاب ہونے نہیں دیتا"۔ جناب عالی! جناب محسن علی نجفی صاحب نے اپنے تفسیر
قرآن بنام 'الکوثر' میں جو تیسری چیز نکاح اور متعہ کے درمیان قدر مشترک کے طور پر
گنوائی ہے وہ ہے "حق حصانت" یعنی متعہ کرانے والی عورت بھی محصنات میں سے

شمار کی گئی ہے۔ محصن مرد و عورت قرآن حکیم میں شادی شدہ مرد و عورت اور غیر شادی شدہ مرد و عورت دونوں کے لئے استعمال ہوا ہے حصن کے معنیٰ تو محفوظ کے ہیں۔ شادی سے پہلے احصان کے معنیٰ یہ ہیں کہ وہ مرد یا عورت شہوانی بے راہ رویوں سے محفوظ ہوں اور شادی کے بعد احصان کے معنٰی ہیں کہ اپنے حق زوج اور زوجہ کے سوا، اغیار سے محصن اور محفوظ ہوں۔ جناب قارئین! لفظ حصن قرآن حکیم کے اندر اپنے مختلف صیغوں میں اٹھارہ بار استعمال ہوا ہے اور کسی بھی مقام پر 'متعہ یا نکاح موقت' کے ساتھ اس کا استعمال نہیں ہوا ہے۔ یہ لوگ جو متعہ باز مرد یا متعہ باز عورت کے لئے حق حصانت میں قرآن کی واحد نکاح والی حصانت کے ساتھ شریک بتاتے ہیں، تو ادارہ البلاغ المبین کے اس کتاب ''نکاح موقت (متعہ) ایک تحقیقی جائزہ'' کے صفحہ نمبر ۴۳ کا مطالعہ کریں۔ ادارے کے کسی اسکالر نے حاشیہ میں لکھا ہے کہ عبدالمالک زرقانی نے شرح مختصر ابی ضیاء ج ۳ ص ۱۹۰ پر کہا ہے، 'متعہ جو کسی بھی وقت قابل فسخ ہے، کی حقیقت یہ ہے کہ مرد یا عورت یا ان کے ولی عقد اس طرح پڑھیں کہ اس میں مدت مذکور ہو اور یہ کہ مرد عورت کو اپنے مقصد سے آگاہ کرے۔ اگر صیغہ میں مدت کا ذکر نہ ہو، لیکن مرد اس کا قصد کرے اور عورت بھی مرد کے قصد کو سمجھ جائے تو بھی کافی ہے۔ امام مالک کا فتویٰ یہی ہے اور یہ عقد مسافروں کے لئے مفید ہے۔ محترم قارئین! محصنین محصنات اور حصن جس کا مفہوم آپ نے پڑھا کہ بے راہ روی سے محفوظ ہو اور عفت کے قلعۂ نکاح میں آنے کے بعد محفوظ ہو جائے۔ تو اب اس عبارت میں جو لکھا ہے کہ متعہ جو کسی بھی وقت قابل فسخ ہے یعنی متعہ کرنے والا مرد اور متعہ کرانے والی عورت جب چاہیں تو کھیل ختم پیسا ہضم۔ کیا اس عمل کو حصن (قعلہ بند او محفوظ) کے معنیٰ میں شمار کیا جا سکتا ہے؟ قرآن نے شوہر اور بیوی کی علحدگی کو پنچائتی اور عدالتی معاملہ قرار دیا ہے یہ کہہ کر کہ ''وان خفتم شقاق بینھما فابعثوا حکما من اھلہ وحکما من اھلھا (4-35)''۔ یہ متعہ قرآن کے فلسفہ ازدواجیت کے صریحاً خلاف ہے، یہ خالص

امامی گھڑاوت ہے۔ متعہ کے شوقین لوگ امامی مذہب والے سنی مارکہ شیعوں کی طرح کھل کر کیوں نہیں کہتے جس طرح انہوں نے نماز کے لئے کہا ہے کہ یہ رائج الوقت نماز قرآن سے نہیں بلکہ علم الاحادیث سے انہیں ملی ہے۔ تو ان کی طرح آپ بھی اثنا عشری لوگ صاف صاف کہہ دو کہ متعہ کا تحفہ امامی احادیث سے آپ کو ملا ہے اس کی تفاصیل قرآن میں نہیں ہیں۔ یہ آپ کی خلاف قرآنی عبادت ہے۔ ویسے بھی جس آیت 4-24 سے آپ متعہ کو ثابت کر رہے ہیں، آپ نے اس آیت کو 'آیت متعہ' قرار دیا ہوا ہے۔ اللہ پاک نے اسی آیت میں سمجھایا ہوا ہے کہ اوپر کی محرمات والی فہرست میں بتائی گئی رشتے والی عورتوں کے علاوہ باقی عورتوں سے نکاح کر سکتے ہیں لیکن وہ نکاح احصان والا، حق حصانت والا ہونا چاہیئے متعہ والا ٹمپریری نہیں ہونا چاہیئے جس میں صرف منی بہانے کی لذت حاصل کرنا مقصود ہو۔ اس آیت کے ان الفاظ 'محصنین غیر مسافحین' سے یہی مراد ہے، سفح کے معنیٰ متعہ کی تشریح پر مکمل طور پر فٹ آتی ہیں جو معنیٰ آپ نے اپنی کتاب کے صفحہ ۴۳ پر لکھی ہے کہ امام مالک کا فتویٰ یہی ہے اور یہ عقد مسافروں کے لئے مفید ہے، یہی تو سفح ہے۔ البلاغ المبین ادارہ کے اسکالر بخوبی جانتے ہونگے کہ ائمہ اربعہ اہل سنت کا لقب تاریخ میں مخلصین شیعہ لکھا ہوا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اہل سنت کے امام لوگ اثنا عشری شیعہ نہیں ہیں وہ زیدی شیعہ ہیں۔ شیعت نام ہے قرآن کے انقلابی اعلانات کی مخالفت کرنے کا جو یہ ہیں۔ غلام سازی پر بندش، نابالغ بچوں کے نکاح پر بندش، جاگیرداری اور سرمایہ داری نظام پر بندش اور معاشی مساوات وغیرہ (چنانچہ ان نظریوں میں شیعہ فقہ اور سنی فقہ والے ایک ہی نظریہ رکھتے ہیں۔ اثنا عشری شیعہ لوگ تقیہ پر ایمان رکھتے ہیں زیدی شیعہ ڈنڈے باز ہیں تقیہ نہیں کرتے۔ الرسالہ میں اس کے اپنے مسلک کے پیروکار نے مقدمہ میں لکھا ہے کہ امام شافعی اپنے استاد کے لئے کہا کرتے تھے 'انا من غلمان' مالک بن انس کے لونڈوں میں سے ہوں۔ اس حد تک، کہ مسند درس

سے جب اٹھتے تھے تو وہ خون آلود ہوتے تھے۔ اور امام شافعی کا اپنے نظریہ اور مسلک کے لئے اعلان تھا کہ 'لو کان الرفض حب آل محمد فلیشھد الثقلان انی رافض' یعنی اگر رفض نام ہے آل محمدؑ سے محبت کرنے کا تو دونوں جہانوں کے لوگ سن لیں کہ میں رافضی شیعہ ہوں۔ اس کے بعد جناب محسن علی نجفی صاحب نکاح اور متعہ کے درمیان چوتھی چیز جو قدر مشترک امر میں سے گنواتے ہیں وہ ہے 'نشر حرمت'۔ معزز قارئین! آپ ابھی پڑھ کر آئے ہیں کہ اللہ نے تین مقامات پر نکاح کے ساتھ عقد کے لفظ کا استعمال کیا ہے اور چوتھی جگہ میں فرمایا ہے کہ ''واخذن منکم میثاقا غلیظا (4-21) یعنی نکاح کو میثاق غلیظ، یعنی سخت قسم کے معاہدے سے تعبیر کیا ہے''۔ عورت پر فحاشی کا الزام ثابت کرنے کے لئے چار شاہد قرآن نے طلب کئے ہیں اور طلاق کی عدت ختم ہونے کے بعد جو پھر سے رکھنے یا جدا کرنے کا اختیار دیا ہے تو دونوں صورتوں کے لئے قرآن نے فرمایا ''فاذا ابلغن اجلھن فامسکوھن او فارقوھن بمعروف واشھد واذوی عدل منکم واقیموا الشھادہ للہ من کان یومن باللہ والیوم لآخر (2-65)'' یعنی نکاح اور طلاق دونوں میں قرآن حکیم نے شہادتیں نوٹ کرنے کا حکم دیا ہے۔ نکاح اور شادی کی نشر حرمت شہادتوں سے اور عدالت کے پاس اس عقد نکاح کی شہادتوں سمیت رجسٹریشن سے ہے، اس امامی [illegible] نشر حرمت کو قرآن والے نکاح (جو صرف ایک ہی قسم کا ہے) اس کے ساتھ علامہ نجفی صاحب بطور قدر مشترک ملا رہے ہیں تو علامہ صاحب نے نہ قرآنی نکاح کے امور میں سے شہادتوں کو شمار کیا ہے نہ ہی اپنے امامی تحفہ متعہ میں ہی شاہدوں کا ذکر فرمایا ہے۔ تو بغیر شہادتوں کے نشر حرمت کس طرح ہوگی؟ بغیر شاہدوں کے جو بھی متعہ کے حوالہ سے عمل ہوگا وہ نشر حرمت تو نہیں ہوگا وہ تو بے حرمتی ہوگی''۔ آخر نکاح کے ذکر میں حکم قرآن شہادت (2-65) کا ذکر تو نجفی صاحب گول کر جاتے ہیں۔ متعہ میں شہادتوں کے وجود میں نہ لانے سے بھی اگر وہ متعہ حرمت والا بنتا ہے تو ایسا احترام امامی فقھوں میں ہو تو ہو، قرآن کے فقہ میں ایسا عقد بے حرمت

ہوگا اور غیر محترم اور فاسد بھی۔ علامہ نجفی صاحب نکاح اور متعہ کے مشترکہ امور میں سے پانچویں نمبر کا امر بتاتے ہیں 'عدت'۔ قرآن میں جو عدت کا ذکر ہے وہ تو منکوحہ بیوی سے تعلق رکھتا ہے اور نکاح کے وقوع اور ثبوت کے لئے شاہد ضروری ہوتے ہیں، متعہ میں شاہدوں کا شرط نجفی صاحب لائے ہی نہیں ہیں۔ جب شاہد نہ ہوں تو نکاح نہ ہوگا، جب نکاح نہ ہو تو طلاق والی علیحدگی نہ ہوگی، جب علیحدگی نہ ہوگی، تو عدت کا ہے کی؟ علامہ نجفی صاحب نکاح اور متعہ کے لئے آٹھ مشترکہ امور میں سے چھٹے نمبر پر لائے ہیں 'عقد کے لئے سببی و نسبی مانع نہ ہونا'۔ سو محترم قارئین! عقود کے لئے، نکاح کے لئے تو شاہد درکار ہوتے ہیں۔ متعہ کو ہم عقد جب مانیں جب اس میں شواہد ضروری ہوں۔ بغیر شاہدوں کے جب عقد ہی نہیں تو پھر اس کے سببی اور نسبی موانع پر بحث کا ہے کا؟ علامہ نجفی صاحب نے ساتویں نمبر پر قدر مشترک امر لکھا ہے 'اولاد کا وارث بن جانا'۔ جناب نجفی صاحب کے اس دعوے کا کوئی ثبوت نہیں کیوں کہ پوری دنیا میں وراثت کے بارے میں قانون یہی ہے کہ متوفی کی بیوی وہی کہلائے گی جو ملکی قانون کے مطابق باقاعدہ نکاح کے ذریعہ بیوی بنائی گئی ہو اور اسی طرح اولاد بھی وہی کہلائے جو منکوحہ بیوی کے بطن سے پیدا ہوئے ہوں۔ علامہ نجفی صاحب نے اپنی تفسیر القرآن الکوثر میں نکاح اور متعہ کے قدر مشترک امور میں سے جو آٹھواں اور آخری امر گنوایا ہے وہ ہے 'ولی کی اجازت کی ضرورت'۔ پھر اس کے لئے دلیل لائے ہیں ''فانکحوھن باذن اھلھن'' (4-25)۔ جناب عالی! علامہ نجفی صاحب نے جو ولی کی اجازت کے لئے دلیل میں آیت لائی ہے وہ کنیزوں سے متعلق ہے، اور اس میں بھی نکاح کا ذکر ہے متعہ کا نہیں ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جو عورتیں کنیزیں یا لونڈیاں نہ ہوں ان کے ساتھ بھی متعہ نہیں ہو سکتا، کیوں کہ قرآن حکیم نے آزاد عورتوں کے لئے کہیں بھی یہ نہیں لکھا کہ ان کا نکاح ان کے اہل خانہ والے کرائیں۔ اس مضمون کے اندر ہمارے جوابی دلائل سے جو سارے کے

سارے قرآن سے دئے گئے ہیں ثابت ہوا کہ متعہ کی اختراع خالص امامی علوم کی ایجاد ہے اس کا قرآن حکیم کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں ہے۔

ادارہ البلاغ المبین کی طرف سے شائع کردہ کتاب کے صفحہ دوم پر لکھا گیا ہے کہ یہ کتاب ہم ان حضرات کی خدمت میں جو ہم سے عقیدے میں اختلاف رکھتے ہیں اس لئے پیش نہیں کر رہے کہ وہ ہمارا عقیدہ اختیار کریں، بلکہ اس لئے پیش کر رہے ہیں کہ ان کے علم میں آجائے کہ ہم بھی اپنے عقیدے پر قرآن وسنت کی ٹھوس دلیل رکھتے ہیں تاکہ غلط فہمیوں اور بہتان تراشیوں کی وجہ سے امت کی وحدت میں حائل رکاوٹیں دور ہوجائیں کیوں کہ علم وسعت نظری کا باعث ہے۔

میں عزیز اللہ، ادارہ البلاغ المبین کے اس دعویٰ کو بھی درست تسلیم نہیں کرتا، اس لئے کہ ادارہ والوں کے اس دعوے کا پول تو اس جوابی مضمون میں کھول دیا گیا ہے کہ متعہ کا عمل قرآن سے کوئی تعلق نہیں رکھتا اس لئے کہ قرآن نے تو نکاح کے عمل سے طلب اولاد کے علاوہ نظریاتی ہم آہنگی کو لازمی قرار دیا ہے۔ وہ اس لئے کہ زن وشوہر کا جوڑا صرف سیکس کے مقاصد یا آدم شمار بڑھانے کا ذریعہ نہیں ہے، یہ معاشرے کا بنیادی یونٹ ہے اگر بنیاد درست ہوگی تو معاشرہ درست ہوگا۔ اگر بنیاد بگڑی ہوئی ہوگی تو سارا معاشرہ بگڑ جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے حکم دیا کہ ”**الزانی لاینکح الازانیتہ او مشرکۃ والزانیۃ لاینکحھا الازان او مشرک وحرم ذالک علی المئومنین** (3-4) یعنی زناکار مرد کی نکاح میں کوئی نہ آئے سوائے زانیہ عورت کے یا مشرک عورت کے۔ اور زانیہ عورت سے بھی کوئی نکاح نہ کرے سوائے زانی مرد یا مشرک مرد کے، اور یہ زانی ومشرک مرد اور عورت مئومنوں پر حرام کئے جاتے ہیں۔“ دیکھا جناب قارئین! نظریہ اور کردار کی بات قرآن نے کسی جوڑے کو ملانے کے لئے لازمی شرط قرار دئے ہیں۔ اس لئے کہ قرآن حکیم مرد وعورت کے جوڑے ملانے سے دنیا کے لوگوں کو کردار سازی میں مدد کرنا چاہتا ہے، اور

شرکیہ بے راہ روی سے انسانوں کو بچانے کے لئے بھی مؤمن (انقلابی) کو منع کرتا ہے کہ وہ کسی بدکردار اور مشرک سے شادی نہ کرے۔

علامہ محسن علی نجفی نے قرآن کی تفسیر لکھتے وقت قرآن کے ساتھ یہ ظلم کیا ہے کہ اس نے (کتاب کے صفحہ نمبر ۴۸ کے حوالے سے) جو لکھا ہے کہ ”یہ بایولوجیکل اعتبار سے بھی جسم کی ایک اہم ضرورت ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، اسے بیرونی دباؤ کے ذریعے روکنا صحت اور فکری اعتبار سے بہت سے مضرات کا سبب بن جاتا ہے، اسے دبانے سے مسئلہ حل نہیں ہوتا بلکہ معاشرے میں بہت سے مفاسد پیدا ہوتے ہیں“۔ جناب نجفی صاحب نے یہ غلط فلسفہ جھاڑا ہے، اس معاملہ میں قرآن حکیم ان لوگوں سے مخاطب ہے جو لوگ نکاح کے لوازمات کے متحمل نہیں ہیں ان کو حکم ہے کہ ”**ولیستعفف الذین لایجدون نکاحا حتی غنیھم اللہ من فضلہ** (24-33) یعنی نکاح کی استطاعت نہ رکھ سکنے والے لوگ عفت کی زندگی گذاریں، جب تک اللہ ان کو ان کے حوائج سے مستغنی نہ فرمادے“۔ اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ کی نظر میں، اللہ کی حکمت بالغہ میں انسان کے لئے سیکس کا مسئلہ روٹی، پانی، ہوا جیسا لازمی مسئلہ نہیں ہے جس کے حل نہ ہونے سے وہ گھٹ کر یا دب کر مرجائے گا۔ مطلب یہ کہ بغیر بیوی کے انسان عفت کے ساتھ زندگی گذار سکتا ہے، ویسے بھی متعہ کی ایجاد معاشرہ کو پاک صاف رکھنے کے لئے نہیں ہے۔ کیا آپ نے ابھی نہیں پڑھا کہ مالکی فقہ والوں نے متعہ کے امامی تحفہ کو مسافروں کے لئے بالخصوص زیادہ مفید قرار دیا ہے۔ اور متعہ میں تو یہ بھی قید نہیں ہے کہ متعہ صرف وہ آدمی کرے جو شادی شدہ نہ ہو۔ ان حوالوں سے متعہ کا تصور دینے والے امامی دانشور معاشروں کو فری سیکس کی منڈی بنانا چاہتے ہیں۔ اس کتاب کی فکری کمپوزیشن سے معلوم ہوتا ہے کہ ادارہ البلاغ المبین میں اس کتاب کی ترتیب دینے والا دانشور بھی متعہ کو کسی حد تک گالی بھی تصور کرتا ہے، جس طرح امام بخاری اور اثنا عشری لوگ

خصوص اصحاب رسولؐ اور خاندان صدیق اکبرؓ پر اپنی تبراؤں کے تیر برساتے رہتے ہیں۔اس کتاب میں نجفی صاحب کے حصہ دوم میں صفحہ نمبر ۵۲ پر لکھا ہے بروایت زبیرؓ بن عوام کے ''عبداللہ بن زبیرؓ نے ابن عباسؓ کو متعہ کے حلال ہونے کا طعنہ دیا تو ابن عباس نے کہا' تم اپنی والدہ سے پوچھو۔ چنانچہ پوچھنے پر اس کی والدہ اسماءؓ بنت ابی بکرؓ نے کہا'' ماولدتک الافی المتعہ تجھے میں نے عقد متعہ سے جنا ہے'' (عقد الفرید ۲۔۱۳۹)۔ جناب قارئین! یہ عبارت کیا نجفی صاحب اور البلاغ المبین ادارہ کی طرف سے جناب صدیق اکبرؓ کی بیٹی کے لئے گالی نہیں ہے؟ اس ننگی گالی کو شاید کم ہی لوگ مکمل طور پر سمجھے ہونگے۔کیا دیکھتے نہیں کہ یہ روایت اسماءؓ بنت ابی بکرؓ کا شوہر کررہا ہے اپنے بیٹے کے سوال کرنے کی ابن عباسؓ سے۔پھر ابن عباسؓ جب اسے جواب میں کہتا ہے کہ جاؤ اپنی ماں سے پوچھو۔ جناب قارئین! عبداللہ بن زبیرؓ جب زبیرؓ بن عوام کا بیٹا ہے اور زبیرؓ بن عوام اسماءؓ کا نکاح دائمی سے شوہر ہے تو عبداللہ کو اس حدیث میں البلاغ المبین والوں نے یہ گالی دی ہے کہ اس کی ماں اسماءؓ بنت ابی بکرؓ اپنے بیٹے عبداللہ بن زبیرؓ کو کہہ رہی ہے کہ میں نے تجھے بھی تو متعہ کے حوالہ سے جنا ہے!!'' خبر نہیں کہ اس تبرا کو قارئین نے سمجھا یا نہیں!! جناب قارئین! حدیث ساز راویوں کے رسول اللہ کے ساتھیوں سے جب نفرت کا یہ حال ہے تو ہم یہ شک کرنے میں حق بجانب ہیں کہ جناب زبیرؓ کے والد کا نام عوام رکھنا بھی ان کی گالی ہے ورنہ کوئی شخص اپنے بیٹے کا ایسا نام نہیں رکھتا۔اب اس تبرائی تخلیق سے ذخیرۂ احادیث میں استعمال کردہ دیگر ناموں پر بھی شک کیا جاسکتا ہے کہ یہ حقیقی ہے یا روایت ساز اماموں کی تخلیق ہیں۔لوگو، ان تبرابازوں نے بنت ابوبکرؓ کو یہ گالی دی کہ شوہر کے ہوتے ہوئے اس نے کسی سے متعہ کیا تھا (نعوذ باللہ)۔اور عبداللہ بن زبیرؓ اس کی پیداوار ہیں۔گالی پر گالی، ماں کو جدا، بیٹے کو جدا، راوی کو جدا، صدیق اکبرؓ کو جدا۔یہ گالیاں انہوں نے اس عنوان کے تحت دی ہیں کہ علم وسعت نظری کا باعث ہے''۔ایسی

وسعت نظری پر ہم کچھ بھی نہیں کہہ سکتے اس لئے کہ یہ ملک بنا ہی ان کے لئے ہے اور ان کے علم کے معنی ہیں پاکدامنوں کی عصمتیں تارتار کرنا۔وہ پاکدامن لوگ جن کے لئے قرآن پاک گویا ہے کہ '' **محمد الرسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود ذالک مثلھم فی التورات و مثلھم فی الانجیل (48-29)**''۔

محترم قارئین! آپ نے اس مضمون کے حوالہ سے دیکھ لیا کہ ان کا جو دعویٰ ہے کہ ان کے عقائد قرآن سے ماخوذ ہیں اس دعویٰ کی حقیقت کیا رہ جاتی ہے۔اور ان کا یہ لکھنا کہ غلط فہمیوں اور بہتان تراشیوں کی وجہ سے وحدت امت میں رکاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں، تو پھر یہ بہتان والی حدیثیں کس نے گھڑی ہیں؟ کیا اتنی غلیظ گالیاں دے کر آپ امت میں وحدت قائم کررہے ہیں؟ امت کے اندر تفریق تو تم ہی ڈال رہے ہو'' گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد میلش اندر طعنہ پاکان کند''۔
ہم آہ بھی کہتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام۔ وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا ہی نہیں ہوتا''

قرآن کے انکار کے باوجود رسول اللہ کو آل کیوں دی گئی؟

محترم قارئین! اس مضمون کے عنوان میں جو سوال کیا گیا ہے، اس کا جواب سمجھنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ قارئین حضرات پہلے یہ بھی سمجھیں کہ قرآن حکیم نے جناب رسول اللہ کو آل نہ دینے کا اعلان کیوں کیا ہے؟ اس جواب کے لئے اصل اعلان والی آیت یہ ہے کہ '' **ماکان محمد ابا احدمن رجالکم ولکن الرسول وخاتم النبیین وکان اللہ بکل شیء علیما (40-33)** یعنی محمد علیہ السلام تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں، اس لئے کہ اسے جو رسالت عطا کی

گئی ہے وہ پہلے والے رسولوں کی طرح نہیں ہے۔ یعنی پہلے والے کئی سارے رسول تو صاحب آل ہوئے ہیں، لیکن محمد علیہ سلام کی رسالت اور نبوت انوکھی اور نرالی قسم اس حوالے سے ہے کہ اس کے بعد ہم سلسلۂ نبوت کو ختم کر رہے ہیں۔ اب آئندہ کے لئے جو مسئلہ انسانوں کو درپیش آئے گا تو علم وحی کے بغیر انسان بھٹک جائے گا، کیوں کہ انسان ایسا خطرناک اور ناہنجار قسم کا حیوان ہے کہ پہلے جب جب ان کو علم وحی کے فریم میں چلانے کے لئے انبیاء علیہم السلام کو ان کی طرف بھیجا جاتا رہا ہے تو ''فبما نقضهم میثاقهم و کفرهم بآیات الله وقتلهم الانبیاء بغیر حق (4-155)''۔ دیکھا آپ نے قرآنی چار جز اور ایف آئی آر کو۔ محترم جناب قارئین! یہ انسان وعدہ شکن اللہ کی آیات کو ملیا میٹ کرنے والا انبیاء کو بھی قتل کرنے والا یہ جو حیوان ناطق ہے اس کی تو قسم ہی نرالی ہے۔ قرآنی ایف آئی آر کے تھوڑے سے دیگر چار جز بھی قارئین کے سامنے لاتے ہیں۔ ''ان الانسان لظلوم کفار (14-34) یہ ظالم اور کافر ہے یعنی حق سچ کی بات کو مٹانے والا ہے''۔ ''خلق الانسان من نطفه فاذاهو خصیم مبین (4-16) پیدا تو گندے (مہین) نطفہ سے ہوا لیکن تھوڑا بڑا ہوتے ہی اللہ کے ساتھ اعلان جنگ کر دیتا ہے''۔ ''وکان الانسان اکثر شیء جدلا (54-18) انسان کئی معاملات میں جنگ و جدال کے سوا کچھ نہیں کرتا''۔ ''ان الانسان لربہ لکنود (6-100) ہم نے تو اسے بے حساب رزق دیا لیکن اس کی عادت یہ ہے کہ یہ اسے اکیلے دوسروں کو شریک کئے بغیر چھپ کر ہڑپ کر جاتا ہے''۔ پورا قرآن ایسے چار جز سے بھرا ہوا ہے ''کلا ان الانسان لیطغی (6-94) سرکشی اور حدود شکنی تو اس کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے''۔ اب محمدؐ رسول اللہ کو خاتم النبیین بنانے کے بعد، اس سرکش حیوان کی انگلی پکڑ کر چلانے کے لئے اور اس کے مفاد کے لئے ضروری سمجھتے ہیں کہ اس انسانی منشور یعنی قرآن کو ہم بچائے رکھیں، حفاظت میں رکھیں ورنہ اس انسان کے جو ملا مولوی ہیں وہ قرآن

کو ہضم کرنے اور چٹ کرنے کے لئے اسے بہکائیں گے، کہ آپ کو جو یہ قرآنی تعویذ لکھ کر دے رہا ہوں یہ رات کو ٹھیکرے کے پانی بھرے ہوئے برتن میں ڈال کر رکھیں، صبح کو اپنے مطلوب کی طرف منہ کر کے پی لینا۔ یقین رکھنا کہ قرآن میں بڑی طاقت ہے۔ اس طرح سے یہ (سمجھ کر پڑھنے اور اس پر عمل کرنے) کی بجائے اسے پیتے رہینگے۔ اس کے علاوہ انسان اس قدر ''مناع للخیر معتد اثیم'' ہے (12-68) کہ '' قد کان فریق منهم یسمعون کلام الله ثم یحرفونه من بعد ماعقلوه وهم یعلمون (2-75) یعنی یہ قرآن کو سننے سمجھنے کے بعد بھی اس کو بدل دیتے ہیں''۔ اور اپنے چیلوں چانٹوں کو سکھاتے ہیں کہ ''ان اوتیتم هذا فخذوه وان لم تئتو توه فاحذروا (41-2) اگر قرآن تمہارے ساتھ ہماری والی باتیں مانے تو لے لینا اگر ہماری سوچ والی چیزیں نہیں دیتا تو پھر قرآن سے بھی بچکے رہنا''۔ بہرحال اللہ نے یہ ضروری سمجھا کہ '' انانحن نزلنا الذکر وانالہ لحافظون (9-15) یعنی اب رہتی دنیا تک کے لئے کوئی نبی نہیں بھیج رہے اور لوگوں کو علم وحی کی روشنی میں بھی چلانا ضروری ہے، تو اس آخری نبی کی معرفت بھیجی ہوئی کتاب کو، ذکر کو حفاظت کے ساتھ خناس قسم کے لوگوں کی خرد برد سے بچائے رکھیں گے''۔ اب اس تحفظ قرآن میں جو خلل ڈالے جانے کا بڑا امکان تھا وہ یہ تھا کہ علم وحی کے دشمن لوگ، علم قرآن کے دشمن لوگ، ہمارے آخری نبیؐ کی اولاد کی نسلی میراث کے بہانوں سے، کہیں ہمارے بھیجے ہوئے علم پر قبضہ کر کے اس میں خرد برد کر کے قرأتوں کے چکر چلا کر، نسخ و تنسیخ کے چکروں سے، مصحف اہل بیت کے چکروں سے، ترتیب نزولی کے نسخوں کی ہیرا پھیری سے، قرآن کے انقلابی اعلانات کہ غلام سازی پر بندش لگائی جاتی ہے (67-8)(38-53) جاگیرداری پر بندش لگائی جاتی ہے (39-53) سرمایہ داری پر بندش لگائی جاتی ہے (219-2)، نابالغ بچوں کی شادی پر بندش لگائی جاتی ہے (6-4) یہ انقلاب دشمن لوگ آل رسولؐ اور

اہل بیت رسولؐ اور علوم اہل بیت کا متوازی علمی نصاب بنا کر کہیں ہمارے قرآن کے آگے اپنی اپنی تعبیروں کے بند نہ باندھ ڈالیں۔ اس لئے ان کی ایسی سازش کا راستہ روکنے کے لئے ہم نے فیصلہ کیا کہ محمدؐ کو آل ہی نہ دی جائے۔ تو ایک طرف ہم نے ایسا اعلان کیا (33-40)، پھر اس کے باوجود ہمیں جو امکانی سازش نظر آ رہی تھی کہ یہ رسول کو بیٹوں، پوتوں کے نہ ہونے کے باوجود یہ لوگ نواسوں کو ابن رسول کہہ کر اس سے نسل اور آل کے چکر سے اہل بیت کا چکر چلائینگے تو ہم نے اس کا سدباب کرنے کے لئے بھی اعلان کر دیا کہ ''ادعوھم لآبائھم ھو اقسط عنداللہ (33-5) یعنی ہر ایک کو ان کے باپ کے نام سے پکارا کرو نواسوں کو بیٹا نہ کہا کرو، اور نانا کو ابا نہ کہا کرو۔ اللہ کی جانب سے ان جملہ اعلانات اور حد بندیوں کے باوجود لوگوں نے آل رسولؐ بنائے، لوگوں نے اہل بیت رسولؐ کے چکر چلائے، علوم اہل بیت کے بھی چکر چلائے، نواسوں کو بھی ابن رسولؐ اور اولاد رسولؐ کہا۔ آل کا نہ دینا ختم نبوت کے ضمن میں تھا، اور یہ اعلان تو براہ راست بھی تھا کہ میں محمدؐ کو کسی نرینہ اولاد کا ابا نہیں بنا رہا، نبوت کی مشن کو محفوظ رکھنے کے لئے۔ لیکن پھر بھی اس خناس قسم کے انسان نے بیویاں جو صحیح معنوں میں اہل بیت ہوتی ہیں ان کی جگہ خبر نہیں کہ کس کس کو اہل بیت بنالیا۔ قرآن حکیم نے مزید بتایا ہے کہ اگر چہ ہم نے آل رسولؐ اور ان کی والی اہل بیت رسولؐ کی نفی کی، یا نواسوں کو بیٹا نہ کہو کے اعلانات واضح قسم کے کئے ہیں۔ اس کے باوجود اگر کوئی کہے بھی کہ ایسے جوابات اور اعلانات بر سبیل تذکرہ کے ہیں، تو یہ بات یاد رکھی جائے کہ اللہ کے بیان کردہ جوابات کی جزئیات قانون ساز لوگوں کے لئے نہایت مفصل ہوا کرتی ہیں کوئی اگر ان کو سمجھتا نہیں ہے تو اس میں قصور ہمارا نہیں ہے بلکہ ان کا ہے۔ قرآن اپنے جملہ تفاصیل بالاصالتہ یا بالتبع پورے کے پورے دے دیتا ہے، خاص اس لئے کہ قانون سازی میں کہیں کوئی کمی اور سقم نہ رہ جائے، بلکہ قرآن کے بیان کردہ تفاصیل اس لئے بھی ہوتے ہیں کہ '' وکذالک

نفصل الآیات ولتستبین سبیل المجرمین (6-55) یعنی ہم اپنے جملہ دلائل تفصیل کے ساتھ اس لئے بھی میدان میں کھول کر رکھ دیتے ہیں کیوں کہ انہیں پچ نہ کرنے والے اور کام میں نہ لانے والے مجرموں کو ظاہر کرنا ہمارا مقصود ہوتا ہے جس سے قانون سازوں کی بدنیتی اور اندر کے چور کا بھی لوگوں کو علم ہو جائے۔''

محترم قارئین! میرے خیال میں یہاں تک کی عرضداشت سے قرآن حکیم کا یہ اعلان کہ ہم محمدؐ کو آل نہیں دے رہے یا نہیں دی کا کچھ پس منظر واضح ہو گیا ہے، اگر یہ وضاحت کسی کے لئے ابھی تک ناکافی ہو تو میں کچھ مزید عرض کئے دیتا ہوں۔ وہ یہ کہ جناب محمدؐ الرسول اللہ ایک عظیم کتاب قرآن، انسانی ہدایت اور فلاح کے لئے بطور منشور کائنات ساتھ لے کر آئے تھے، اللہ کا فیصلہ تھا کہ میں محمدؐ کے بعد نبوت کا سلسلہ ختم کئے دیتا ہوں، اب دنیا والے علم اور بصیرت کی بنیاد پر اپنی زندگیاں گذاریں۔ اس سفر میں انہیں جس علمی بصیرت کی رہنمائی درکار ہے انسانیت کے ہزاروں سال کے سفر، تجرباتی اور تاریخی واقعات کی روشنی میں علم وحی کا ریمارک ہے کہ ''والعصر ان الانسان لفی خسر'' یعنی تاریخ شاہد ہے کہ انسان کی سوچ اور عمل اس کے لئے خسارے والی ثابت ہوئی ہے اس لئے لازم ہے، ضروری ہے کہ رہنمائی کے لئے ایک منشور والی کتاب اس کے میں ہاتھ ہو۔ پھر اللہ کو اس چیز کا بھی بخوبی پتہ تھا کہ دنیا کے استحصالی جغادری، خانقاہی سجادہ نشین، رہبان اور مترفین لوگ، جاگیردار، سرمایہ دار اور ملا لوگ اس سیاسی رہنما کتاب کو ناکام بنانے کے لئے کئی حیلے اور حربے استعمال کریں گے، جن کے ذریعے وہ ان کے ہاتھوں سے یہ کتاب چھین کر رہیں گے۔ محترم قارئین! زمانہ نبوت میں یہود، مجوس اور نصاریٰ انسانی نسل کو لتاڑ رہے تھے، انہیں غلام بنا کر اپنی دولت بڑھانے کے لئے انہیں گدھوں اور بیلوں کی طرح استعمال کر رہے تھے۔ ان دنوں اللہ نے محمدؐ الرسول اللہ سے اعلان کرایا کہ آج سے غلامی بند (8-67) اور یہ موسوی اعلان بھی محمدؐ سے کرایا کہ نبی و

رسول اس لئے آیا کرتے ہیں کہ "ولتجزیٰ کل نفس بما تسعی (20-15)
یعنی ہر محنت کش کو اس کی محنت کا پورا پورا صلہ مل جائے۔ پھر محمدؐ الرسول اللہ نے اپنے
انقلاب کو ایکسپورٹ کرنے کے لئے دنیا کے بادشاہوں کو جو خطوط لکھے وہ بھی یہی تھے
کہ تم اپنے اپنے ملکوں کے محنت کشوں کے حقوق انہیں ادا کرو، اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو
مجھے خود آکر یہ کام کرنا ہوگا۔ مطلب یہ کہ قرآنی اور محمدی انقلاب ملک گیری کے لئے
نہیں تھا، یہ تو حقوق دلانے کا نظریہ عمل میں لانے والا انقلاب تھا۔ اسے عالمی مترفین
کا عفریت سمجھ گیا اور چال سوچنے لگ گیا کہ اسے کس طرح ناکام بنائیں۔ ان کی سوچ
میں یہ آیا تھا کہ محمدؐ کی آل کا ڈھکوسلہ گھڑ کر پھر آل کے آلہ کاروں کے حوالوں سے مشہور
کرائینگے کہ یہ قرآن تو بے ترتیب ہے، اصل نزولی ترتیب والا نسخہ تو علیؓ نے مرتب کیا
تھا اسے رسولؐ کے ساتھیوں نے لینے اور رائج کرنے سے انکار کیا، پھر علیؓ ناراض ہو کر
وہ نسخہ اپنے ساتھ لے کر چلا گیا اور پھر وہ اس کی اولاد کے ہاں رہا۔ اخیر میں امام
غائب اسے اپنے ساتھ لے گیا جب وہ واپس ظہور فرمائیگا تو ساتھ لائیگا۔ ان جملہ حیلہ
بازیوں کا اصل مقصد یہ تھا کہ قرآن کی بہت ساری باتیں منسوخ کی گئی ہیں، اب غلام
سازی بھی جائز ہے، نابالغ بچیوں کے ساتھ شادی کرنا بھی جائز ہے، زمین کو بٹائی پر
کسانوں سے کاشت کرانا بھی جائز ہے، دولت کو نولمٹ (No limit) رکھنا بھی
جائز ہے۔ جملہ معترضہ امام غائب کی واپسی کے لئے کتاب اصول کافی نے لکھا ہے کہ
پوری دنیا سے جب جملہ انسان مر کر ختم ہو جائینگے تو باقی صرف دو آدمی بچیں گے۔ ان
میں کا ایک امام مہدی ہوگا اور وہ بھی اس دوسرے ساتھی کے مرنے کے بعد میں مرنا
پسند فرمائینگے (جملہ ختم)۔ اور اللہ یہ بھی جانتے تھے کہ قرآن سے لوگوں کے ذہن
ہٹانے کے لئے انقلاب دشمن لوگ یہ بھی مشہور کرینگے کہ اللہ کے نبی محمدؐ نے اپنی بیٹی
فاطمہؓ کو ایک کتاب دی ہے جس کا نام 'مصحف فاطمہ' ہے، وہ موجودہ قرآن سے تین
گنا بڑی ہے اور یہ مصحف بھی امام غائب اپنے ظہور کے وقت ساتھ لے کر

آئیں گے۔ مطلب یہ کہ اللہ نے اس وقت کے عالمی سامراج یہود، مجوس و نصاریٰ
کے اتحاد ثلاثہ کی متوقع اسکیم کو جانتے ہوئے پیشگی اعلان فرمایا کہ میں محمدؐ کو آل ہی
نہیں دے رہا (40-33)، تو امام غائب یا حاضر کا چکر کس بات کا، فاطمہ کا ہے کی تو
مصحف فاطمہ کا ہے کا۔ محترم قارئین! ان جملہ قرآنی حقائق کے پیش نظر آئیں اور
غور فرمائیں کہ امت مسلمہ کے پاس جتنا بھی علمی ذخیرہ سوائے قرآن کے
موجود ہے، علم الحدیث کے نام سے، علم التاریخ کے نام سے اور علم الحدیث کی روشنی
میں تیار کردہ علم التفاسیر کے نام سے، اور امامی گروہوں کے فقہی مسلکوں کے نام سے
ان سب کے اندر آل رسولؐ اور اہل بیت رسولؐ کے ناموں والا علم بہت معمولی سے
فرق کے ساتھ موجود ہے۔ امت کے اندر جانشینیٔ آل رسولؐ کے نام سے علم الحدیث
اور علم التاریخ کے اندر بھی بڑا حصہ اسی سے متعلق ہے۔ فقہی اور تفسیری موضوعات بھی
آل رسولؐ کے نظریوں سے متاثر ہیں۔ شیعوں کے دو بڑے گروہ اثنا عشری اور فاطمی
دونوں علیؓ کی بلافصل خلافت کے قائل ہیں اور ائمہ اہل سنت کے چاروں امام جن کو
تاریخ نے مخلصین شیعہ (زیدی شیعہ) کا نام دیا ہوا ہے ان کا بھی نظریہ یہی ہے کہ
خلافت کے استحقاق کے لئے قرابت رسولؐ کی بڑی اہمیت ہے لیکن علیؓ استحقاق میں
تو افضل ضرور ہیں لیکن افضل کی موجودگی میں بھی غیر افضل کو عہدہ دیا جاسکتا
ہے۔ مطلب یہ کہ اس وقت پوری امت مسلمہ ان تین گروہوں میں بٹی ہوئی ہے اور
ان تینوں گروہوں کے پاس جو علم الحدیث ہے وہ وہ سب کا اپنا اپنا ہے، پھر تفسیر اور
فقہ بھی ان ہی حدیثوں سے بنایا ہوا ہے وہ بھی لازمی طور پر انوکھا اور الگ الگ
ہے۔ ان سب نے تاریخ کی بنیاد بھی انہیں حدیثی روایات پر رکھی ہے، اس لئے
تاریخ بھی اتنی ہی متنوع ہے جتنے کہ امامی مذاہب کی تعداد ہے۔
محترم قارئین! قرآن حکیم جو اللہ علیم و خبیر جیسی ہستی کا کلام ہے۔ یہ ایسی کتاب ہے
کہ ماضی اور حال تو کیا اس کے اصول ایسے مینارہ نور ہیں جو امت رسولؐ کے اندر

وجہ نزاع بنی ہوئی باتوں پر زمانہ حیات رسولؐ میں تو کیا، بعد وفات رسولؐ کے متنازعہ
واقعات پر بھی فیصلہ کن روشنی ڈال رہی ہے۔ مصیبت یہ ہے کہ صدیوں سے علم قرآنی
کے اوپر تالے لگا دیئے گئے ہیں۔ مسلم امت کے فرقوں کے علوم کا آپس میں موازنہ کیا
جائے تو سب کے سب آپس میں خونریزی اور قتل وغارتگری کی حد تک ان کے درمیان
اختلاف ہے، اس کے باوجود ان سب کے اندر قرآن دشمنی قدر مشترک کے طور پر
ملے گی۔ مجھے حکومت سندھ کے نہایت بڑے عہدے پر فائز پولیس افسر نے کہا کہ
ہمارے پاس جو مذہبی فرقہ واریت کی کشیدگیوں اور ذہنیتوں کی رپورٹیں پہنچتی ہیں ان
کے مطابق اہل سنت کے دیوبندی مکتبہ فکر کے مدارس میں خونریزی کرنے والے اور
خودکش بم حملوں تک تیار ہونے والے اکثر وبیشتر جہادی ورکر تیار کئے جاتے ہیں۔
جناب عالی! ایک طرف ہوئی حکومت کی تیار کردہ رپورٹ جو یقینی طور پہ سچی ہے، کیوں
کہ ایسے واقعات پاکستان میں بہت سارے ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ لیکن
میرے الزام کا بھی کوئی شخص رد نہیں کر سکتا کہ جملہ فرقے قرآن دشمن ہیں، جن کے
ثبوت میں اپنی متعدد کتابوں میں لکھ چکا ہوں، لیکن اب یہ بات جو ایک سرکاری
سروے رپورٹ کی میں نے لکھی ہے اس کے پیش نظر پھر میرا یہ الزام کہ قرآن دشمنی
میں یہ سب فرقے برابر ہیں کم از کم اہل سنت اور پھر دیوبندیوں کی ایسی مثال پیش
خدمت ہے۔ میرے سامنے اس وقت ایک کتاب ہے فقہی مقالات ج ۴ حضرت
مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کی جناب عالی، اس کے صفحہ نمبر ۱۴۵ پر لکھا ہوا ہے کہ '
اذا سال الدم من انف انسان یکتب فاتحه الکتاب بالدم علی جبهته وانفه
یجوز ذالك للاستشفاء والمعالجه ولو کتب بالبول ان علم فیه شفاء
لاباس بذالك 'یعنی جب بہے خون کسی انسان کی ناک سے اور اس خون سے پیشانی
اور ناک پر سورۃ فاتحہ لکھے شفا حاصل کرنے کی نیت اور علاج کے لئے تو جائز ہے، اور
اگر پیشاب کے ساتھ یہ جانتے ہوئے لکھے کہ اس سے بھی شفا ہوگی تو کوئی حرج نہیں'

(بحوالہ بحرالرائق ج ۱۔ صفحہ ۱۱۶)۔ اب تک کی جملہ گذارشات کی روشنی میں یہ
حقیقت ثابت ہوئی ہے کہ ساری امت مسلمہ کو قرآن سے بیگانہ کیا گیا ہے، کاٹا گیا
ہے، جدا کیا گیا ہے۔ اندازاً ایک سو سال یا سوا سو سال سے قرآن فہمی کے لئے
قرآن کی بتائی ہوئی ٹکنالاجی یعنی تصریف آیات سے قرآن کو پڑھنا اور سمجھنا شروع
ہوا ہے۔ چنانچہ اس انداز سے اب تک جتنی کتابیں مارکیٹ میں آسکی ہیں وہ ایک
الماری کے برابر بھی مشکل سے ہو سکی ہیں۔ اس کے مقابلے میں رد قرآن میں جو
امامی علوم کی کتابیں مارکیٹ کے اندر ہیں ان کا تو شمار ہی نہیں۔ لیکن اس سے قطعاً یہ
نہیں کہا جاسکتا کہ اللہ کو خناس قسم کا انسان شکست دے سکے گا۔ اللہ نے تو صرف اپنی
کتاب کو امامی گینگ کی دستبرد سے اس کے متن اور ٹکسٹ کے بچانے کی بات کی تھی۔
اتنی بات بھی اللہ کا ہم انسانوں پر احسان ہے، ورنہ ہم اس ہادیٔ برحق کتاب کے
خلاف خرافات پھیلا کر اللہ کو کیا نقصان دے سکتے ہیں؟ ہم تو ان امامی تحریفات و
تلبیسات سے اپنا نقصان آپ کر رہے ہیں، انسانی ارتقاء کی کشتی کو خود ڈبو رہے
ہیں۔ ملت اسلامیہ کو تو جانے کب سے بریک لگائے بیٹھے ہیں۔ آج کا مسلم اپنا
قرآنی فکری اثاثہ آل رسولؐ اور اہل بیت رسولؐ کے بوگس اور من گھڑت فلسفے کی
رو سے شخصیت پرستی اور خاندان پرستی اور خانقاہ پرستی کی بھینٹ چڑھانے کے بعد
عالمی استحصالی لٹیروں کا کرایہ کا غنڈہ بنا ہوا ہے۔ سینٹرل ایشیا کی درجنوں ریاستیں زار
شاہی کے شکنجہ میں جکڑی ہوئی تھیں، وہاں فلسفۂ وحدت انسانیت اور سماجی و معاشی
مساوات کے 'لاالہ' والے منشور کو مارکس کے مرنے کے بعد لینن نے اس کی ترتیب
دی ہوئی کتاب 'داس کیپیٹال' کی بنیادوں پر اٹھایا جس سے ساری دنیا کی قارونیت
لرز اٹھی۔ کچھ سالوں بعد ماؤازم والا سوشلسٹ معاشرہ قائم ہوگیا۔ ہندستان کا پہلا
وزیراعظم جواہر لال نہرو بھی کمیونسٹ تھا جس نے انگریزوں سے آزادی ملتے ہی
جاگیریں ختم کردیں، رجواڑی، شاہی توڑ دی۔ آج وہاں جو اپنے ہاتھوں سے زمین

آباد نہیں کرتا اس کو ملکیت میں زرعی زمین نہیں دی جاتی۔ جناب یہ وہ لوگ ہیں جو حکم قرآن ''ان الارض یرثھا عبادی الصالحون'' پر عمل پیرا ہیں۔ انہیں آپ نے کافر کہہ کر اپنے لیے مسلمانی، اور اسلام کے لئے جدا ملک پاکستان لیا لیکن آپ کے ہاں بڑے بڑے جاگیردار ہیں (جاگیر کے معنی ہیں کسی کو زمین ملکیت میں دے دینا خواہ وہ ایک ہی ایکڑ ہو)۔ اور آج تک ہندستان میں متعدد ریاستوں میں معاشی برابری کے نظریہ والوں کی بڑی مقبولیت ہے۔ ایران میں 'تودہ' پارٹی کے ورکر معاشی وسماجی مساوات کے نظریہ کی مقبولیت سے شاہ ایران کی جگہ انقلابی حکومت قائم کرنے ہی والے تھے کہ وہاں امامی مذہب کے نام سے انقلاب کش ملائیت والا کوپ خمینی کو داڑھی پہنا کر لے آیا۔ مشرقی پاکستان میں مولانا بھاشانی معاشی برابری کے لئے سوشلزم کی مقبولیت کا کام اتنا بڑھا کر کامیاب کرا چکا تھا کہ جب چاہتا وہاں معاشی مساوات کے نظریہ والی ریاست قائم ہو جاتی۔ اس کو بھی وہاں تبلیغی جماعت کی مدد سے کرایہ کے ملاؤں کا جال بچھا کر ناکام کرایا گیا۔ نور محمد ترہ کی نے افغانستان میں معاشی وسماجی مساوات کا انقلاب لایا جو بڑے پیانے پر کامیاب ہوا۔ وہاں پہلی بار غریب محنت کش مسکینوں کی اولاد نے اسکولوں کا منہ دیکھا، لاکھوں کی تعداد میں بچے گریجویٹ بنے، ڈاکٹر بنے، انجینئر بنے۔ پھر ایران کے ملاؤں کی طرح پاکستان کے ملا، جو امامی مذاہب کے مدرسوں کے فارغ التحصیل تھے جن کے امامی نصاب کی تعلیم میں یہ لکھا ہوا ہے کہ دین کے لئے جہاد اس وقت تک نہیں کیا جا سکتا جب تک حق والے امام کی قیادت اور امامت قائم نہ ہو جائے۔ ان کو افغانستان میں امریکن سیکریٹری رچرڈ باؤچر اور ڈک چینی جیسا امام مل گیا جس کی امامت میں فرشتہ صفت انسان ڈاکٹر نجیب اللہ کو تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔ افغانستان میں گھروں میں ٹی وی چلانے پر بندش عائد کر کے وقت مقررہ پر نمازیں پڑھنے کے ذریعہ اسلام کا بول بالا کیا، ان کی دینی خدمات کی مکمل فہرست امریکہ کے پاس موجود ہے کہ کس کس نے

دین اسلام کے نام والا جہاد کتنے کتنے ڈالروں میں کیا تھا۔ محترم قارئین! ایک پختون امیر نے ایک افغانی بھگوڑے سردار کا قصہ مجھے سنایا کہ اس نے اس سے پوچھا کہ سردار صاحب آج آپ اپنے ملک سے دربدر ہیں آپ ترہ کی انقلاب کو کیا سمجھتے ہیں تو اس سردار نے کہا کہ ایسے انقلاب کو آنا چاہیئے تھا اس لئے کہ وہاں میرے اتنے سارے باغات تھے جن کے اندر سیکڑوں ہزاروں مرد عورتیں چھوٹے بچے پورا سال مزدوری کرتے تھے۔ میرے باغات سے تازہ فروٹ پھر خشک فروٹ کی ٹرکیں پورا سال منڈی میں روزانہ جاتی تھیں میرے بینک اکاؤنٹ لندن کے بینکوں میں، پیرس کے بینکوں میں، واشنگٹن کے بینکوں میں ہیں۔ ہر جگہ میرے بنگلے ہیں۔ آخر مجھ میں کیا خوبی ہے کہ ہزاروں لوگ میرے وطن میں بھوکے پیٹ سے میرے لئے کماتے ہیں اور میں ہوں کہ مجھے پتہ بھی نہیں کہ میرے گوداموں میں کتنا کتنا مال بھرا ہوا ہے، میرا بینک بیلنس کتنا ہے۔ محترم قارئین! ظاہر شاہ کی بادشاہی کے زمانے میں، داؤد کی بادشاہی کے زمانے میں ان سرداروں کی خرمستیوں کے زمانے میں اسلام کو کوئی خطرہ نہیں تھا۔ لیکن جب ایک غریب قرضدار بیوہ عورت کا مزدور بیٹا، ہوٹلوں پر ٹیبلیں صاف کرنے کی نوکری کرنے والا نور محمد ترہ کی انقلاب لا کر سارے سرداروں کی املاک نیشنلائز کر کے ایک ہی دن میں ہزاروں اسکول کھول کر غریبوں کی اولاد پر پہلے جو تعلیم حاصل کرنے کی بندش تھی اسے ختم کر کے انہیں اسکول بھیجتا ہے، مولوی لوگوں کو مسجدوں کے ساتھ لائبریریاں کھول کر انہیں لائبریرین کی حیثیت سے حکومت کی طرف سے تنخواہیں دینا شروع کرتا ہے تو ترہ کی کے اس عمل سے جو معاشی مساوات کا قانون پاس کیا گیا تھا اور لامحدود دولتمند بننے پر بندش عائد کی گئی تھی، اس کی وجہ سے 'اسلام کو خطرہ کے الارم' ساری دنیا میں بجائے گئے۔ پاکستان کے ملاؤں کے وارے نیارے ہو گئے، جہاد کے نام پر کئی کھیل کھیلے گئے، سعودی حکومت نے وہاں سے پاکستانی مولویوں کو پاکستان بھیجا کہ وہاں جا کر

جنزل ضیاء الحق کی سیاسی استحکام کے لئے قرآن وحدیث کے فسلفے لوگوں کو سکھائیں
۔جناب قارئین! اسلام کے امامی نصاب تعلیم سے تیار شدہ ملانے جو دین کی خدمت
کی وہ یہ تھی کہ عالمی سامراج آئی ایم ایف، ورلڈ بینک، جی ایٹ والوں کو بتائیں کہ
سوویت یونین والے گرم پانی تک پہنچ کر یہ معاشی مساوات کے علمبردار لوگ پورے
ایشیا کو چھین لینے کے بعد یورپ سے بھی ہمارا بوریا بستر گول نہ کرادیں۔ جناب عالی!
جب جب قیصریت اور کسرویت کو خطرہ ہوا ہے تو امامی مدرسوں کے فاضل مولوی
صاحبان نے 'اسلام کو خطرہ' کا نعرہ لگایا ہے اور عالمی سامراج کے استحصالی دولتمندوں
کے لئے ان کی جائدادوں کے تحفظ کے لئے قرآنی تعبیروں کو تحریفیں کر کے ان کے
مفاد میں پیش کیا ہے۔ بدلے میں جوان شیخ التفسیر والحدیث مولویوں کو حق الخدمت ملا
ہے اس سے ان کے سودی کاربار چل رہے ہیں۔ جیسے کہ ان کے ہاں قرآن کے اندر
سودی معیشت کے خلاف کچھ لکھا ہی نہیں ہوا ہے۔ یا ان شیخ الحدیثوں کے ہاں سود
خوری کے خلاف قرآنی آیات کی تاویلیں کی جاتی رہی ہونگی یا سود خوری کو حلال قرار
دینے کے معانی نکالے جاتے ہوں گے کہ قرآن نے ''لاتاکلوا الربا اضعافا مضاعفہ''
یعنی ڈبل مقدار لینے سے روکا ہے جب کہ ہم سنگل اور مفرد سود لے رہے ہیں، وغیرہ
وغیرہ۔ جناب قاری [illegible] یہ اسلام کے نفاذ اور اس کے اوپر ورثہ والی مالکی کا چکر جو آل
اور اہل بیت کے حوالوں سے ہے کہ اہل بیت تعبیر اسلام میں، باطنی معانی کے مالک
ہیں، تاویلوں کے مالک ہیں، اور نزولی ترتیب والے نسخہ کے مالک ہیں، مصحف فاطمہ
کے انچارج ہیں۔ یہ بات کارل مارکس کے لئے نہیں کیوں کہ اس کے آل والی اولاد
پیدا نہیں ہوئی۔ مارکس خبر نہیں کہ کون تھا اور اس کے داس کیپٹال والے نظریہ سے
انقلاب لانے والا لینن خبر نہیں کون تھا جو مارکس کے مرنے کے بعد اس کا وارث بنا۔
وہاں کارل مارکس کی کوئی آل اور اہل بیت نہیں، جو مارکسزم پر اپنے ورثہ کی کاپی رائٹ
کا کوئی مقدمہ لینن کے اوپر چلاتے۔ چی گویرا اور فیڈرل کاسترو کیوبا میں معاشی

مساوات والے نظریہ کے لئے عالمی سامراج کے خلاف جنگ لڑ رہے تھے دونوں
مارکسسٹ تھے۔ چی گویرا لڑتے لڑتے شہید ہو گیا، تو فیڈرل کاسترو نے اپنے ساتھی
کو امام غائب کہہ کر اپنی جدوجہد کو ختم نہیں کیا، رکا نہیں، اکیلے بھی لڑتا رہا۔ لیکن یہ
مسلمان ہیں جن کے قرآن کے نفاذ کے لئے امام کے بغیر قرآنی انقلاب لانا بھی
مشکل ہے۔ انقلاب لانا تو بڑی بات ہے قرآن کو سمجھنا بھی امامی تعبیروں کے بغیر
مشکل ہے۔ اس لئے مسلم امت کا اس آیت پر غور کرنا بھی بند کرایا ہوا ہے جس میں
اللہ ذوالجلال نے فرمایا ہے کہ'' اے پیغمبر تیری امت میں آل کے بہانوں سے
قرآن کے انقلاب لانے کے لئے امام کے ہونے کے شرط لگائے جائیں گے، تم
اٹھو اور اعلان کرو کہ'' اعظکم بواحدة ان تقوموا لله مثنیٰ و فرادی ثم
تتفکروا مابصاحبکم من جنه ان هو الانذیر لکم بین یدی عذاب
شدید (34-46) یعنی اے انسانو! میں تمہیں ایک نصیحت کر رہا ہوں کہ تم اللہ کے
لئے محروم بنائے ہوئے اور لٹے ہوئے لوگوں کے بھلے کے لئے اٹھو اور اس اٹھان
کے لئے ادھر ادھر سے کسی امام غائب کے آنے کا انتظار نہ کرو یا یہ نہ سوچو کہ ابھی آپ
کی پارٹی کی ممبر شپ اتنی بڑی ہی نہیں ہے، بھرتی زیادہ بڑے تعداد میں ہو جائے تو
انقلاب کے لئے بعد میں عمل کرینگے، تم اپنے ساتھی اور پیشوا محمد کی زندگی پر غور کیوں
ہیں کرتے، وہ کوئی پاگل تو نہیں، اس نے تو علم وحی کا منشور ملتے ہی نعرہ لگایا تھا
کہ ''قولوا لااله الاالله تفلحون ''، کوئی سردار، کوئی پھنے خان نہیں ہے، لوگو لاالہ
کہو گے تو کامیاب ہو گے، لاالہ کے معنیٰ ہیں دنیا کے جاگیرداروں، سرمایہ داروں
اور پیروں نے جو خلق خدا کو اپنا نوکر اور غلام بنایا ہوا ہے، اٹھو ان جملہ خداؤں کی
خدائی کو بلڈوز کر دو، انہیں ملیا میٹ کر دو۔ الا اللہ کا نمبر اس کے بعد آئیگا، الا اللہ کے
معنی ہیں اللہ کے بندوں کی حاکمیت اور ان کے حقوق کی بازیابی۔ یہ جب حاصل
ہو گی جب تم زمین کے خداؤں کے اقتدار کی نفی کرو گے ان کا خاتمہ کرو گے، اس کے

بعد الا اللہ کے جلوے نظر آئینگے۔ تو دیکھو کہ تمہارے ساتھی محمدؐ نے اکیلے ہوتے ہوئے بھی اپنے سماج سے بغاوت کا اعلان کر دیا، تم بھی اس طرح اکیلے ہو یا ایک سے بڑھ کر دو ہم خیال بنے ہو تو کام شروع کر دو۔

میرے پاس کتاب۔ تحریف قرآن۔ ایک باطل نظریہ و جمع قرآن۔ موجود ہے جو البلاغ المبین اسلامی تحقیقاتی و اشاعتی ادارہ، اسلام آباد کا شائع کردہ ہے، جو بطور مہربانی انہوں نے بن طلب کئے مجھے ارسال فرمایا ہے۔ اس کے اندر تفسیر القمی ۲تا۳۵۔ بحار الانوار ۸۹۔۴۸ کے حوالے سے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت درج ہے کہ قال رسول اللہ ﷺ لعلی علیہ السلام یا علی: القرآن خلف فراشی فی الصحف والحریر والقراطیس فخذوہ واجمعوہ ولا تضیعوہ۔ یعنی رسول اللہ (صہ) نے حضرت علی (ع) سے فرمایا اے علی! قرآن میرے بستر کے پیچھے صحیفوں، ریشمی کپڑوں اور کاغذوں میں موجود ہے، آپ (ع) اسے لے جا کر جمع کرلیں اور ضائع نہ ہونے دیں، (کتاب کا صفحہ ۱۴۱۔۱۴۲)۔ اسی کتاب کے صفحہ ۱۴۲ محمد بن سیرین کی روایت سے ایک حدیث لائی گئی ہے کہ علی علیہ السلام نے فرمایا، آلیت ان لا آخذ علیّ ردائی الا لصلوۃ جمعہ حتی اجمع القرآن فجمعہ (بحار الانوار) یعنی میں نے قسم کھائی ہے کہ میں نماز جمعہ کے علاوہ اپنی عبا زیب تن نہ کروں گا (گھر سے باہر نہ نکلوں گا) جب تک کہ قرآن کو جمع نہ کرلوں۔ چنانچہ انہوں نے اسے جمع فرمالیا۔ جناب قارئین! ویسے تو یہ ابن سیرین کی روایت والی حدیث بعد وفات رسول کی ہے تو البلاغ المبین والوں نے اسے جمع القرآن کے مضمون والی کتاب میں لا کر گویا کہ یہ عندیہ دیا ہے کہ جناب رسول اللہ نے اپنی حیاتی میں جمع قرآن کی ترتیب و تدوین نہیں فرمائی اور جناب علی کو دیتے وقت وہ، صحف، حریر اور قراطیس میں منتشر حالت میں حوالے کی ہے۔ ابن سیرین کی روایت کردہ حدیث کی روشنی میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ علیؑ جامع قرآن ہیں۔

پھر اس کتاب کے صفحہ ۱۴۳ پر ایک حدیث، بحار الانوار ۴۰: ۱۵۵ کے حوالہ سے لکھی گئی ہے کہ جب یہ نسخہ امت کو پیش کیا گیا۔

حضرت علی علیہ السلام نے قرآن کو زرد ریشم پر تحریر فرمایا اور ایک اونٹ پر لاد کر مسجد نبوی میں موجود اصحاب کے سامنے پیش کیا اور فرمایا، رسول اللہ (صہ) نے فرمایا تھا کہ میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، ایک اللہ کی کتاب دوسری میری عترت، اہل بیت (ع) لہٰذا یہ ہے کتاب اور میں ہوں عترت۔ علم الروایات سے بتایا گیا ہے کہ علیؑ نے اصحاب رسولؐ کے سامنے اپنا ترتیب دیا ہوا نسخہ چار چھ ماہ کے بعد لایا تھا۔ بہرحال اب ان روایات سے قارئین! خود غور فرمائیں کہ رسولؐ اللہ، علیؑ کو فرمائیں یہ قرآن میرے بستر کے پیچھے پڑا ہے اسے اپنے گھر لے جاؤ، پھر وہی قرآن جب وفات رسولؐ کے بعد مجلس اصحاب کے سامنے علیؑ لے آتے ہیں تو وہ اونٹ پر لاد کر لاتے ہیں۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ جمع کرنے سے پہلے بستر کے پیچھے پڑا تھا اور رسولؐ نے علیؑ کے حوالے کیا تو وہاں اس کے لے جانے کے لئے اونٹ کا ذکر نہیں ہے، یعنی وہ بغل میں (یا کندھے) پر لے گئے۔ لیکن جب اسے اصحاب کو امت کے لئے دینے کو آتے ہیں تو وہی کتاب اونٹ کے بغیر نہیں اٹھایا جا سکتا۔ میرے خیال میں بات کو قارئین سمجھ گئے ہونگے۔ جناب قارئین! اس اسلام آبادی کتاب کے مرتب اسکالروں نے صفحہ ۱۴۳ پر دو روایتیں بھی لائی ہیں کہ حضرت علیؑ نے اسے تفصیل سے رقم کیا تھا۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ جناب علیؑ فرماتے ہیں کہ میں ان کے پاس وہ قرآن لایا تھا جو تنزیل اور تاویل دونوں پر مشتمل تھا۔ اور اسی کتاب کے صفحہ ۱۴۱ پر ابن مسعود کی روایت لکھی گئی ہے کہ قرآن سات حروف (معانی) پر نازل ہوا ہے، ان میں سے کوئی حرف ایسا نہیں جس کے لیے ایک ظاہر اور ایک باطن نہ ہو اور علی (ع) کے پاس ان حروف کے ظاہر اور باطن دونوں کا علم موجود ہے۔

جناب قارئین! چلتے چلتے یہ حدیث بھی غور کرنے کے لئے پڑھیں کہ اصحاب رسولؐ
کو مسجد نبوی کے اندر بیٹھے ہوئے تھے جب اونٹ پر لاد کر قرآن دینے کے لیے علیؑ
آئے تھے، تو علیؑ کا گھر بھی اس حدیث کے مطابق اس وقت کی مسجد نبوی کے اندر ہی
تھا۔ الشافی ترجمہ اصول کافی میں حدیث ہے کہ راوی کہتا ہے کہ میں نے امام رضا علیہ
السلام سے جناب فاطمہؑ کی قبر کے متعلق پوچھا۔ فرمایا کہ وہ اپنے گھر میں دفن کی گئی
تھیں، جب بنی امیہ نے مسجد رسول کی توسیع کی تو قبر مسجد میں آ گئی۔ (ذکر مولد فاطمہ
علیہ السلام)۔ محترم قارئین! اگر اونٹ کے وزن کے برابر علیؑ والے قرآن کی ضخامت
کو مانیں گے جس کے اندر اگر منسوخ آیات کا ذکر، آیات کے معانی کی تاویلوں کا
ذکر اور حروف قرآن کے ظاہری معانی، پھر باطنی معانی کی تفاصیل، تو پھر سوچا جائے
کہ ان جملہ علوی علوم کے مقابلہ میں جو اونٹ کے اٹھانے کے برابر ہیں، اس موجودہ
قرآن کی حیثیت کیا رہ جائیگی۔ علیؑ کو تو آل رسولؐ کا سرچشمہ قرار دیا گیا ہے، آل
رسولؐ کے اس مرکزی نقطہ نے قرآن پر اگر اتنے باطنی اور تاویلی اور منسوخی حواشی
چڑھائے ہیں کہ چند قدم کے فاصلہ تک پہنچانے کے لئے بھی اونٹ کا انتظام کرنا پڑا، تو
اللہ کا اعلان بالکل درست لگتا ہے کہ میں نے محمد علیہ السلام کی ختم نبوت کو بچانے کے
لئے یعنی خاتم الکتب قرآن کو بچانے کے لئے محمدؐ کو کسی کا ابا ہی نہیں بنایا، یعنی میں
نے اس کو نہ آل دی ہے نہ عترت۔

اس ملت کی گھڑی ہوئی علمی میراث کا کیا کہنا

جس ملت وامت کے پہلے جانشین رسولؐ اللہ اور ان کے خلیفہ وامیر المومنین سیدنا
صدیق اکبرؓ کا اصلی اعلیٰ درجہ کا ماں باپ کا رکھا ہوا نام ''عبداللہ'' صفحہ تاریخ وصفحہ علمی
سے گم کرا کر، اس کی جگہ تبرا، اور گالی کی طرف متوجہ کرنے والا جعلی نام ابوبکر یعنی
''کنواری لڑکی کا باپ''، اس قدر مشہور کرا دیا گیا ہے کہ لوگوں سے اصل نام ہی بھلا دیا
گیا ہے۔

اس امت مرحومہ اور ملت محرومہ کی علمی دولت کی میراث کی حفاظت اور پختگی کا کیا
اندازہ لگائیں جن کی تاریخ کے عظیم نام عثمانؓ کے معنیٰ سانپ کا بچہ اور معاویہؓ کے
معنیٰ کتے کی بھونک دوسرے معنیٰ گیدڑ کی آواز یا چیخ و پکار اور لومڑی ہو۔ یہ سارے
نام بھی معنویت کے لحاظ سے تبرا اور نفرت کی پیداوار ہیں۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ
ماں باپ اپنے بچوں کے ایسے برے نام رکھیں، لیکن اگر قبول کئے بھی جائیں تو دنیا
والو یہ سن لو کہ ہمارے روحانی باپ جناب محمدؐ الرسول اللہ کو تو قرآن نے تعلیم دی ہے
کہ'' ولا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق
بعد الایمان ومن لم یتب فاولائک هم الظالمون (49-11) یعنی
اشاروں کنایوں سے ایک دوسرے کی عیب چینی نہ کرو اور برے الفاظ سے کسی کو
ملقب نہ کرو، اب ایمان لانے کے بعد ایسے گندے نام رکھنا تو بہت بری بات ہے،
جو کوئی اس ہدایت کے بعد بھی باز نہیں آئے گا تو ایسے لوگ بڑے ہی ظالم ہیں''۔
محترم قارئین! اس قرآنی ہدایت کے بعد یقیناً رسولؐ اللہ علیہ السلام نے زمانہ
جاہلیت کے برے نام تبدیل کرائے ہوں گے۔ یہاں میں قارئین کی توجہ ایک
صنف تقابل سے بھی علم تاریخ اور روایات پر اپنا الزام ثابت کرنے کے لئے عرض
کروں گا کہ دنیا بھر کے معاشروں میں، یعنی یورپ افریقہ، ایشیا کی جملہ اقوام کے
ہاں شیر کے تقابل میں مقابلے کی الٹ صفات والا ڈرپوک اور بزدل جانور کتا،
لومڑی اور گیدڑ ہی کو قرار دیا جاتا ہے۔ تو جن حدیث ساز اماموں نے علیؑ ابن ابی
طالب کو شیر کا لقب دیا ہے تو علیؑ کے مقابلے کی شخصیت اور رسولؐ اللہ کے سالے ابن ا
بوسفیان کو اس کے اصل نام سے بے نام کر کے اس کا نام معاویہؓ مشہور کیا گیا ہے،
جس کے معنیٰ فیروز اللغات کے حوالے سے کتی اور لومڑی کا بچہ ہے۔ دوسری
طرف علیؑ کا نام براہ راست اللہ کے ناموں میں سے ایک نام تجویز کیا گیا ہے، جس
میں عبدیت وغیرہ کی بھی کوئی نسبت نہیں ہے۔ ان حدیث ساز اماموں نے اولو

العزم اکابر صحابہ کو اپنے تبرائی تیروں سے ان کے نام تک محو کر کے مٹا کر کے "بئس الاسم الفسوق"، یعنی انہیں برے ناموں سے مشہور کر دیا گیا ہے۔ جناب قارئین! کیا رسولؐ سلام علیہ اپنے سسر کو کنواری کا باپ، اپنے داماد کو سانپ کا بچہ اور اپنے سالے کو لومڑی اور کتیا کہہ کر پکارتے ہونگے؟ اور کیا حکم قرآن کے مطابق رسولؐ اللہ نے برے نام تبدیل نہیں کئے ہونگے؟ اور کیا وہ حدیثیں جن کے لئے مشہور ہے کہ ان کی تعداد لاکھوں کے حساب سے ہے تو کم سے کم ان غیر قرآنی تین نام والی حدیثیں بھی تو ہزاروں کی تعداد میں ہونگی۔ تو کیا جن جن حدیثوں میں ابوبکرؓ، عثمانؓ اور معاویہؓ کے نام لئے گئے ہیں، وہ جملہ حدیثیں سورۃ حجرات کی اس آیت نمبر گیارہ کے حوالہ سے تبرا والے معنی کی وجہ سے جڑ تو، من گھڑت اور جھوٹی نہیں قرار دی جاسکتیں؟ اور کیا ان تبرا والے خلاف قرآن ناموں کی احادیث کی سندوں میں جتنے بھی اسماء رجال والے راویوں کے نام آئے ہیں، استعمال ہوئے ہیں یہ سب راوی، یہ سب رجال، بلیک لسٹ، کذاب اور دشمن اصحاب قرار نہیں پائے؟ ان سیکڑوں ہزاروں جھوٹی حدیثوں کی سندوں میں جتنے بھی دشمن اصحاب، دشمن قرآن راوی ہیں، کیا ان کی دیگر روایات اور نقل کردہ حدیثوں کو جن کے اوپر مسلمانوں کے مروج مذاہب کا دارومدار ہے تو ایسے مذاہب کو کس حد تک صحیح اور درست قرار دیا جاسکتا ہے؟ جس کسی راوی کے حصہ میں ایک بھی جھوٹ ثابت ہوجائے تو وہ بلیک لسٹ بن جاتا ہے، اگر مذکورہ ناموں کی ہزاروں لاکھوں حدیثوں کے جملہ راویوں کی اگر ایک جدا فہرست بنائی جائے اور آپ کل ذخیرہ احادیث کے راویوں کو کھنگالینگے تو سارا مذہب انہیں راویوں کے تیار کردہ ملیں گے۔ ان راویوں کی گھڑی ہوئی حدیثوں پر امت مسلمہ کے موجودہ مذہبی مدارس کے نصاب، درس نظامی میں پڑھایا جانے والا علم تفسیر بالروایات تیار کیا گیا ہے، ان جھوٹے راویوں کے بنائے ہوئے من گھڑت حدیثوں پر مختلف فرقوں اور مسلکوں کے اماموں نے اجتہاد کر کے کئی فقہی گروہ بنائے ہوئے ہیں، اور ان جھوٹے کذاب

راویوں کی گھڑی ہوئی حدیثوں کو بنیاد بنا کر مسلم امت کی رائج الوقت تاریخ گھڑی گئی ہے۔ یعنی علم احادیث، علم تفسیر، علم فقہ، علم تاریخ یہ جملہ علوم انہوں نے اپنے ٹکسال میں تیار کر کے قرآن کو منسوخ بنانے، قرآن میں تحریف معنوی کرنے، قرآن میں تاویلات کرنے کے دروازے کھولے ہیں اور انسانوں کے ذہنوں میں قرآن کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کئے گئے ہیں۔ میری ان تھوڑی سی گذارشوں کی روشنی میں سوچیں کہ اچھا ہوا کہ اللہ پاک نے قرآن حکیم کے متن کی حفاظت اپنے ذمے لی ہوئی ہے، ورنہ یہ انسان اتنا خطرناک حیوان ناطق ہے کہ اصحاب رسولؐ کے ناموں کو گم کرنے کی طرح قرآن کو بھی اگلے انبیاء کی کتابوں کی طرح صفحہ ہستی سے مٹا ڈالتا۔

قرآن مخالف، امام پرست علمائے امت کی مداہنت

اللہ عزوجل نے رسولؐ اللہ علیہ السلام سے فرمایا کہ" **انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما اراک الله (105-4)** یعنی ہم نے آپ کی طرف ایسی کتاب نازل کی ہے جو حق والی ہے اور اسے اس لئے نازل کیا ہے کہ تو لوگوں کے درمیان فیصلے کرے اس کی بصیرت کی روشنی میں"۔ اس کے بعد رب تعالیٰ نے یہ بھی اعلان فرمایا کہ میں اپنی حاکمیت میں کسی نبی کو، بشر کو، کسی بھی ہستی کو شریک نہیں کرتا،" **ولا یشرک فی حکمه احدا (18-26)**"۔

محترم قارئین! آپ نے غور فرمایا کہ ان دو آیتوں میں اللہ نے بہت بڑے دو عدد اعلان فرمادئے، ایک یہ کہ میری یہ نازل کردہ کتاب کائنات کے مسائل حیات کے لئے، حاکمیت چلانے کی منشور کتاب ہے، دوسرا یہ اعلان فرمایا کہ میں اپنے اس حاکمیت کے منشوری کتاب کے احکامات میں کسی کو بھی شریک نہیں کروں گا۔ یعنی اکیلے میری کتاب کی حاکمیت چلے گی۔ جو کوئی بھی میری اس کتاب کے حوالوں سے فیصلے نہیں کریگا وہ ظالم، فاسق اور کافر ہوگا (5-44,45)۔ محترم قارئین! پھر چشم

فلک نے دیکھا کہ اس انقلابی کتاب کے انقلابی افکار ونظریات کی فتح ہوئی اور دنیا سے
غلام ساز بادشاہتیں قیصر وکسریٰ کے پرخچے اُڑ گئے، اور بدبودار مترفین کی جاگیرداری
اور سرمایہ داری کو اکھاڑ کر پھینک دیا۔ اس کے بعد شکست خوردہ تین اسکولوں یعنی
یہودیت، نصرانیت اور مجوسیت کے سربر آوردہ لوگوں نے آپس کے اختلافات بھلا کر،
اسلام کے فاتح انقلابیوں کے خلاف متحد ہوگئے اور یہ فیصلہ کیا کہ مسلم امت سے اب
میدان جنگ میں تو مقابلہ نہیں کر سکتے، ان کی ساری قوت کا سطوت کا راز انہیں ملی
ہوئی کتاب قرآن کی تعلیمات میں ہے، اور اس کتاب کے متن اور ٹیکسٹ کی حفاظت
کا ذمہ بھی اللہ نے اپنے ہاتھ میں لیا ہوا ہے (9-15)، اس لئے اس کتاب کو شکست
دینے کی واحد صورت یہ نظر آتی ہے کہ اس کتاب کے انقلابی اعلانات وتعلیمات کو مسخ
کرنے اور منسوخ قرار دینے کے لئے تحریف معنوی کے گُر ایجاد کریں اور یہ ہنر بھی
اپنے ناموں سے ظاہر کرنے کی بجائے خود ان کی ملت کے رسولؐ کے نام کی طرف
منسوب کردیں۔ پھر ان منسوب کردہ اقوال و روایات کو قرآنی نام 'الحدیث'
(39-23) کے نام سے مشہور کردیں، پھر اس علم حدیث کو بھی 'وحی من جانب اللہ'
کے طور پر مشہور کردیں۔ جناب قارئین! یہ تو ہوا اس اتحاد ثلاثہ کا شرک بالقرآن کا
منصوبہ بنام احادیث رسول، اس کے بعد ان حیلہ بازیوں پر جو سوالات اٹھے کہ اللہ
نے تو علم وحی کے اتباع کا پابند کیا ہوا ہے اور اس کے علاوہ دیگر ذرائع علم کے اتباع
سے منع بھی فرمادیا ہے (3-7)، تو اس فریم سے نکلنے کے لئے پہلی سینئر شیعہ ٹیم کے
ایک رکن اور امام مافیا کے ایک بڑے نام امام شافعی نے علم وحی کے دو اقسام کے
ہونے کا حیلہ ایجاد کیا، ایک "وحی متلو دوسرا وحی غیر متلو" قرآنی ڈکشنری کے حوالوں سے
لفظ تلا، یتلو، تلاوتا، فھو متلو، کے دو معانی ہیں، ایک ہے پڑھنا اور تلاوت کرنا اور
دوسرا ہے پیچھے چلنا اور اتباع کرنا (2-91)۔ قرآن حکیم کے ساتھ شرک کرنے والی
اس ٹیم نے قرآن مخالف علم الروایات اور علم حدیث کو وحی غیر متلو کا نام دیا جب کہ وحی

کے لئے متلو کا صیغہ تو قرآن حکیم کے اندر ساٹھ بار سے بھی کچھ زائد ہی استعمال ہوا
ہے۔ جناب قارئین! اس امام مافیا نے اپنے خود ساختہ علم حدیث کو وحی غیر متلو کا نام
دیکر عوام الناس میں یہ مشہور کردیا کہ علم حدیث اس لحاظ سے غیر متلو ہے کہ نمازوں
کے اندر اس کی تلاوت نہیں کی جاتی جب کہ قرآن حکیم کی نمازوں کے اندر تلاوت کی
جاتی ہے۔ جناب قارئین! اس معنیٰ کے بتانے میں بھی بڑا فراڈ ہے ایک تو یہ کہ ان
کی نمازوں کا ذکر قرآن حکیم میں کہیں بھی نہیں ہے، اور جو انہوں نے قرآنی اصطلاح
صلوٰۃ کے معنوں میں نماز کو فٹ کیا ہے تو صلوٰۃ کا صیغہ مشتق ہے جب کہ نماز کا یہ
فارسی لفظ جامد ہے، اس وجہ سے اس کا جمود، صلوٰۃ کے مفاہیم کی ترجمانی نہیں کرسکتا۔
آگے چلیں اگر صلوٰۃ پر ہی غور فرمائیں تو پورے قرآن میں صلوٰۃ کی ادائیگی میں
تلاوت قرآن کا کسی ایک مقام پر بھی حکم نہیں فرمایا گیا۔ پھر کس طرح یہ لوگ کہتے ہیں
کہ قرآن وحی متلو، اس معنیٰ میں ہے کہ اس کی نمازوں کے اندر تلاوت کی جاتی ہے۔
اس بحث کو سمیٹنے کیلئے امامی تحریک میں دیئے ہوئے وحی کے احکامات کیلئے اللہ نے
ارشاد فرمایا کہ "ذکر بالقرآن من یخاف وعید (45-50)" اور "واتل ما
اوحی الیک من کتاب ربک لامبدل لکلماتہ (27-18)۔ یعنی
مسائل حیات کی رہنمائی کیلئے دلائل قرآن سے دینے کیلئے تلاوت کریں"۔ تلاوت
کے اس حکم ربی کو مافیائی ٹیم نے نمازوں کیلئے مخصوص بنادیا اور اپنی خود ساختہ روایاتی "
وحی غیر متلو" نامی علم کو "علم متلو" کی جگہ عدالتوں کے قانون کی مسند دلادی۔ اس طرح
صدیوں سے قرآن حکیم کو امت کے سماجی معاشی، معاشرتی معاملات میں رہنمائی
دینے سے ریٹائر کردیا گیا ہے اور اس کی جگہ فیصلوں اور فتواؤں میں امامی روایات اور
فقہی اقوال کے حوالہ جات سے ان کی تلاوت کی جاتی ہے، اور ان کے پیچھے چلا جاتا
ہے۔ نام کے لحاظ سے تو قرآنی وحی کو متلو کہا جاتا ہے اور کام کے وقت مسائل کیلئے
علم "غیر متلو" سے پوچھے جاتے ہیں۔ پیچھے چلنے اور اتباع کرنے والے معنیٰ کے حوالہ

سے علم ''غیر متلو'' فتواؤں کی مسندوں پر براجمان ہے، وہاں قرآن کے بدلے ائمہ
فارس کے ایجاد کردہ قرآن دشمن علوم کو اقتدار حاصل ہے۔ میں نے اس مضمون کے
عنوان میں جو علماء امت پر مداہنت کا الزم دھرا ہے وہ اس دلیل سے کہ صدیوں سے
یہ لوگ قرآن کو وحی متلو بتا کر اور اس کے مقابلے میں علم الروایات کی خود ساختہ حدیثوں
کو ''وحی غیر متلو'' قرار دیکر ''وحی متلو'' کا کام ان روایات سے چلا رہے ہیں، اور امت
کے اندر قرآن کا وحی متلو ریٹائر کیا ہوا ہے، معطل کیا ہوا ہے۔ مسائل حیات کیلئے قرآن
کے بجائے فقہی اماموں کی اور حدیث ساز اماموں کی من گھڑت روایات پر مذہب کا
کاروبار چلایا جا رہا ہے۔ کوئی جا کر مفتیان دین سے مسائل پوچھ کر دیکھے تو وہ جواب
میں امامی فقہوں اور روایات کے حوالے دینگے۔ علاوہ اس کے مارکیٹ میں سارے
فرقوں کے فتاویٰ کی کتابیں موجود ہیں کوئی انہیں ہی کھول کر پڑھے، ان سب فتاویٰ کی
کتابوں میں قرآن حکیم سے سوالوں کے جواب نہیں ملیں گے۔ اس طرح متلو علم، قرآ
ن تو نہیں ہوا، فافہم !!!!

تبرا یا شرک یا دونوں؟

یہ اصطلاح لفظ تبرا کے نام سے مسلک شیعت کے حوالے سے مشہور ہے کہ شیعہ
لوگ اصحاب رسولؐ پر تبرا کرتے ہیں۔ اس کا ثبوت ان کی کتابوں میں کئی طریقوں
سے اس قسم کا اظہار اور استعمال موجود ہے۔ میں نے ایک شیعہ مولوی سے تبرا کے
بارے میں سوال کیا کہ یہ چیز آپ کے مذہب میں کیوں کر رہے ہیں۔ اس نے صاف
صاف جواب دیا کہ تبرا کے اصل معنیٰ ہیں کسی سے جدا ہونے کا اعلان کرنا اور بیزار
ہونے کا اعلان کرنا۔ ہم اپنے علم الروایات اور علم التاریخ کے ذریعوں سے، کسی فرد یا
گروہ کے خیالات، رویوں اور عمل کی وجہ سے حق رکھتے ہیں کہ انہیں ناپسند کر کے ہم
ان سے برأت کا اعلان کریں، ان سے جدا ہونے کا اعلان کریں۔ لہٰذا تبرا کے معنیٰ
اعلان برأت کے ہیں۔ یہ چیز تو ہر فرد اور گروہ کرتا ہے، کوئی کسی سے کوئی کسی سے،

کوئی کسی طرح سے کوئی کسی طرح سے۔ محترم قارئین! مجھے اس مضمون کے اندر تبرا
کی مشہور اصطلاح کے معنیٰ اور مفہوم کی روشنی میں جماعت اہل سنت، مسلک اہل
سنت، مذاہب ائمہ اربعہ اہل سنت واہل حدیث کے قرآن مخالف نظریات اور ان
کے علم الروایات کے حوالوں سے رسول اللہ علیہ السلام اور اصحاب رسولؐ پر قرآن
حکیم کے خلاف عمل کرنے کے الزامات بطور مثال آپ کی خدمت میں پیش کرنے
ہیں۔ اس کے بعد آپ سے فیصلہ لینا ہے کہ رسولؐ اللہ اور اصحاب رسولؐ پر اس
طرح کے جھوٹے الزاموں کو کیا نام دینگے۔ ائمہ علم الروایات اور ائمہ فقہ کا رسولؐ
اللہ اور اصحاب رسولؐ کو قرآن کے احکام کے خلاف عمل کرتے ہوئے دکھا کر تو یہ
لوگ دنیا والوں کو یہ باور کرا رہے ہیں کہ گویا اللہ کے رسولؐ اور ان کے اصحاب نے
ہی قرآن پر عمل نہیں کیا، یا حکم قرآن کو نہیں مانا، یا اس کے مقابلہ میں اپنی من مانی
چلائی (جس کو شرک بالقرآن کہا جائیگا)۔ اس عمل کو قرآن سے بیزاری اور علیحدگی
ہی قرار دیا جائیگا جو اپنی معنوی مفہوم اور تشریح میں تبرا ہی قرار پاتا ہے، اب مذہب
شیعہ اور دیگر مدعیان مذہب اسلام میں ان کے نظریات کے حوالوں سے یہ فرق نظر
آتا ہے کہ اہل شیعہ نسبتاً اور بمقابل اہل سنت واہل حدیث کے برے الفاظ اور
نامناسب الفاظ سے تبرا کرتے ہیں جب کہ اہل سنت واہل حدیث کے تبرا والے
الفاظ اور جملے کچھ نرم انداز کے ہوتے ہیں۔ یعنی اہل شیعت واہل سنت واہل
حدیث سب کے سب علم وحی یعنی قرآن کے مقابلے میں دین کی اصل اور مأخذ
علاوہ قرآن کے، علم الروایات، اقوال ائمہ فقہ، اجماع کو قرار دیتے ہیں (اس کے
بعد موجودہ عقیدے اور قول کے مطابق 'تواتر امت' بھی اصل دین ہے)۔ ان غیر
قرآنی مأخذوں کو اصل دین قرار دینا بھی تبرا ہے۔ بالکل اسی طرح کا تبرا جس
طرح اہل شیعت کا تبرا ہے۔ تبرا کے اس قسم کا نام قرآن کا انکار کرنا رکھا جائے یا
قرآن کو رد کرنا رکھا جائے، تو یہ بھی قرآن کے نام کو، اس کے قوانین کو اصولوں کو

ایک قسم کی گالی ہوئی، یہ بھی قرآن کے مرتبہ کے خلاف ایک قسم کی گالی ہے، بے ادبی ہے، توہین ہے، تحقیر ہے۔

اہل سنت واہل حدیث کے تبرا کے اقسام

قرآن حکیم نے اس سوال کا کہ نابالغ یتیموں کو ان کا مال عمر کی کس حد تک پہنچنے کے بعد انہیں حوالے کرنا چاہیئے، جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ "حتی اذابلغوا النکاح (4-6) یعنی جب وہ نکاح کی عمر کو پہنچیں"۔ آگے نکاح کی عمر کو پہنچنے کے بعد دوسری شرط لگائی کہ "فان آنستم منهم رشدا (4-6) یعنی نکاح کی بلوغت والی عمر کے بعد ان کی ایسی تربیت اور اصلاح ہوئی ہونی چاہیئے کہ وہ رشد کا بھی شعور رکھتے ہوں، یعنی برے بھلے، اچھے خراب میں تمیز کرنے کا ان میں سلیقہ آچکا ہو"۔ جناب قارئین! یہ رشد کی شرط عمر کی بلوغت کے ساتھ صرف یتیموں کو مال حوالے کرنے کیلئے نہیں ہے، یہ شرط نکاح والی بلوغت کے ساتھ بھی لازم ہے۔ اس لئے کہ مال کے خرچ کرنے کیلئے جب رشد والے شعور کی ضرورت ہے تو پوری زندگی کیلئے جو رفیق حیات یا رفیقہ حیات کا انتخاب اور تعین کرنا ہوتا ہے اس کے لئے بھی عمر کی بلوغت کے ساتھ عقل اور رشد کی بھی اتنی ہی یا اس سے بھی بڑھ کر ضرورت ہونی چاہیئے۔ لیکن اہل سنت اور اہل حدیث نامی فرقوں نے رسولؐ اللہ کی جناب عائشہ صدیقہؓ کے ساتھ منگنی کی عمر چھ سال سنائی ہے اور شادی کی عمر نو سال سنائی ہے، تو بتایا جائے کہ کیا یہ عمر بلوغت اور رشد کی ہو سکتی ہے؟ ہم نے تو کسی مولوی یا پیر کی بیٹی کی شادی کرانے کی عمر نو سال نہیں سنی!! بہرحال جناب قارئین! نو سال کی عمر میں شادی کرنے کی حدیثیں اور فقہی اقوال یہ ایک قسم کا قرآن کے خلاف تبرا ہے، یہ رسول اللہ علیہ السلام کے خلاف بھی تبرا ہے، عائشہ صدیقہؓ کے خلاف بھی تبرا ہے، اور ان کے والد جناب صدیق اکبرؓ کے خلاف بھی تبرا ہے۔ اور جتنے اصحاب کرام اس نکاح کی مجلس میں شریک تھے ان پر بھی تبرا ہے، اور جو شریک نہیں تھے اور اس عمر میں نکاح کی خبر سننے

کے بعد انھوں نے اعتراض نہیں کیا ان پر بھی تبرا ہے۔

شیعہ سنی بھائی بھائی

محترم قارئین! اصول کافی میں شیعی علم کی حدیثوں کے حوالہ سے جناب فاطمہ علیہا السلام کی جب علی علیہ السلام کے ساتھ شادی کرائی گئی ہے تو فاطمہ کی عمر بھی نو سال ثابت ہوتی ہے تو یہ عمل بھی شیعوں کے ایسے عقیدہ رکھنے کا تبرا سے شمار ہوگا، قرآن کے خلاف، دولھا کے خلاف، رسول علیہ السلام کے خلاف، اور دلہن کے اوپر تو ظلم قرار دیا جائیگا، اس سے قرآن کے دیئے ہوئے حق بلوغت عمر کے سلب کرنے کی وجہ سے۔ جناب شادی میں عمر کے تعین کے مسئلہ میں قرآن کی نافرمانی کرنے کے سلسلے میں اہل حدیث اور شیعہ سنی بھائی بھائی قرار پائے۔

حدیث کی کتاب ترمذی کی ابواب التفسیر کے اندر سورہ الحجر کی تفسیر کے سلسلے میں پہلی حدیث جو لائی گئی ہے کہ رسول اللہ کے زمانہ میں مدینہ المنورہ میں جب عورتیں مردوں کے ساتھ نماز پڑھنے کیلئے مسجد نبوی میں آیا کرتی تھیں، ان دنوں ایک بہت حسین عورت بھی جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے آیا کرتی تھی، اور جیسے کہ عورتوں کی صف مردوں کے صفوں کے پیچھے ہوا کرتی تھی، اس لئے کچھ اصحاب رسولؐ جان بوجھ کر جماعت میں شرکت کیلئے دیر سے آتے تھے تا کہ وہ آخری صف میں نماز میں شریک ہوں۔ پھر وہ جب رکوع میں جاتے تھے تو بغلوں سے پیچھے اس حسین عورت کو جھانک جھانک کر دیکھتے تھے۔ محترم قارئین! پہلے تو ہم مجوسیوں کی اس پوجا مثل صلوٰۃ کی معنیٰ نماز پر اس مقام پر بحث نہیں کرتے اور ان حدیث پرست اہل سنت اور اہل حدیث لوگوں کے نظریہ کو اگر صلوٰۃ کی مروج نماز تسلیم کریں، تو کوئی عقلمند بتائے کہ جب نماز پڑھانے والا امام رکوع میں جائیگا تو اس کے پیچھے تو آخری صف تک والی جملہ جماعت رکوع میں جائے گی، پھر جب عورتیں بھی رکوع اور سجدہ کی حالت میں ہونگی تو ان کی اگلی صف والے مرد رکوع کے

دوران پیچھے رکوع کی حالت میں گئی ہوئی عورت کا منہ تو نہیں دیکھ سکیں گے۔ بہرحال میرا یہ اس طرح کا سوال تو حدیث کو جھوٹا ثابت کرنے کیلئے ہے لیکن جو حدیث پرست لوگ آنکھیں بند کر کے امام ترمذی کو بھی صحاح ستہ کا ممبر بنائے ہوئے ہیں، کیا اس حدیث میں وہ لوگ اصحاب رسولؐ پر بہتان نہیں لگا رہے؟ کیا اہل سنت دیوبندی اور بریلوی اور اہل حدیث اپنے مدرسوں کے اندر یہ کتاب ترمذی نہیں پڑھاتے؟ اور ایسی حدیث پڑھنے اور پڑھانے والے اصحاب رسولؐ کی کردار کشی نہیں کر رہے؟ ان کے اوپر ایسی حدیثوں سے یہ سنی وھابی لوگ تبرا نہیں کر رہے ہیں؟ کوئی بتائے کہ اس سنی تبرا اور شیعی تبرا میں کیا فرق ہے؟ اور کیا اس حدیث سے قرآن کی آیت ''ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر (29-45) یعنی صلوٰۃ برائیوں اور بدکاریوں سے روکتی ہے''۔ سو اگر صلوٰۃ لفظ کا ترجمہ ان کی رائج الوقت مجوسیوں کی نقالی والی نماز کی جائے تو بھی یہ نماز ان کی حدیث کی روشنی میں فحاشی کیلئے میٹنگ کی جگہ ہوئی، جہاں کسی من پسند عورت کو دیکھنے کے لیے کوئی آگے کی راہ نکل پڑے۔ اس حدیث سے آیت ''تنھیٰ عن الفحشاء'' پر بھی تو تبرا ہوئی۔

محترم قارئین! قرآن کے نازل ہونے کے بعد اللہ نے جو آئندہ کیلئے غلام سازی پر بندش کا اعلان فرمایا کہ ''ما کان لنبی ان یکون لہ اسری (8-67) یعنی آئندہ کے لئے اے نبی! کسی کو غلام بنانے کے بنیادی عمل یعنی لڑائیوں میں قیدی بنانے پر ہی ہم بندش عائد کر رہے ہیں''۔ ویسے لڑائیوں میں دشمن کو قیدی بنانے کی نوبت تو لازمی طور آتی ہی ہے، اس کے بغیر تو جنگ کی غرض وغایت ہی فوت ہو جاتی ہے اور بسا اوقات جیتی ہوئی جنگ بھی شکست میں بدل جاتی ہے۔ قرآن حکیم نے فرمایا کہ یہ بات ہم بھی جانتے ہیں، اس لئے مخالف کو قیدی تو ضرور بناؤ اگر جنگی تقاضا ہو، لیکن یہ صرف اس تک کہ ''حتی تضع الحرب اوزارھا

(4-47) یعنی جب جنگی ماحول ختم ہو جائے اور اسباب محاذ آرائی ختم ہو جائیں اور جنگ کی بندش کے معاہدے ہو جائیں تو قیدی بنائے ہوئے قیدیوں کو ''فاما منا بعد واما فداء (4-47) بطور احسان چھوڑ دو یا جنگی جرمانہ لیکر چھوڑ دو''۔ اور جرمانہ لیکر چھوڑتے وقت انہیں یہ ضرور جتلائیں کہ یا ''ایھا النبی قل لمن فی ایدیکم من الاسریٰ ان یعلم اللہ فی قلوبکم خیرا یؤتکم خیرا مما اخذ منکم ویغفر لکم واللہ غفور الرحیم (8-70) یعنی اے نبی جو لوگ تمہارے قبضہ میں ہیں انہیں آزاد کرتے وقت یہ ضرور کہیں کہ ہم نے جو آپ سے جنگی جرمانہ وصول کیا ہے، اس کی فکر نہ کریں کیوں کہ معاہدہ جنگ بندی پر اگر تم نے نیک نیتی سے عمل کیا اور دل میں کوئی بدنیتی نہیں رکھی تو صلح کے عرصہ میں تمہیں کئی سارے فوائد دیئے جائیں گے اور تمہیں ہم تحفظ بھی دینگے، اس لئے کہ ہمیں اللہ نے تعلیم ہی یہ دی ہے کہ کائنات والوں کی حفاظت کرو اور ان کی چھوٹی بڑی غلطیوں پر ان کے ساتھ نرمی کا سلوک کرو''۔ جناب قارئین! غلام سازی کے مرکزی پوائنٹ یعنی جنگ میں دشمنوں کو قید کر کے پھر انہیں غلام بنانے کی ان دنوں میں بین الاقوامی اور عالمی رسم صدیوں سے رائج تھی، اسے رسولؐ انقلاب کے ذریعے آپ نے دیکھا کہ قرآن حکیم نے اپنے حکم سے بندش لگادی۔ لیکن انقلاب دشمن حدیث سازوں نے اپنی شکست فارس کا بدلہ لینے کیلئے اس انقلابی کارنامے والی آیت کو، روایت سازی کر کے اپنی من گھڑت حدیثوں سے جھٹلایا کہ اسلام میں غلام سازی جائز رہی ہے اور کسی بھی دور میں غلامی پر بندش کا حکم نہیں دیا گیا۔ ان کا یہ نظریہ کیوں تھا یہ آپ گذشتہ آل سازی کے مضمون سے سمجھ گئے ہونگے۔ لیکن اس مخالف قرآن نظریہ ایجاد کرنے میں اہل شیعت، اہل سنت کے دونوں دیوبندی بریلوی اور چاروں فقہوں والے امام اور اہل حدیث لوگ سب کے سب متحد اور متفق ہیں کہ اسلام میں غلام سازی جائز ہے، روا ہے، اس پر کوئی بندش نہیں ہے۔

محترم قارئین! کیا ایسا نظریہ رکھنا سورۃ انفال کی آیت نمبر 67 کا جو ابھی آپ پڑھ کر آئے، انکار نہیں ہے؟ کیا یہ قرآن پر تبرا کے معنوں میں نہیں آتا؟ اس تبرا میں شیعہ سنی اہل حدیث سب شریک ہیں، متحد اور متفق ہیں، اس سے بڑھ کر تبرا کے عمل کو کیا کوئی سینگ ہوا کرتے ہیں؟

حدیث وفقہ سازوں کا اللہ کے ساتھ شرک

محترم قارئین! یہ بات تو ہر صاحب مطالعہ جانتا اور سمجھتا ہے کہ لفظ سنت کی نسبت ان جملہ فقہ سازوں اور حدیث سازوں نے اسلوب قرآن کے خلاف جناب رسول اللہ علیہ السلام کی طرف کی ہوئی ہے، جب کہ لفظ سنت کا مفہوم اور اطلاق قرآن حکیم نے اقوام ماضی کی تہذیبوں، قوانین، کلچر اور سسٹموں پر بھی کیا ہے۔ ان کے علاوہ قرآن حکیم نے لفظ سنت کا استعمال اللہ کے حوالے سے سنت اللہ کہہ کر استعمال کیا ہے جس کی تعداد اندازاً دس بار ہے تو اس سنت کے معنیٰ اللہ کی شریعت کے ہیں، اللہ کا دیا ہوا قانون ہے، اللہ کا دیا ہوا کتابی صورت میں منشور ہے۔ تو جناب قارئین! جناب خاتم الانبیاء محمد سلام علیہ کو دی ہوئی کتاب اور شریعت اور رسالت یہ ان سنن سابقہ کا تسلسل ہے جن کا ذکر قرآن حکیم نے بھی سورۃ النساء کی آیت نمبر 26 میں فرمایا ہے۔ مطلب عرض کرنے کا یہ ہوا کہ اللہ کا دین اسلام دینا، یہ سنت اللہ ہے، انسانوں کو ہدایت کے لئے، کتاب قرآن دینا یہ سنت اللہ ہے۔ ان گذارشات کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے اور ثابت ہو جاتی ہے کہ سنت اللہ کے تناظر میں انسان کو جو یہ آخری نبی کے ذریعے آخری کتاب قرآن ملا ہے، تو قرآن اور نبوت یہ سنت اللہ کا عطیہ ہے۔ بلکہ بات اس طرح ہوئی کہ ہمیں ملی ہوئی شریعت اور ہمارے لئے نازل کی ہوئی کتاب قرآن، سنت اللہ کے طفیل ہے۔ اب اس پوری وضاحت کو ذہن میں رکھتے ہوئے آئیں امامی تحریک کی فقہی اور روایاتی مذہب کے اندر ''سنت رسولؐ'' کے نام سے مشہور تفصیلات کی طرف کہ مونچھیں کٹوانا سنت رسولؐ، داڑھی

بڑھانا سنت رسولؐ، بالوں کو کنگھی لگانا سنت رسولؐ، نماز کے حوالے سے تھوڑی سی رکعتیں اللہ کی فرض ہیں، اور ان فرض والی رکعتوں سے ڈبل رکعتیں سنت رسولؐ، وضو کے فرائض کم جو اللہ کے کوٹا میں ہیں، اور اس کی سنت چیزیں فرائض سے ڈبل جو کہ سنت رسولؐ کے نام سے ہیں۔ داڑھی رکھنا اور اس کو کنگھی کرنا یہ تو ابولہب اور ابوجہل کا بھی عمل تھا۔ زمانہ رسالت میں عربوں کا جو لباس تھا اس میں مسلم اور کافر کے لحاظ سے امتیاز نہیں تھا، لیکن علم الروایات نے ہر شعبۂ حیات میں سنت رسولؐ کے نام سے انسانوں کے اندر، مسلم امت کے اندر رسولؐ اللہ کی سنتوں کے ناموں سے کئی فرقے بنا ڈالے، اور سب فرقوں کے جدا لباس وہ بھی سنتوں کے ناموں سے۔ قدم قدم پر تفریق، ملک ملک، شہر شہر اور گھر گھر میں لوگوں کو فرقوں کے اندر بانٹا ہوا ہے۔ اب کوئی بتائے کہ جب پورے قرآن میں کسی ایک بھی چیز کو سنت رسولؐ کے نام سے اللہ کی سنت سے جدا کر کے نہیں بتایا گیا، بلکہ قرآن حکیم میں جو سنت اللہ کا تسلسل ہے وہی میراث رسولؐ اللہ ہے، وہی میراث برائے امت رسولؐ ہے (4-26)، پھر اس حوالہ سے تو سنت رسولؐ اور سنت اللہ تو ایک ہی چیز ہوئی۔ یعنی جس طرح کہ قرآن سنت اللہ کے حوالے سے ہمیں ملا ہے تو سارے قرآنی احکام کا امین اور حامل تو محمدؐ الرسول اللہ ہے، ایسی صورتحال کے باوجود اہل فارس کی فقہ ساز اور روایت ساز امامی تحریک والے اپنی گھڑی ہوئی روایات کو سنت رسولؐ کے نام سے بہت بڑا ذخیرہ خلاف قرآن، رسولؐ اللہ کے نام سے امت کے سر پر مارے بیٹھے ہیں۔ جناب قارئین! یہ مضمون جو کہ اہل سنت نامی فرقوں اور اہل حدیث نامی فرقوں کے تبرا کرنے کے ثبوت میں ہے تو میں نے اس مضمون کو جو آپ کی خدمت میں پیش کیا ہے تو اب آپ فیصلہ کر کے بتائیں قرآن کے حوالہ (4-26) سے کہ جب سنت اللہ کا امین اور حامل محمد الرسول اللہ اور ان کی امت ہے اور رسولؐ اللہ کی کوئی بھی دینی میراث ایسی نہیں ہے جو قرآن سے باہر ہو اور وہ

واجب الاطاعت بھی ہو (4-64)، تو کیا رسول اللہ کے نام سے غیر قرآنی سنتوں
کی لسٹیں شرک باللہ نہیں ہے؟ یہ تبرا نہیں ہے؟ میرے خیال میں آپ اچھی طرح اس
تبرا کو نہ سمجھ سکے ہونگے۔ آئیں فقہ کی کتاب ہدایہ اور شرح وقایہ کو کھولتے ہیں یہ حنفی
فقہ کی بڑی کتابیں ہیں، یہ مدارس عربی کے درس نظامی والے نصاب کے اندر داخل
کتابیں ہیں۔ ہدایہ کے لئے مقولہ بنایا گیا ہے کہ الھدایہ فی الفقہ کالقرآن فی الکتب
یعنی فقہ کی کتابوں میں ہدایہ کا مقام اتنا ہے جتنا دوسری کتابوں کے مقابلہ میں قرآن
کا مرتبہ ہے۔ ان کتابوں کے اندر کتاب الطلاق کے اندر طلاق کے کئی ابواب بنائے
گئے ہیں ان میں سے ایک باب ہے طلاق السنہ کے نام سے یعنی اس کے اندر طلاق
دینے کے مسنون اور غیر مسنون طریقے سکھائے گئے ہیں۔ غور فرمایا جائے کہ ان
اسلام دشمن امام مافیا نے رسول اللہ کے اکاؤنٹ میں جو غیر قرآنی کئی چیزیں سنت
رسول کے نام سے مشہور کی ہوئی ہیں اور سنت کے معنی رسول اللہ کا قول و فعل کیے
ہوئے ہیں۔ ان فقہ سازوں نے طلاق السنہ کے نام سے کتاب کا ایک باب بنا کر
دنیا کے لوگوں کو تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ رسول اللہ کے گھر میں بھی طلاق کی
نوبتیں آئی ہیں، اس لئے مسنون طلاق یہ یہ ہونگی۔ اب کوئی بتائے کہ طلاق کی قسم کا
ایسا نام رکھنا، یہ رسول اللہ کی شان کے خلاف تبرا نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ وہ بھی فقہ،
حنفی والے اماموں کی طرف سے اہلسنت کا تبرا، وہ اس حوالہ سے کہ جناب رسول
اللہ نے تو اپنی ازواج مطہرات میں سے کسی ایک کو بھی طلاق نہیں دی، تو پھر ان کی یہ
طلاق السنہ کی اصطلاح کیا معنے رکھتی ہے۔

اہل سنت کا تبرا

کتاب ہدایہ حنفی فقہ کی نہایت مستند اور مشہور کتاب ہے اس کی جلد دوم صفحہ ۲۹۶
کتاب النکاح مطبوعہ دستگیر کالونی کراچی کی عبارت ہے کہ "یجوز النکاح
الصغیر والصغیرہ اذاتزوجھا الولی بکرا کانت الصغیرہ او ثیبا والولی ھوا

العصبہ"، یعنی صغیر لڑکی اور لڑکے کا نکاح جائز ہے جب ان کا وارث ان کی شادی
کرائے جو وارث عصبوں میں سے ہو (یعنی ددھیال میں سے)۔ محترم قارئین!
حنفی فقہ کے اس قانون میں قرآن حکیم کے دو عدد قانونوں کا رد کیا گیا ہے، ایک یہ
کہ صغیر اور صغیرہ کا نکاح کرایا جاسکتا ہے، جو کہ قرآن کے حکم (6-4) میں بتائی
ہوئی شرط یعنی شادی کی عمر بلوغت کے بعد ہے کا رد کیا گیا ہے۔ دوسرا رد قرآن اس
طرح ہے کہ قرآن حکیم نے مرد اور عورت کی تخلیقی مساوات کا اعلان فرمایا کہ
"یاایھاالناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ (4-1) یعنی
اے انسانو! اپنے پالن ہار کے قوانین کی خلاف ورزی سے ڈرو جس نے تم سب کو
ایک ہی جرثومہ حیات سے پیدا فرمایا ہے" (یہ ہوئی تخلیقی مساوات) دوسرے مقام
پر فرمایا کہ "للرجال نصیب مما اکتسبوا و للنساء نصیب مما
اکتسبن و اسئلوا اللہ من فضلہ (4-32) یعنی مردوں کا اپنی کمائیوں میں
اپنا حصہ ہے اور عورتوں کا اپنی کمائیوں میں سے اپنا حصہ ہے"۔ اس آیت کریمہ میں،
مردوں اور عورتوں کی مال ملکیت میں اپنی کمائی کے اندر خود مختارانہ ملکیت کی حیثیت
کو قرآن حکیم نے علی الانفراد تسلیم کیا ہے، یعنی مرد اور عورت جدا مستقل پرسنلٹی
ہیں۔ اب جب عورت کی کمائی ہوئی کسب کردہ ملکیت میں کسی غیر کو ملکیت کا حق
نہیں ہے، تو بتایا جائے کہ حدیث ساز اور فقہ ساز اماموں کو کس نے حق دیا ہے کہ
خلاف قرآن عورت کی شخصیت کو جیتے جی وارثوں کی پراپرٹی بنادیں۔ ان بخارا اور
ہرات کے امام کہلانے والوں کو قرآنی قوانین توڑنے کا کس نے حق دیا ہے، ان
کے یہ روایاتی ڈھکوسلے قرآن کے اوپر تبرا ہیں۔ ان کے مسئلوں کے اندر انکار
قرآن والی تبرا ہے۔ یہ ہدایہ کے حوالہ سے حنفیوں کی تبرا ہوئی۔ اور حدیثوں کے
حوالوں سے اہل حدیث اور غیر مقلد کہلانے والوں کی تبرا ہوئی۔ کتاب شرح وقایہ
مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی باب اعتکاف کے اندر

اعتکاف کے ٹوٹ جانے کی وجوہات گنواتے ہوئے لکھتے ہیں کہ" وطیہ فی غیر فرج او قبلہ او لمس ان انزل والا فلا"۔یعنی سوائے فرج کے کسی اور جگہ جماع کرنے سے بوسہ دینے سے یا چھونے سے اگر انزال ہوجائے تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا، اگر انزال نہیں ہوا تو خیر ہے اعتکاف نہیں ٹوٹے گا" (صفحہ ۲۵۵)۔اس عبارت کے معنیٰ میں اگر پڑھنے والے حضرات کو فقہی اماموں کے لوپ لائین کے کلچر کو تسلیم کرنے میں اگر کوئی تامل ہے تو پھر اسی کتاب شرح وقایہ کے صفحہ نمبر ۲۴۶ پر باب 'مایوجبہ افساد الصوم' میں باب موجب الافساد پڑھ کر دیکھیں جس میں روزہ کے ٹوٹنے اور کفارہ لاگو ہونے کا ذکر ہے۔ لکھتے ہیں کہ 'من جامع او جومع فی احد سبیلین ......' یعنی جس شخص نے جماع کیا یا جماع کرایا۔ محترم قارئین! اس عبارة کو سمجھانے کیلئے محشی صاحب نے بین السطور میں لکھا ہے کہ 'ای القبل والدبر'۔یعنی" آگے اور پیچھے"۔ بہرحال ہمیں تو ان حدیث ساز اماموں کے تبرا کی مثال قارئین کی خدمت میں عرض کرنے ہیں۔لیکن ان اماموں کے ذوق اور شغل کی یہ عبارتیں بھی میری نظر میں تبرا کے باب سے ہی ہیں۔کوئی ان عبارتوں کو تبرا تسلیم نہیں کرتا تو نہ کرے۔تبرا کے علاوہ ان فقہ ساز اماموں کے اس قسم کے کلچر کو پڑھنے والے خود کوئی نام دے دیں، ہمارے تبصرے سے کوئی ناراض نہ ہوجائے۔

صاحب ہدایہ کا قرآن پر تبرا، نیز حدیث بنانے والوں کا بھی

ہدایہ کے مصنف ابوالحسن علی بن ابوبکر مرغینانی المتوفی ۵۹۳ ہجری اپنی کتاب کے کتاب النکاح میں صفحہ ۲۹۹ میں لکھتے ہیں کہ "الکفاء فی النکاح معتبرة قال علیه السلام الا لایزوج النساء الا الا ولیاء ولا یزوجن الامن الاکفاء"، یعنی نکاح کے اندر برابری کا شرط اعتبار کیا ہوا ہے"۔صاحب ہدایہ نے اپنے اس دعویٰ کی تائید میں حدیث لائی ہے کہ رسول علیہ السلام نے فرمایا کہ خبردار عورتیں اپنے رشتہ داروں کے سوا کسی سے بھی شادی نہ کریں، نیز شادی نہ کریں سوائے برابری اور ہم

پلہ لوگوں کے"۔ آگے ہدایہ والے نے حدیث رسولؐ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ قریش کے بعض اپنے دوسرے بعضوں کے برابر ہیں۔ پھر ان میں بطن بطن کے بنیاد پر برابری کو تسلیم کیا جائے گا یہ ہوئی 'بعضو قبیلہ بقبیلہ' یعنی غیر قریشی عربوں کے بعض بعضوں کے کفو یعنی برابر اور ہم پلہ ہیں، ہر قبیلہ برابر ہے دوسرے قبیلہ کے۔ ہاں قریش جیسے مشہور قبیلہ میں امام محمد کے خیال کے مطابق، اہل بیت خلافت کے مقابلہ میں قریش بھی برابر کے مرتبہ میں قبول نہیں کئے جائیں گے (یہ امام محمد کی طبقاتیت ہوئی)۔ جناب قارئین! فقہاء اور حدیث سازوں کے اس کفو نامی کفر کی یہ ہوئی نہایت مختصر نسبی اور نسلی برابری کی تھوڑی سی تشریح۔ پھر اس کے علاوہ مسلم معاشرہ کے اندر طبقاتی تفریق شادیوں کے حوالہ سے ہنری پیشوں کے حوالوں سے بھی ہدایہ والے نے گنوائی ہے کہ وتعتبر فی الصنائع یعنی یہ کفو اور برابری کا معاملہ ہنروں اور پیشوں کے اندر بھی معتبر اور متصور ہوگا۔ حجام، بھنگی اور چمڑے رنگنے والے خسیس لوگ ہیں ان کے مقابلہ میں اعلیٰ اور معزز پیشوں والے لوگ خسیس پیشے والے لوگوں سے رشتہ داری میں عار کرینگے۔ امام ابویوسف اور امام محمد کا خیال ہے کہ لوگ ہمیشہ ایک پیشہ پر نہیں رہتے پیسے آجانے سے کبھی لوگ خسیس پیشے سے نفیس کاروبار کی طرف بھی منتقل ہوجاتے ہیں۔ سو اصل بات پیسے کی ہے۔
جناب قارئین! اس باب میں امامی موشگافیاں بہت ساری ہیں، اب آئیں کہ قرآن حکیم سے معلوم کریں کہ وہ عورت اور مرد کے ملنے اور رشتہ زوجیت میں آنے کیلئے وجہ ترجیح کن چیزوں کو قرار دیتا ہے، فرمان ربی ہے کہ" الخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثات والطیبات للطیبین والطیبون للطیبات اولائک میرؤن مما یقولون لهم مغفرة ورزق کریم (24-26)۔ محترم قارئین! اس آیت کریمہ نے نہایت صفائی سے اور وضاحت سے سمجھایا کہ کون کس کے لائق ہے اور کون کس کے۔ یہ میچ اور جوڑ اللہ نے

کرداروں کے حوالہ سے سمجھایا اور بات اس پر ختم نہیں ہوتی کیوں کہ کردار کے ساتھ
فکر اور نظریے کی بھی بڑی اہمیت ہے سو اس کے لئے بھی قرآن حکیم نے رہنمائی
فرمائی کہ" الزانی لاینکح الازانیه او مشرکه والزانیه لاینکھا الازان او
مشرک وحرم ذالک علی المئومنین (24-3)۔ محترم قارئین! اس
آیت کریمہ وعظیمہ میں نہایت وضاحت سے سمجھایا گیا کہ زانی مرد اور عورت مشرک
مرد عورت کا آپس میں تو میچ ہو سکتا ہے، لیکن ان دونوں صفتوں والے یعنی زنا اور
شرک کی خصلت والے مرد اور عورت، مؤمن مرد اور عورت پر حرام کئے گئے ہیں۔
مطلب یہ کہ اللہ پاک نے کردار اور نظریہ دونوں چیزوں کو مرد اور عورت کے آپس
میں رشتہ ازدواجیت میں آنے کے وقت ضروری قرار دیا ہے۔ محترم قارئین! قرآن
کی طرف سے اس عظیم رہنمائی کے مقابلہ میں موازنہ فرمائیں اوپر بیان کئے ہوئے
امامی گندکا، جس سے ان قرآن دشمن اماموں نے، اسلام دشمن اماموں نے۔، انسان
دشمن اماموں نے، نسلی تفریق سے معاشی معاشرتی تفریق سے انسانی برادری کو
طبقاتی عفریت کے بھینٹ چڑھادیا ہے۔ یہاں پھر میں پہلی والی گذارش کرتا ہوں
کہ یہ کفو والی فقہی اور حدیث کی عبارت مجھ ناچیز کے عقل کے مطابق مکمل طور پر
خلاف قرآن ہے، انکار قرآن ہے، اور رد قرآن ہے۔ یہ ظاہر ظہور قرآنی اصلاحات
کے مقابلہ میں نسل پرستی، شخصیت پرستی کو جنم دینے کی سازش ہے۔

محترم قارئین! مناسب سمجھتا ہوں بلکہ ضروری سمجھتا ہوں کہ ان اماموں کے قرآن
کے خلاف نظریات کو مزید مثالوں سے واضح کر کے اپنا مدعا ثابت کروں۔ وہ یہ کہ
امت مسلمہ کی نسلوں کو مدارس دینی میں درس نظامی کے اندر پڑھائی جانے والی
دینیات بنام فقہ اور حدیثیں یہ قرآن دشمن علوم ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں، و اقل المهر
عشرة دراهم۔ قول علیه السلام ولا مهر اقل من عشرة (ہدایہ جلد دوم صفحہ
۳۰۴ کتاب النکاح باب المہر) یعنی کم سے کم مہر کی حد دس درہم ہے........ رسول

علیہ السلام کا قول ہے کہ دس سے کم مہر نہیں ہے" جناب قارئین! درہم کی مالیت
پاؤلی یعنی پچیس پیسے بتائی گئی ہے یعنی ایک روپیہ کا چوتھا حصہ جب کہ دس درہم کے
ڈھائی روپے بنتے ہیں۔ اب غور فرمایا جائے رقم مہر کی یہ حد جو فقہ بنانے والوں نے
اور حدیث گھڑنے والوں نے بتائی ہے، آئیں اور دیکھیں کہ قرآن حکیم مہر کی دی
ہوئی رقم کی کیا مقدار بتاتا ہے۔ فرمان ہے کہ "وان اردتم استبدال زوج
مکان زوج و آتیتم احدی هن قنطارا فلاتاخذو امنه شیئا (4-20)
یعنی اگر تم نے ارادہ کیا ہے پہلی بیوی کی جگہ دوسری بیوی کو لانے اور رکھنے کا اور تم
ان میں ایک کو سونے کا ڈھیر بھی دے چکے ہو تو اب کسی بھی بہانہ بازی سے اس
سے واپس نہ لو"۔ محترم قارئین! اس آیت کریمہ میں سونے کے ڈھیر کو ذہن میں
رکھیں، اس پر دوسری ایک عدد آیت کے بعد گذارش عرض کرتے ہیں۔ آگے پھر
فرمان ہے کہ "ومن لم یستطع منکم طولا ان ینکح المحصنات
المؤمنات (4-25) یعنی تم میں سے اگر کوئی شخص عفت مآب مؤمن عورتوں
سے نکاح کی استطاعت اور مالی طاقت نہیں رکھتا"۔ اس کے بعد اور بھی فرمان ہے
کہ "ولیستعفف الذین لایجدون نکاحا حتی یغنیهم الله من فضله
(24-33) یعنی عفت کی زندگی گذاریں وہ لوگ جو نکاح کے اخراجات کی
استطاعت نہیں رکھتے یہاں تک کہ اللہ انہیں اپنے فضل سے مطلوبہ ضرورتوں کا مداوا
کرائے"۔

محترم قارئین! آیت (4-20) میں فرمایا گیا کہ دلہن کو سونے کا ڈھیر تم دے
چکے ہو، پھر دوسری آیت (4-25) میں فرمایا گیا کہ نکاح کرنے کیلئے تمہارے
اندر اگر طول کی استطاعت نہیں ہے تو محصنات اور مؤمنات کے حصول سے ایک
منزل نیچے اتر آؤ"۔ پھر تیسری آیت میں فرمایا کہ "اگر کسی بھی صورت میں آپ
نکاح کو نہیں پا سکتے تو توفیق ملنے تک پارسائی کی زندگی گذارو"۔ قرآن حکیم کے

ان ارشادات میں شادی کے ضروری خرچ مہر کیلئے سونے کا ڈھیر بتایا گیا ہے جس
کے حصول کی ہر کسی شخص میں طول اور طاقت نہیں ہوا کرتی، تو کیا ان قرآن دشمن فقہ
سازوں اور حدیث سازوں کی امامت نے مہر کی رقم کم سے کم دس درہم یعنی ڈھائی
روپے بتائی ہے۔ یہاں پہلے قارئین کی خدمت میں، مہر کی اتنی بڑی رقم کہ اسکو
سونے کا ڈھیر کہا جا سکے اور رقم مہر کی اتنی حد اور مالیت جس کو ہر کوئی آسانی سے ادا بھی
نہ کر سکے (4-25)، اس کی فلاسفی عرض کرونگا کہ جاہل اور بے لگام معاشروں میں
اور بالخصوص ان معاشروں کے اندر جن کے مذہبی عقیدوں میں عورت کا مرتبہ مرد
کے مقابلے میں تخلیقی طور پر گھٹیا قرار دے دیا گیا ہو، ایسے معاشروں میں شوہر لوگ
بیویوں پر نہایت اذیت ناک مظالم ڈھاتے ہیں۔ عورت کو بیوی کو صرف شہوت رانی
کا کھلونا تصور کرتے ہوئے اس کو انسانی مرتبت اور مساویانہ حقوق سے محروم رکھتے
ہیں، اور بسا اوقات گاڑیوں اور فرنیچر وغیرہ کے ماڈل بدلنے کی طرح عورتوں کو بھی
بدل بدل کر رکھنے کا ذہن بنا لیتے ہیں۔ سو ایسی ذہنیت کو درست کرنے کیلئے اللہ نے
فرمایا کہ اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی کو بدلے میں لانا چاہتے ہو تو پہلی کو طلاق
دیکر جو تم اسے سونے کا ڈھیر دے بیٹھے ہو اس میں سے تم کچھ بھی واپس نہ لو۔ جناب
قارئین! آپ اگر قرآن حکیم کی اس رقم مہر کو سونے کے ڈھیر جیسا مہنگا رکھنے پر غور
فرمائینگے تو یہ بات سمجھ سکیں گے کہ اگر کوئی عورت کسی ایسے مرد کے ہتھے چڑھ جائے
جس میں انسانیت کی جگہ حیوانیت ہو اور وہ اگر اپنی بیوی کو پاؤں کی جوتی کی طرح
بدلنا ایک فیشن قرار دے، تو ایسی حالت میں قرآن کا حکم ہے کہ ایسی عورت کے پاس
سونے کا ڈھیر موجود ہونا چاہیئے جس کے ذریعے وہ کسی چھت تلے عزت کی حفاظت
کی زندگی گذار سکے (4-20)۔ جناب قارئین! عورتوں کے ساتھ مردوں کی اس
بہیمانہ سلوک کی مثال آپ کو جا بجا ملیں گے اور ایسی مثالیں کثرت سے کیوں ملتی
ہیں؟ صرف اور صرف اس وجہ سے اس طرح کے مظالم زیادہ ہیں کہ اس منکرین

قرآن امام مافیا نے عورت کو مہر دینے کی کم سے کم مالیت اور حد ڈھائی روپیہ کی حد
کے لیے خلاف قرآن حدیثیں بنائی ہیں۔ محترم قارئین! قرآن کو بہت احساس
ہے کہ اس نے عورت سے نکاح کیلئے مہر کی رقم والی حد سونے کا ڈھیر بہت مہنگی
رکھی ہے، اس احساس کے باوجود وہ فرماتا ہے کہ تم میں اس مہنگے مہر دینے کی
استطاعت نہیں ہے تو شادی نہ کرو، جاؤ پارسائی کے ساتھ عفت کی زندگی گذارو،
مہر کی رقم میں کوئی کمی نہیں کی جائیگی (24-33)۔ اب کوئی بتائے کہ قرآن کے
مقرر کردہ مہر یعنی سونے کے ڈھیر ادا کرنے کے بعد شوہر کے لیے بیوی کی اہمیت
زیادہ ہوگی یا امامی چندے کی پیتی والی رقم ڈھائی روپیہ مہر دینے والے شوہر کے لیے
بیوی کی کوئی وقعت ہوگی؟

جناب قارئین! اماموں کے یہ فقہے اور ان کے ماخذ والی جملہ حدیثیں قرآن کی
تفسیر نہیں کرتیں، نہیں کر سکتیں، بلکہ تردید کرتی ہیں، قرآن پر تبرا کرتی ہیں۔ کیا کوئی
بتا سکتا ہے کہ قرآن کی بتائی ہوئی مہر کی رقم سونے کے ڈھیر کی تفسیر ڈھائی روپیہ
ہو سکتی ہے؟ محترم جناب قارئین! میں ان اماموں کی قرآن سے عداوت اور بد
باطنی کی کیا کیا دلیل پیش کروں؟ ہدایہ کے اندر کتاب النکاح کے باب 'الاولیاء والا
کفاء' کے صفحہ نمبر ۳۰۰ پر لکھا ہے کہ 'لان المھر بدل البضع' یعنی مہر کی رقم تو گوشت کے
ٹکڑے (فرج) کا بدلہ ہے۔ محترم قارئین! اس مسئلہ میں آئیں قرآن سے
پوچھیں کہ اس کے ہاں مہر کی رقم کس طرح کی ہے، تو جواب میں قرآن فرماتا ہے
کہ" **واتوا النساء صدقاتھن نحلته** (4-4) یعنی عورتوں کو جو مہر آپ نے
دینا ہے وہ شہد کی طرح ہے جو جب آپ شہد کے چھتے سے شہد کی مکھیوں کو دور کر کے
لے لیتے ہیں۔ ان مکھیوں کو کچھ بھی بدلہ دیئے بغیر شہد کو مفت میں بغیر معاوضہ کے
لے آتے ہیں تو اس طرح عورتوں کو مہر کی رقم بھی کسی بدلہ یا عوض کی نیت کے بغیر دیا
کریں۔

ہدایہ کے 'کتاب النکاح' میں امام ابوحنیفہ کا ایک فقہی قانون لایا گیا ہے کہ ' ولو زالت بكارتها بزناء فهى كذالك (اى فى حكم الابكار) عندابی حنیفہ صفحہ ۲۹۵ یعنی اگر کسی لڑکی کی بکارت (کنوارا پن) زنا کے ذریعے زائل ہو جائے تو کوئی بات نہیں یہ پہلے کی طرح ہے باکرہ کے حکم میں'۔ ابوحنیفہ کے امامی فتوے پر میں کوئی تبصرہ نہیں کرتا۔

ہدایہ کے کتاب النکاح کے صفحہ ۲۹۳ پر لکھا ہے کہ ' ومن ادعت عليه امرة انه تزوجها واقامت بينه فجعلها القاضى امرأته ولم يكن تزوجها وسعته المقام معه وان تدعه يجامعها ' یعنی ایک عورت کسی مرد پر عدالت میں ایک جھوٹا دعویٰ کیا کہ اس نے میرے ساتھ شادی کی ہے اور اس کے لئے شاہد بھی پیش کردئے تو قاضی صاحب نے فیصلہ دے دیا کہ مدعیہ عورت مدعا علیہ مرد کی بیوی ہوگئی، اس کے بعد عورت اگر مرد کو جماع کرنے کی دعوت دے تو مرد اس کے ساتھ جماع کر سکتا ہے۔ جناب قارئین! یہ ہے مذہب امام ابوحنیفہ کا، اب آپ فیصلہ کریں کہ جب دعویٰ جھوٹا ہے شاہد جھوٹے ہیں قاضی نے فیصلہ ظاہر پر کیا لیکن مدعا علیہ تو جانتا ہے کہ میں نے اس عورت سے ہرگز نکاح نہیں کیا اور قاضی کا فیصلہ جھوٹی شہادتوں پر مبنی ہے۔ ان کے جھوٹے ہونے کا علم قاضی کو تو نہیں ہو سکا لیکن یہ تو ان کی جھوٹی شہادت سے باخبر ہے۔ اس صورت میں جس پر دعویٰ کیا جا رہا ہے کہ یہ آدمی اس عورت کا شوہر ہے، اس نے اب تک نکاح کو اور اس عورت کو بیوی کی صورت میں قبول ہی نہیں کیا تو امام ابوحنیفہ کیوں کر یہ کہتے ہیں کہ مرد اگر اس عورت کے کہنے پر اس سے جماع کریگا تو وہ جائز قرار دیا جائیگا۔ جناب قارئین! اس امامی گند والے فیصلہ کے علاوہ یہ بھی پہلو غور کرنے کا ہے کہ اس مسئلہ کی صورت حقیقی نہیں ہے اور اس فرضی اور من گھڑت کہانی پر اگر غور کریں گے تو معاشرتی لحاظ سے یہ ان ہونی بات بھی ہے۔ ایسی جعلی روئیداد کو امام مافیا نے جو اپنے ذخیرہ فقہ میں بڑے اہتمام سے لایا

ہے تو لازماً اس کا کوئی مقصد ہوگا۔ محترم قارئین! وہ مقصد آپ شاید اس مثال سے سمجھ سکیں گے۔ ایک بستی والے لوگ میلے پر جا رہے تھے تو گاؤں کے پاگل کو بلا کر کہا کہ دیکھو ہم لوگ میلے پر جا رہے ہیں خیال کرنا، کہیں گاؤں کو آگ نہ لگا دینا، تو جواب میں اس پاگل نے کہا کہ اچھا ہوا جو تم نے یاد دلا دیا۔ تو محترم قارئین! لگتا ایسے ہے کہ یہ امت کے سر پر مسلط کئے ہوئے امام لوگ بھی امت والوں کو یاد دلا رہے ہیں کہ اگر تم کسی عورت سے اس طرح بھی کرو گے تو جائز ہے!!!

اماموں کے فقہی استنباط کا انداز

جناب قارئین! ہدایہ والے نے صفحہ ۳۴۱ پر قرآن کی آیت " ومن قتل مؤمنا خطئا فتحرير رقبة (4-92) یعنی جس نے قتل کیا کسی مؤمن کو خطا سے تو اس کو جرمانہ میں کسی مؤمن غلام گردن آزاد کرنی ہوگی"۔ امام لوگوں نے اس پر یہ فقہ بنایا ہے کہ اگر کوئی شوہر اپنی بیوی کو کہے کہ رقبتلک طالق، اوعنقک طالق، راسک طالق اور وحک طالق او بدنک طالق او جسدک طالق او فرجک طالق او وجھک"، یعنی تیری گردن کو طلاق ہے، تیرے گلے کو طلاق ہے، تیرے سر کو طلاق ہے، تیرے روح کو طلاق ہے، تیرے بدن کو طلاق ہے، تیرے جسم کو طلاق ہے، تیرے فرج کو طلاق ہے، تیرے چہرے کو طلاق ہے۔ محترم قارئین! قرآن حکیم نے تو گردن یعنی رقبۃ سے سارے جسم کو مراد لیا ہے، جو کہ عرف عام کا محاورہ بھی ہے، قرآن حکیم نے ہم انسانوں کے محاورے کی تمثیل کو فالو کیا ہے۔ جس طرح کہ اس کا فرمان بھی ہے کہ " وانه لحق مثل مانكم تنطقون (51-63) یعنی یہ قرآن حق کی باتیں کرتا ہے تمہاری باتوں اور گفتگو کے محاوروں میں سے"۔ سو گردن سے مراد سارا جسم لینا یہ تو واقعی انسانوں کے معاشرے میں مروج ہے لیکن ابھی جو آپ نے رقبۃ پر امامی استدلال کی بہت ساری مزید مثالیں پڑھیں کہ تیرے چہرے کو طلاق ہے تیری روح کو طلاق ہے، تیرے فرج کو طلاق ہے یہ محاورے امام ابوحنیفہ

صاحب کے شہر ہرات و فارس میں ہوں تو ہوں، کہیں اور ایسے محاورے نہیں ہیں۔
لگتا ہے کہ اصل میں فرج کا ذکر کرنا ان فقہی اماموں کی کوئی مجبوری ہے۔ مجھ پر کوئی
درس نظامی کا وکیل ناراض نہ ہو میں انہی فضلائے کرام کی خدمت میں عرض
کرتا ہوں کہ ہدایہ والے نے اسی صفحہ پر اسی استنباط کے دلیل میں فی الفور ایک
حدیث بھی لاکر کھڑی کی ہے کہ معاذ اللہ رسولؐ نے بھی فرمایا ہے کہ ''لعن اللہ
الفروج علی السروج ''یعنی اللہ نے ان ان فرجوں پر لعنت کی ہے جو سواری کے
زینوں پر سواری کرتے ہیں۔ جناب عالی! زین گھوڑے کی پیٹھ پر یا خچر کی پیٹھ پر رکھی
جاتی ہے جس پر آدمی سوار ہوتا ہے اس زین کو عربی میں سرج کہا جاتا ہے۔ اللہ جل
شانہ پہلے سے جانتے تھے کہ یہ فارس کے امام مافیا والے میرے رسولؐ کے نام پر
خلاف قرآن جھوٹی حدیثیں بنائینگے اس لئے اللہ نے ان کی خرافات کو ان کے مُنہ پر
مارنے کیلئے پہلے ہی بتادیا کہ ''والخیل والبغال والحمیر لترکبوھا وزینہ
ویخلق مالا تعلمون (16-8) یعنی گھوڑے، خچر، گدھے اس لئے پیدا کئے گئے
ہیں کہ تم ان پر سوار ہو کر چلو پھرو نیز ان پر سواری کرنا تمہارے لئے باعث زینت بھی
بنایا، (ابھی یہ تو کیا ہیں) آگے تمہاری سواری کیلئے وہ وہ کچھ پیدا فرمائے گا جن کا
ابھی تمہیں پتہ ہی نہیں ہے''۔ محترم قارئین! اس آیت کریمہ میں کئی ساری باتیں
بتائی گئی ہیں ایک گھوڑوں، خچروں، گدھوں پر سواری کرنا یہ جائز ضرور یہ کے ساتھ
ساتھ ان پر سواری کرنے کو اللہ نے زینت سے بھی تعبیر فرمایا۔ یعنی زینت کے
ارادے سے بھی گھوڑوں پر چڑھا جاسکتا ہے۔ اس آیت میں مردوں کی کوئی تخصیص
نہیں ہے'' یہ خطاب پچھلی آیت (16-4) سے سارے رکوع میں خلق الانسان سے
بات شروع کی گئی ہے۔ تو اس میں پورا نوع انسان، مرد اور عورت سب مراد لئے
جائینگے۔ محترم قارئین! اس آیت (16-8) میں اللہ نے فرمایا کہ ابھی آئندہ ایسی
سواریاں موجودہ سواریوں کے علاوہ پیدا کی جائیں گی جن کا ابھی تمہیں علم ہی نہیں

ہے۔ یہ امام لوگ تو گھوڑوں، خچروں پر عورتوں کے سوار ہونے پر جلتے ہیں اور جل
بھن کر رسولؐ اللہ کے نام سے خلاف قرآن جھوٹی حدیث بناتے ہیں کہ اللہ ان
فرجوں پر لعنت کرتا ہے جو گھوڑوں، خچروں پر سوار ہوتی ہیں۔ اگر یہ امام اپنے دور
میں یہ معلوم کر لیتے کہ آگے چل کر گھوڑوں، خچروں سے بھی زیادہ زینت والی
سواریوں کاروں، جیپوں، لفٹ چیئروں، ایئر پلینوں میں عورتیں بھی سواری
کر کے اللہ کی تخلیق کردہ زیب وزینت کو انجوائے کرینگی (7-32)، تو یہ امام مکمل
طور پر عورتوں سے نفرت کی وجہ سے نیچے سے لیکر اوپر تک جل جاتے۔ بہر حال
خلاف قرآن فقہ ہو یا نام نہاد حدیثیں، یہ سب قرآن کے خلاف تبرا ہیں، یہ اللہ پر تبرا
ہیں۔ جھوٹی حدیثیں رسولؐ اللہ کے نام سے منسوب کرنا، یہ رسولؐ اللہ پر تبرا ہے، اور
اصحاب رسول کی طرف ناکردہ خصومات کی نسبت کرنا یہ اصحاب رسولؐ کے خلاف
تبرا ہے۔ تبرا کے معاملے میں دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث، اہل سنت لوگ اسی
طرح کے تبرائی ہیں جس طرح کے اہل شیعت والے تبرا کرتے ہیں۔

امام قرآن ہے

لفظ امام کے اصل معنیٰ ہیں وہ آلہ جو دیوار بنانے والے مستری کی رہنمائی کرتا
ہے کہ دیوار سیدھی کھڑی ہو رہی ہے یا اس میں کوئی کجی یا ہیر پھیر ہے۔ اس آلہ کا نام
ساہل، اور شاہل ہے، اس کی شکل اس لٹو کی طرح ہوتی ہے جس سے بچے لوگ ڈوری
لپیٹ کر کھیلتے ہیں۔ ویسے اس لفظ کے معنیٰ ہیں پیشوائی، رہنمائی، رہبری اور قیادت
کرنے والا۔ قرآن حکیم میں اس لفظ کا استعمال سات بار ''امام'' مفرد کے صیغہ
سے ہوا ہے اور پانچ بار ''ائمہ'' یعنی جمع کے صیغہ سے ہوا ہے۔ مفرد والا صیغہ دو بار
جناب موسیٰ علیہ السلام کو دی ہوئی کتاب وحی کے حوالے سے آیا ہے
(11-17) (12-34) اور ایک بار انسان کے کرتوتوں کے حوالہ سے نامۂ
اعمال کی کتاب کو بھی امام کہا گیا ہے (12-36)۔ ایک جگہ بڑی شاہراہ ''سڑک''

کوامام کہا گیا ہے(15-78) اور ایک جگہ پر جناب ابراہیم علیہ السلام کو امام کہا گیا
ہے (2-124)۔ ایک جگہ قیامت کے دن سب لوگوں کو ان کے جدا جدا کتابیں
جوان کے رسولوں کی معرفت انہیں دی گئی تھیں ان کے حوالوں سے بلایا جائیگا اس
طرح چھٹا استعمال بھی کتاب کے لحاظ سے ہوا(17-71)۔ ساتویں بار جو استعمال
ہوا ہے اس میں جملہ عبادالرحمان جو مؤمن بندے ہیں صاحب بصیرت اور صالح
لوگ ہیں ان کی دعا بتائی جو ہم سب کیلئے ایک طرح کی تعلیم ہے کہ ہم بھی ایسی ہی دعا
مانگیں کہ " واجعلنا للمتقین اماما (15-74) یعنی بار الٰہ ہمیں متقی لوگوں کا
قائد اور امام بنا"۔ اس کے بعد یہ لفظ امام جمع کے صیغوں میں پانچ بار استعمال ہوا ہے
ان پانچ میں سے ایک بار تو کافروں کے اماموں یا کفر کی طرف بلانے والے اماموں
سے قتال اور جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے(9-12)۔ دوسری بار لفظ ائمہ اہل جہنم
دوزخی لوگوں کے حوالہ سے استعمال ہوا ہے (28-31)۔ تیسری بار لفظ ائمہ"
وجعلنا هم ائمه یهدون بامرنا(21-73) یعنی کتاب وحی کے ذریعے ہدایت
کرنے والوں کے حوالہ سے ذکر ہوا ہے۔ چوتھی بار بھی "یهدون بامرنا (-32)
یعنی اللہ کے قانون وحی کے ذریعے ہدایت کرنے والے ہونگے۔ پانچویں بار بنی
اسرائیل کو آزادی دلا کر (فرعون کو غرق کرنے کے بعد) دنیا کی قیادت اور لیڈر شپ
عطا کرنے کے معنیٰ میں ائمہ کا لفظ لایا گیا ہے(28-5)۔ جناب قارئین! امامت
کے حوالوں سے کل بارہ عدد آیات کو بڑے غور سے پڑھیں تو امامت بمعنیٰ قیادت،
لیڈر شپ، حاکمیت والے معانی سے بھی جو آیات لائی گئی ہیں وہ بھی مقید اور مشروط
ہیں یهدون بامرنا، کے ساتھ یعنی جس قوم یا فرد کو امامت دی جائیگی تو اسے اللہ کے
قانون وحی کی روشنی میں قیادت کرنی ہے امامت چلانی ہے، امر الٰہی کے ماتحت
چلانی ہے۔ اور جناب موسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے نہایت وضاحت سے سمجھایا
گیا کہ انہیں عطا کردہ کتاب خود امام تھی، یعنی صاف صاف طور پر کتاب کو امام کہا گیا

ہے۔ اس لئے آج کے دور میں بھی پہلے کی طرح اصل کے لحاظ سے امامت اول تو
کتاب قرآن کیلئے مانی اور تسلیم کرنی ہے، اس کے بعد جو شخصی انفرادی امامت کا
مفہوم سمجھتا ہے تو آیت "واجعلنا للمتقین اماما" (25-74) سے باہر اور
ہٹ کر جدا نہیں ہو سکتا۔ یعنی اس آیت کریمہ و مجیدہ کی روشنی میں ہر شخص کو امامت
مانگنے کی اجازت ہے اور آیت (2-124) کی شرط کے حساب سے ہر کسی کو
قیامت تک امامت ملتی رہیگی۔ لیکن ایسے سارے امام تابع ہونگے الکتاب کے
"قرآن کے" اس لئے کہ اصل امامت کتاب کی ہے، نبوت اور رسالت نامی
امامت بھی کتاب اللہ اور کتاب وحی کی تابع ہے۔ یعنی کتاب اللہ سے ہٹ
کر امامت جو ہوگی وہ "یدعون الی النار (28-31) دوزخی لوگوں کی ہوگی"۔
اس لئے ہر دور میں قیامت تک پہلا امام کتاب وحی یعنی قرآن رہیگا، اس کے بعد
وہ سارے لوگ امام ہونگے جو فکر قرآن اور نظام قرآن کو نافذ کرنے اور اسے قائم
کرنے والے ہونگے۔ اس تشریح سے یہ ثابت ہوا کہ امامت کیسی چیز ہے، جس کی
میرٹ ہے "لاینال عهدی الظالمین" (2-124)۔ یہ کسی مخصوص نسل کی
موروثی چیز نہیں ہے۔ امامت کیلئے مذکورہ تشریحات کے خلاف جو کوئی غیر قرآنی
نظریات رکھتا ہے تو گویا اس کی قرآن سے جنگ ہے۔

مہدی قرآن ہے

لفظ ہدایت کے دو معنیٰ ہیں، ایک ہے مطلوب اور مقصود ہدف تک پہنچانا، جس
طرح کہ " انک لاتهدی من احببت ولا کن الله یهدی من یشاء
وهو اعلم بالمهتدین (28-56) یعنی اے رسول! تو جسے چاہے اس کو
ہدایت نہیں دے سکتا، لیکن یہ کام اللہ کے کرنے کا ہے، وہ جسے چاہے ہدایت دے
دے، (اس کا قانون مشیت کوئی مذاق نہیں ہے، کسی کو اللہ ہدایت دے یا نہ دے۔
وہ اس لئے کہ اس کو ہدایت لینے والے کی اندرونی کیفیات کا مکمل علم ہوتا ہے"۔ تو

جناب قارئین! اس آیت میں ہدایت بمعنیٰ ایصال الی المطلوب یعنی مقصود تک پہنچانے والی ہے جواللہ کے سوا کسی کے اختیار میں نہیں ہے۔ دوسرے معنیٰ ہیں راستہ دکھانا۔ ہدایت کے اس معنیٰ والی قسم پر ہر کسی کو دسترس حاصل ہوسکتا ہے۔ جس طرح کہ فرمان ہے کہ" وانک لتھدی الی صراط مستقیم (42-52) یعنی بلاشک اے رسول تو صراط مستقیم کی طرف ہی ہدایت کرتا ہے"۔ تو اس ہدایت کرنے یا دینے کے معنیٰ ہیں 'راہ راست کی طرف بلانا، راہ راست دکھانا'، جو ہر کوئی کرسکتا ہے۔ غور فرمایا جائے کہ پہلی ذکر کردہ آیت میں بھی رسولؑ سے خطاب ہے کہ آپ صراط مستقیم کی طرف ہدایت فرمارہے ہیں۔ تطبیق اور فرق ہم نے عرض کردیا، اب ذرا بعد والی آیت کے شروع والے حصہ کو ہم مکمل طور پر لانا ضروری سمجھتے ہیں فرمان ہے کہ" وکذالک اوحینا الیک روحامن امرنا ماکنت تدری ماالکتاب ولا الایمان ولکن جعلناہ نورا نھدی بہ من نشاء من عبادنا وانک لتھدی الی صراط مستقیم (42-52)۔ اگر اس آیت پر کوئی گہرائی سے غور کریگا تو معلوم ہوگا کہ یہاں یہ فرمایا جارہا ہے کہ یہ کتاب تو نور ہے اسے ہم نے ہدایت دینے کیلئے ہی نازل کیا ہے اس کتاب سے ہماری ہدایت پہنچانا، یہ قانون مشیت والی ہوگی (جس کے قلب میں انابت الی الحق دیکھینگے، یعنی ہم اسے اپنے قانون مشیت میں کامیاب دیکھ کر ہدایت دینگے اور آپ بھی اسی کتاب سے ہدایت کرینگے اور وہ بھی ہر کسی کو پھر آگے ہمارا قانون خود نتیجہ ظاہر کریگا۔ جناب قارئین! اسی مفہوم کو اور واضح کرنے کیلئے ایک اور آیت بھی ملاحظہ فرمائیں "لیس علیک ھداھم ولکن اللہ یھدی من یشاء" (2-272) یعنی اے رسول! آپ کے ذمے ان کی ہدایت کی ذمہ داری اور ڈیوٹی نہیں ہے بلکہ یہ کام اللہ کے قانون مشیت کا ہے کہ وہ جسے چاہے ہدایت عطا کرے"۔ محترم قارئین! اس آیت سے آپ سمجھ گئے ہونگے کہ یہاں ہدایت کے معنیٰ ایصال الی المطلوب کے

ہیں۔ ہدف تک، منزل مقصود تک پہنچانا ہے، اس معنیٰ کے حوالہ سے فرمایا گیا کہ اے رسولؑ یہ ذمہ داری تیری نہیں ہے۔ یہاں تک تین باتیں آگئی ہیں کہ ہدایت کی دو قسمیں ہیں، اور تیسری بات یہ کہ ہدایت کا منبع اور سرچشمہ کتاب قرآن ہے۔ اس مضمون سے ہمارا مقصد ہے کہ مقصود اور مطلوب منزل تک، پہنچانے والی ہدایت صرف اور صرف اللہ ہی کرسکتا ہے، جس کا سرچشمہ صرف قرآن ہے، اور یہ مطلوبہ ہدف تک پہنچانے والی ہدایت اللہ کے سوا کوئی بھی بنی بشر نہیں کرسکتا، حتیٰ کہ خود رسول اللہ بھی اس معنیٰ (28-56) سے ہادی اور مہدی نہیں بن سکتے۔ اور ہدایت کی وہ قسم کہ منزل مقصود تک پہنچانے والا اللہ کے سوا کوئی نہیں یہ مفہوم آیت" قل ھل من شرکائکم من یھدی الی الحق احق ان یتبع امن لایھدی الا ان یھدی فمالکم کیف تحکمون (10-35) میں نہایت ہی فیصلہ کن اور واضح انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ اے رسول! دنیا بھر کے لوگوں کو چیلنج کرو کہ ہے کوئی تمہارے شرکاء میں سے، ایسا ہادی اور مہدی جو حق کی پختہ ہدایت کی طرف کسی کی رہنمائی کرے بغیر قرآن کے، کیوں کہ جو کوئی ایسا ہوگا، تابعداری کرنا تو ایسی ہی ہستی کیلئے حق ہوتا ہے۔ تو کوئی آدمی بغیر قرآن کے ہادی اور مہدی کس طرح ہوسکتا ہے جب تک کہ خود اسے ہی پہلے ہدایت نہ ملی ہو۔ ہاں اگر کوئی ہماری کتاب سے ہدایت پالے پھر لازم بنتا ہے، حق بنتا ہے کہ ایسے آدمی کی اس قرآنی ہدایت کا اتباع کیا جائے۔ اس لئے اصل مہدی تو قرآن ہوا، ورنہ یہ تمہارا کس طرح کا فیصلہ ہے کہ جس نے قرآن سے ہدایت ہی نہیں حاصل کی تو اس کی کس طرح تابعداری کی جائے گی؟ ہدایت کے مرکز اور ماخذ قرآن ہے اس کے سوا باقی سارے علوم ظنی ہیں۔

جناب قارئین! اللہ عزوجل نے ہدایت کے لئے قرآن حکیم کی مرکزیت اور وحدانیت کی دلیل بھی بعد والی آیت میں دے دیا کہ" وما یتبع اکثرھم الاظنا

ان الظن لایغنی من الحق شیئا ان اللہ علیم بمایفعلون (10-36) یعنی
دنیا کے لوگوں کی اکثریت ظنی علوم، غیر قرآنی علوم کے پیچھے چل رہی ہے، اوران کے
ظنی روایاتی علوم کا، علم حق یعنی قرآن جس کا تعارف اللہ نے کرایا کہ " والذی
اوحینا الیک من الکتاب ھو الحق " (35-31) کے ساتھ مقابلہ نہیں
کرسکتے۔ بلاشک اللہ ان لوگوں کی ظنی علوم کو جتوانے کی مساعی کو جانتا ہے۔ یعنی
روایات والے ظنی علوم کی پیداوار جو لوگ مہدی کے منصب کے مدعی ہیں وہ بھی
اپنے مأخذ والے ظنی علوم کی طرح غیر قرآنی ہیں، ظنی ہیں، موہوم ہیں، معدوم ہیں۔
اس لئے ہر ایک فہم قرآن رکھنے والے پر واجب ہے کہ قرآنی ہدایت کی مشن کو جاری
رکھے، کوئی کسی کا ضامن نہیں ہے، ہر ایک اپنی جوابداری خود نبھائے
گا (6-164)۔ اور جہاں تک ہادی اور مہدی بمعنیٰ راہ دکھانے والا ہے تو اللہ نے
یہودیوں کے حوالہ سے فرمایا کہ " واجعلنا منھم ائمتہ یھدون بامرنا لما
صبروا وکانوا بایاتنا یوقنون (32-24) یعنی جب بنی اسرائیل نے
استقامت دکھائی اور ہماری آیات پر یقین کرنے لگے تو ہم نے ان کو ہمارے قانون
کی روشنی میں ہدایت دینے والی ڈیوٹی کی امامت بخشی، جس حوالہ سے وہ امام بنے
اور ہادی بھی بنے"۔ اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ امامت اور مہدویت فکر حق پر
استقامت دکھانے والے اور آیت اللہ پر یقین رکھنے والے کو ہر دور میں مل سکتی
ہے۔ اللہ کی طرف سے اس کے قانون اور نظام کو قائم کرنے والا ہر ایک آدمی امام
ہے، ہر ایک آدمی ہادی ہے، اور قوانین خداوندی کیلئے ہر لڑنے والا آدمی مہدی ہے۔
جس طرح بنی اسرائیل اور قوم موسیٰ میں ہوئے تھے۔ بنی اسرائیل کا اصل ہادی انہیں
ملی ہوئی کتابیں صحف ابراہیم وموسیٰ تھیں، اور ہمارا اصل امام ہادی اور مہدی قرآن
ہے (17-9)۔

علم الحدیث قرآن ہے

محترم قارئین! اللہ عزوجل نے اپنے کلام پاک قرآن حکیم کا جس طرح تعارف
کرایا ہے، لازم ہے کہ ہم اس خداوندی تعارف پر غور کریں، اس کی روشنی میں
قرآن کو سمجھیں اور اس کی پیروی کریں۔ فرمان الٰہی ہے کہ " اللہ نزل احسن
الحدیث کتابا متشابھا مثانی تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربھم
ثم تلین جلودھم وقلوبھم الی ذکر اللہ ذالک ھدی اللہ یھدی بہ
من یشاء ومن یضلل اللہ فمالہ من ھاد (39-23) یعنی اللہ نے اپنی
کتاب قرآن کو احسن الحدیث کے طور پر نازل فرمایا ہے یعنی اللہ کی یہ کتاب نہایت
ہی حسین خوبتر حدیثوں کی کتاب ہے، اس کتاب کی حدیثیں اپنی عبارت میں، متن
میں، نہایت متوازن، نتیجہ خیز اور فہم کے لحاظ سے متشابہ یعنی اپنے مسائل کو متشابہ
موافق تمثیلوں سے ملتے جلتے الفاظ کی تصریف سے مثانی کے طور پر دہرا دہرا کر سمجھنے
کے لیے، آسان بنانے کیلئے نازل فرمایا ہے، جس سے ان پڑھنے والوں کے
رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور خوف خدا سے چمڑی پھڑکنے لگ جاتی ہے، پھر ان
کا جسم، اعضاء، دل سب قوانین الٰہی کی اطاعت کیلئے نرم پڑجاتے ہیں"۔ یہی
احسن حدیثوں والی کتاب قرآن حکیم، ہدایت ہے اللہ کی۔ وہ اسی کی حدیثوں سے
رہنمائی کرتا ہے، اپنے قانون مشیت سے جسے اہل سمجھے، اور جو گمراہی کے راستوں
پر چل پڑتا ہے پھر اس کے لئے کوئی ہدایت نہیں۔
محترم قارئین! امت مسلمہ کی میراث علمی قرآن کے ساتھ یہود، نصاریٰ اور مجوس
کے اتحاد ثلاثہ نے بڑا ظلم کیا کہ ان کی تنخواہ خور دانشور ٹیم اسلامی انقلاب کی دشمن
روایت ساز امام مافیا نے اپنی کہانیاں قرآن دشمنی کی قسم کی گھڑیں پھر انہیں
احادیث رسول کا نام دیکر قرآن کے انقلابی فلسفہ کو منسوخ اور متروک قرار دے
دیا۔ ان جعلی اور من گھڑت حدیثوں کی بہت بڑی تفصیل ہے، جس پر نہایت ہی
تھوڑی مقدار میں میں نے کتاب 'فتنہ انکار قرآن' اور 'علم میں خیانت' کے نام سے

لکھ سکا ہوں۔ بہرحال امت مرحومہ کے حساس ذہن والی باقیات کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ کو کیا ہوگیا ہے کہ قرآن کا نام جب کہ اللہ نے احسن الحدیث تجویز فرمایا ہے(23-39) تو آپ نے ان جھوٹے حدیث سازوں کے دجل وفریب کو کیوں چیلنج نہیں کیا؟ جس میں انہوں نے اللہ کی کتاب کا نام اپنے جھوٹے قصوں کے انباروں پر رکھ دیا اور قرآن کے کسی بھی چوکیدار نے آہ وفغاں نہیں کی کہ یہ قرآن پر ڈاکہ مارا جارہا ہے، یہ میراث قرآن کی چوری کی جارہی ہے، جناب رسول اللہ کی شخصیت اور اس کے حرموں ازواج مطہرات پر تہمتوں والے علم کو قرآن والا نام دے دیا گیا ہے، اور قرآن حکیم پر تبرابازی والی کہانیوں پر مشتمل روایتوں کے علم پر خود قرآن کا نام "الحدیث" رکھ کرامت کے ساتھ دجل کیا گیا ہے، اور ملت اسلامیہ کے نام نہاد رکھوالے مکہ مدینہ سے لیکر ساری امت اسلامیہ کے اندر قرآن دشمن علوم کی آبیاری کر رہے ہیں جن کے مجوسی سازش والے علوم پر میری کتابیں ایف آئی آر ہیں۔ مسلم عوام کی عدالت میں یہ ایف آئی آر کوئی میری اکیلے کی نہیں ہے، مجھ سے پہلے خود رسول اکرم سلام علیہ کی فریاد موجود ہے کہ "یارب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا (30-25) یعنی اے پالنہار، میری قوم نے اس قرآن کو اپنے خرافاتی علوم میں جکڑ کر قید کر دیا تھا"۔ محترم قارئین! رسول اللہ کی اس فریاد سے بھی پہلے اللہ نے انسانوں کی ناقدرشناسی اور نااہلی پر مہر ثبت فرمادی کہ " ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم ویتخذ ھا ھزوا اولائک لھم عذاب مھین (6-31) یعنی کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں جو بہت پیسے لگا کر بڑی کوششوں اور بڑے خرچے سے، قرآن سے غافل بنانے والے، قرآن سے بے خبر رکھنے والے لہویات قسم کے علوم خریدتے ہیں، حاصل کرتے ہیں۔ ان کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ اس لہوالحدیث قسم کے علوم کے ذریعہ سے لوگوں کو اللہ کے راستہ سے بے خبر اور غافل بنادیں، گمراہ کردیں۔

لوگوں کو حق کی راہ سے ان کی بے علمی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے، ایسے جعفادری لوگوں نے ہماری کتاب کو مذاق بنا رکھا ہے، چنانچہ ان کے لئے نہایت ہی اہانت آمیز عذاب ہوگا۔

محترم قارئین! یہ مضمون اس موضوع پر ہے کہ اللہ نے اپنی کتاب قرآن حکیم کا نام الحدیث، احسن الحدیث، بھی رکھا ہے سورۃ کہف کی شروعات ہی نزول کتاب کے ذکر سے ہوئی اور اس کتاب کی شان میں ولم یجعل لہ عوجا فرمایا یعنی اس کتاب میں کوئی کجی نہیں ہے۔ دوسری آیت میں اس کتاب کی صفت اور شان "قیم" بتائی گئی ہے، یعنی نہایت مستحکم اور پختہ باتیں اور حدیثیں سنانے والی کتاب۔ پھر کتاب کی شان بیان کرتے ہوئے چھٹی آیت میں اس کتاب کو 'الحدیث' کے نام سے متعارف کرایا کہ "فعلک باخع نفسک علی آثارھم ان لم یئومنوا بھذا الحدیث اسفا (6-18) یعنی اے نبی تو توان کے پیچھے اپنی جان بھی افسوس میں گھلا کر رکھ دیگا کہ یہ لوگ اس الحدیث (قرآن) پر ایمان لے آئیں"۔

بہرحال مجھے اس مضمون میں امت مسلمہ کے اہل دانش وفکر لوگوں کی خدمت میں یہ عرض کرنی ہے اس امت کے مولوی نے قرآن حکیم کا نام "الحدیث" تبراوالی روایات کے علم کیلئے بیچا ہوا ہے، جن کے لئے قرآن حکیم نے فرمایا ہے کہ " اشتروا بایات اللہ ثمنا قلیلا فصدوا عن سبیلہ انھم ساء یعلمون (9_9) یعنی ان مشرک لوگوں نے (جنہوں نے اللہ کی کتاب کے نام کے ساتھ غیر اللہ کے روایاتی علم کو شریک بنایا اور اسے قرآن کے ہی ایک نام سے مسمی کیا) اللہ کی آیات کو ثمن قلیل (کوڑیوں کے دام قرآن کو بیچا) شراء کیا پھر اس سے انہوں نے لوگوں کو اللہ کے راستہ سے روک دیا، بہت برا کیا انہوں جو بھی کیا"۔ آج تک قرآن اور رسول اللہ پر تبراوالی روایات کے عالم لوگ جو خود کو شیخ الحدیث کہلاتے ہیں، وہ بے وقوف شاگردوں کو یعنی جن کی کوئی سوجھ بوجھ نہیں ہوتی، ان

کے سامنے بڑی علیت جھاڑتے ہیں کہ اس علم روایات کا نام علم حدیث کیوں کر تجویز کیا گیا۔ ان کے سارے استدلال قرآن حکیم کے رد میں ہوتے ہیں، کیوں کہ قرآن کا بھی دعویٰ ہے کہ اللہ کی یہ کتاب 'الحدیث' ہے (6-18)، اللہ کا قرآن بہتر علم حدیث ہے۔ (23-39) میں قرآن حکیم کے اس دعویٰ کے مطابق کہ قرآن کا نام 'علم الحدیث' ہے، میں دنیا بھر کے اہل علم اور اہل دانش کی خدمت میں فریاد کرتا ہوں کہ اس نام کی چوری کی گئی ہے۔ تبراؤں والی قصہ جات کا نام 'الحدیث' قرار دینا شرک بالقرآن ہوگا۔ اس حوالے سے کوئی پہلے قرآن حکیم کا اپنا دعویٰ ملاحظہ فرمائے کہ کس شدت کے ساتھ رب العزت، شرک بالقرآن کو رد فرماتے ہیں، چیلنج کرتے ہیں۔ فرمایا کہ" فلا اقسم بمواقع النجوم" یہ کہکشاں کے سارے گرے ان کے اپنے اپنے بے انت جغرافیائی وسعتوں والے مقامات میں، شاہدی دے رہے ہیں، انکی یہ گواہی نہایت عظمت والی ہے، ان کیلئے جو لوگ علم وفہم والے ہیں۔ وہ گواہی یہ ہے کہ" انہ لقرآن کریم "یعنی یہ قرآن اپنے قوانین اور ضابطوں کے حوالوں سے ان لوگوں اور معاشروں کو عزت اور تکریم دینے والا ہے ان کو جو اس پر عمل کرینگے۔ یہ قرآن" فی کتاب مکنون "ایک محفوظ اور ملفوف کتاب کے اندر رکھا ہوا ہے۔" لایمسہ الا المطھرون "، اس کا فہم اور ادراک ان لوگوں کو میسر ہو سکے گا جن کے قلوب اور اذہان پاکیزہ ہونگے، جن کے ذہنوں میں اجتماعیت کے خلاف ذاتی منفعت کے غلیظ اغراض نہ ہوں۔" تنزیل من رب العالمین "اس آئین کائنات والی کتاب کی تنزیل بھی اس ہستی کی طرف سے ہوئی ہے جو جہانوں کی ربوبیت کا کفیل ہے۔ ایسے رب کی کتاب وہ فارمولے دیتا ہے جو اجتماع کی فلاح کا ضامن ہے۔ اس لئے" افبھذا لحدیث انتم مدھنون" کیا تم ایسی 'الحدیث' نام والی عظیم الشان کتاب کو بے نام کرنے کے لئے مداہنت سے کام لے رہے ہو؟ اور اپنی چرب زبانیوں سے قرآن کا نام اہل مجوس کے قرآن دشمن

تبرائی روایات والے علم کو دے رہے ہو۔" وتجعلون رزقکم انکم تکذبون" (75 تا 82-56) یعنی تم نے اپنا روزگار جھوٹ کو فروغ دینے پر موقوف کیا ہوا ہے، تم جھوٹی روایات کو قرآن کا نام 'الحدیث' دیکر اس کی کمائی کھا رہے ہو؟ تمہارا گذر بسر اس پر ہے کہ تم محراب ومنبر سے قرآن مخالف مسائل کی جھوٹی روایات کو علم الحدیث کا نام دیکر قرآن کو بے نام کئے جاؤ!" فذرنی ومن یکذب بھذا الحدیث سنستدرجھم من حیث لایعلمون واملی لھم ان کیدی متین" (44-45-68) پھر اے محمدؐ! تم مجھ سے ان کی سفارش نہ کرنا۔ یہ پاپائیت مافیا کے بت، اور خانقاہیت کے دلال، جو قرآن کے نام 'الحدیث' کو جھٹلا کر مجوسی فلاسفی کے لئے اسے ہائی جیک کئے جا رہے ہیں، ہم ایسے تو انداز سے درجہ بدرجہ ان کو قابو کرینگے کہ ان کو پتہ ہی نہیں پڑیگا کہ ہم پر گھیرا کس طرح تنگ ہو گیا۔ اے محمدؐ! ہمیں آپ کی فریاد" یا رب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا "کا احساس ہے، ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ" واملی لھم " انہیں کچھ مہلت دیں، انہیں سنبھلنے کے لئے کچھ موقع دیں، ممکن ہے کہ کہیں ان کا ضمیر جاگ پڑے اور یہ لوگ قرآن کی طرف لوٹ آئیں اور اپنے 'ثمن قلیل' والے مفادات سے دستبردار ہو کر ہماری وارننگ" ویل یومئذ للمکذبین" کے" ویل" سے ڈر کر سدھر جائیں۔ اگر انہیں احساس نہ ہوا تو کوئی بات نہیں" ان کیدی متین "میری تدبیریں بھی کوئی ایسی ویسی نہیں ہیں جن سے ان کو کوئی چھڑا سکے۔ مجوسی سازش اور یزدجرد شاہی کی ایجنٹ مافیا نے جو اپنے تبرا باز امام زہری اینڈ کو کی من گھڑت روایات کو قول رسولؐ کا مرتبہ دیکر قرآن کے نام "الحدیث" کو دجل اور فریب کے ساتھ خرافاتی روایات پر فٹ کیا ہوا ہے، اللہ عزوجل نے ان کے دجل کو واشگاف کرتے ہوئے فرمایا کہ" انہ لقول رسول کریم "(19-81)۔ میری کتاب قرآن ہے اور صحیح معنوں میں وہی "الحدیث"

ہے۔ یہی قرآن، یہی الحدیث نامی الکتاب سچا قول رسولؐ ہے۔ قرآن کے سوا جن
امامی خرافات کو قول رسول کا مرتبہ دیکر ملت والوں کے ساتھ فراڈ کیا جارہا ہے ان کو
بس اتنا کہنا کافی ہوگا کہ" فلیاتوا بحدیث مثلہ ان کانوا صادقین "
(52-34) یعنی جب قول رسولؐ تو قرآنی احادیث ہیں (19-81)، پھر ان
قرآنی احادیث جیسے حدیثیں لاکر دکھائیں تو مانیں۔ اس لئے ہم امامی خرافات کو
حدیث کے معزز مرتبہ میں کیوں کر قبول کرینگے۔

معرفت شریعت کے لئے شاہ ولی اللہ کا قرآن سے انکار

اعلم انہ لاسبیل لنا الی معرفہ الشرائع والاحکام الاخبر النبی ﷺ
(حجۃ اللہ البالغہ باب طبقات کتب الحدیث صفحہ ۵-۱ جلد اول مطبع الخیریہ مصر) یعنی
جان لے کہ تحقیق حقیقت یہ ہے کہ ہمارے لئے کوئی راستہ نہیں ہے شریعتوں کی
پہچان کا سوائے حدیث رسولؐ ﷺ کے۔ محترم قارئین! کیا آپ نے غور کیا شاہ
ولی اللہ محدث دہلوی کی عبارت پر!، ایک تو شاہ کے نزدیک شریعتیں بہت ساری ہیں
جب کہ اللہ عزوجل نے رسولؐ اللہ کو ایک ہی شریعت عطا کی ہے (18-45) اور اس
کے لئے بھی اللہ نے اپنے رسولؐ سے فرمایا کہ" ثم جعلناک علی شریعۃ من
الامر فاتبعھا" (18-45) یعنی اے محمد سلام علیک ہم نے آپ کو ایک شریعت عطا
کی ہے اور آپ کو اسی کی تابعداری کرنی ہے۔ جناب قارئین! شاہ کی عبارت میں
معرفت شریعت کے لئے قرآن حکیم کا صاف صاف انکار کیا گیا ہے کہ 'خبر نبی' یعنی
مروج علم حدیث کے سوائے معرفت شریعت کیلئے کوئی اور راستہ نہیں ہے۔ شاہ
دہلوی سے کوئی پوچھے کہ آپ نے تو بہت ساری شریعتیں لکھی ہیں، جب کہ اللہ نے
رسولؐ اللہ کو ایک ہی شریعت عطا فرمائی ہے (18-45) تو آپ کس کس کے ایجنٹ
ہیں جن کی شریعتیں خلاف قرآن امت مسلمہ کے سر پر تھوپ رہے ہیں۔

شاہ ولی اللہ کا جھوٹی حدیث کی اوٹ میں قرآن سے انکار

شاہ دہلوی نے اپنی کتاب حجۃ اللہ کے جلد اول کے صفحہ ۱۴۰ مطبع الخیریہ مصر میں
حدیث لکھی ہے کہ" قال رسول ﷺ لن یدخل احد کم الجنتہ عملہ یعنی
آپ میں سے کوئی بھی ایک جنت میں اپنے عمل کے ذریعے داخل نہیں ہو سکے گا"۔
محترم قارئین! اب آئیں یہ مسئلہ قرآن حکیم سے معلوم کریں کہ جنت ملنے کا اللہ
کے ہاں کون سا قانون اور طریقہ ہے۔ قرآن حکیم کا جواب ملاحظہ فرمائیں" ان
الذین آمنوا وعملوا الصالحات اولائک ھم خیر البریہ جزاؤھم
عند ربھم جنات علن تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا
ابدا (98:7-8) یعنی تحقیق وہ لوگ جو ایمان لے آئے اور عمل کئے صالح، یہ
مخلوق میں سے بہت اچھے مرتبہ پر فائز ہیں ان کے اعمال کا بدلہ ان کے رب کے
ہاں رہائش والی جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی ہیں یہ ان میں ہمیشہ
رہنے والے ہونگے"۔ محترم قارئین! کیا کوئی اعتبار کر سکتا ہے کہ رسول اللہ کی کوئی
بات قرآن حکیم کے خلاف ہو سکتی ہے؟ جب قرآن حکیم نے اوپر کی آیت میں
صاف صاف بتایا کہ جنت عمل کے بدلہ میں ہے مفت میں بغیر عمل کے نہیں ہے،
اور قرآن حکیم میں لفظ انعام اور احسان ایک ایک درجن بار استعمال ہوا ہے لیکن ان
میں یہ کہیں بھی نہیں بتایا گیا کہ جنت بطور انعام یا بطور احسان دی جائے گی۔ اب
کوئی بتائے کہ یہ فیصلہ کس سے کرائیں کہ جو حدیث ساز گروہ خلاف قرآن حدیثیں
بنا بنا کر بغیر عملوں کے جنت ملنے کے جھانسے دیکر امت مسلمہ میں بے عملی پھیلانے
کے حیلے کر رہی ہے اور ایسے حدیث ساز رجیم کو شاہ ولی اللہ جیسے قرآن دشمن ایجنٹ
ہر دور میں ہر علاقہ میں مل رہے ہیں۔

شاہ ولی اللہ کا شیطانی ترغیب، عمل کو اللہ کی چاہت اور مراد قرار دینا

شاہ دہلوی نے اپنی شہرہ آفاق کتاب حجت اللہ میں ابواب الایمان کے جلد اول
کے صفحہ ۱۳۳ مطبع الخیریہ مصر میں جناب موسیٰ علیہ السلام کا آدم سے مکالمہ لکھا ہے کہ
انہوں نے آدم سے اکل شجرۃ کے بارے میں سوال کیا۔ اس تفصیل کے اندر محدث
دہلوی نے اپنی علمیت اور اپنی شیخی بگھاری ہے جس میں پہلے تو لکھا ہے کہ ’فلا حرم
ان اکل الشجرۃ اثم یحب الاستغفار عنہ‘ یعنی شجرۃ کا کھانا گناہ تھا ایسا کہ اس
سے استغفار لازم تھا۔ اس کے بعد دو سطر چھوڑ کر تیسری سطر میں محدث دہلوی
صاحب لکھتے ہیں کہ ’وکان اکل الشجرۃ حسب مراد الحق ووفق
حکمتہ‘ یعنی شجرۃ کا کھانا موافق تھا اللہ کی منشاء اور مراد سے اور موافق تھا اللہ کی
حکمت سے۔ اس کے بعد محدث دہلوی، اللہ کی مراد اور حکمت کا انکشاف یہ فرماتے
ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ ’لولم تذنبوا لذھب اللہ بکم وجاء بقوم
آخرین یذنبون ویستغفرون فیغفرلھم‘ یعنی اگر تم لوگ گناہ نہ کرو گے تو اللہ
تمہیں ہٹا کر ایسی قوم کو تمہاری جگہ لائے گا جو گناہ کرینگے اور اس سے استغفار کرینگے
پھر ان کی مغفرت کی جائے گی۔ محترم قارئین! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ محدث دہلوی
نے کس طرح آدم کے گناہ اور نافرمانی والے عمل کو جس پر اللہ عزوجل نے خود
ریمارک دیا کہ ”فعصی آدم ربہ فغوی (20-121) یعنی آدم نے
نافرمانی کی اور گمراہ ہو گیا“۔ اسے ایک جھوٹی قرآن مخالف حدیث سے، اللہ کی مراد
والا عمل قرار دیا اور اللہ کی حکمت کے موافق عمل قرار دیا۔ اب کوئی بتائے کہ کیا اللہ اپنی
مراد اور حکمت کے موافق عمل کرنے والے کو نافرمان اور گمراہ کہے گا؟ بلکہ اس سے
بھی بڑھ کر جو اللہ عزوجل نے آدم کے عمل اکل شجرہ پر ریمارک دیا کہ ’فازلھما
الشیطان عنھا فاخرجھما مما کانا فیہ (2-36) یعنی آدم اور اس کی زوجہ کو
شیطان نے پھسلا دیا پھر انہیں جنت سے نکلوا دیا“۔ اب کوئی بتائے کہ جب قرآن،
آدم اور اس کی زوجہ کے عمل ’اکل شجرۃ‘ کو شیطانی عمل قرار دے رہا ہے تو اسے محدث

دہلوی کی طرف سے ایک من گھڑت قرآن مخالف حدیث کے ذریعے اللہ کی مراد
اور حکمت قرار دینا کیا اللہ کے شان کی بڑی توہین نہیں ہے، بڑی گستاخی نہیں ہے۔
حدیث کے نام سے گستاخی کو فرضی قول رسولؐ سے اپنی قرآن دشمنی کو چھپانا کتنی
بڑی بدباطنی ہے، جس کے ذریعہ امت مسلمہ کو گناہ کرنے کی ترغیب اور حکم دیا جارہا
ہے، بلکہ تنبیہ بھی کی جارہی ہے کہ اگر تم گناہ نہیں کرو گے تو اللہ تمہیں صفحہ ہستی سے
مٹا کر تمہاری جگہ دوسرے لوگوں کو لے آئے گا۔ شاباش ہے شاہ ولی دہلوی آپ کی
قرآن فہمی کو!

شاہ دہلوی کا قرآن کے معنیٰ بتانے میں دجل وفریب

شاہ دہلوی نے اپنی کتاب حجتہ اللہ کے من ابواب الاعتصام بالکتاب والسنہ
کے اندر جلد اول کے صفحہ نمبر ۱۳۶ پر ایک حدیث کے اندر لکھا ہے کہ رسول اللہ علیہ
السلام نے آیت پڑھی ”وقرأ ان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا
تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ (6-153) یعنی تحقیق یہ میرا صراط
مستقیم ہے (جس سے مراد قرآن ہے 6-176) تو اسی کا اتباع کرو اور دوسرے
راستوں کا اتباع نہ کرو (اگر تم نے ایسا نہ کیا تو) وہ دوسرے راستے تمہیں اللہ کی راہ
سے ہٹا کر فرقوں میں ڈال دینگے“۔ محترم قارئین! اس آیت کو لانے کے بعد دہلوی
صاحب بین القوسین میں لکھتے ہیں ”(اقول) الفرقہ الناجیہ ھم لآخذون فی
العقیدۃ والعمل جمیعا بما ظھر من الکتاب والسنت“، یعنی میں ولی اللہ
کہتا ہوں کہ فرقہ ناجیہ (نجات پانے والا) وہ ہے جو لینے والے ہوں عقیدہ اور عمل
یعنی سب میں وہ کچھ جو ظاہر ہو کتاب اور سنت سے“۔ محترم قارئین! اوپر کی آیت
کریمہ وعظیمہ میں شاہ کے خیال میں ناجی فرقہ والے لوگ وہ ہیں جو اپنے عقیدوں
اور عمل کے لحاظ سے سب کے لئے استدلال کرتے ہوں، اخذ کرتے ہوں جو
قرآن اور حدیث سے ظاہر ہوتا ہو“۔ اب ہر کوئی سوچے اور غور کرے کہ جناب

رسول سلام علیہ کے حوالے سے جو آیت شاہ ولی نے پیش کی اس میں تو اللہ نے فرمایا
ہے کہ صرف ھذا صراطی یعنی یہ (قرآن) میرا ایک ہی راستہ ہے جو مستقیم ہے،
اس کی تابعداری کرو۔ آیت میں فاتبعوہ کا ضمیر بھی واحد کا ہے جو قرآن کی طرف
جاتا ہے، تو شاہ ولی نے کس طرح قرآن کے ساتھ حدیثیں ملادیں اگر شاہ ایسے معنی
کرنے میں حق بجانب ہیں تو پھر بتائیں کہ دو چیزوں کیلئے ضمیر تثنیہ کا فاتبعوھما آنا
چاہیئے تھا جو کہ اللہ پاک نے نہیں لایا، پھر آپ اقول کے ذریعہ آیت کی تشریح 'بما
ظھر من الکتاب والسنہ' کی ڈنڈی کیوں لگارہے ہیں یہ تو آپ کی جانب سے
شرک بالقرآن ہوا۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی قرآن دشمنی کا مزید ثبوت

جناب قارئین! اوپر کے حوالے کے تسلسل میں یہ بات بھی ہے کہ شاہ دہلوی لکھتے
ہیں کہ " وغیر ناجیتہ کل فرقہ انتحلت عقیدۃ خلاف عقیدۃ السلف
اوعملا دون اعمالھم قولہ ﷺ لاتجتمع ھذہ الامتہ علی الضلالہ " یعنی
غیر نجات یافتہ ہر وہ فرقہ ہے جو اخذ کرے اپنا عقیدہ سلف کے عقیدہ کے خلاف اور
ان کے ایسے اعمال ہوں جو سلف کے اعمال سے مختلف ہوں (اسکے لئے حدیث کی
دلیل ہے کہ) رسول اللہ نے فرمایا " کہ یہ امت گمراہی پر مجتمع نہیں ہوگی"۔ محترم
قارئین! غور فرمائیں شاہ ولی محدث نے غیر ناجی فرقے کے عقیدے کو پرکھنے کیلئے
جو کسوٹی قرار دی ہے وہ قرآن نہیں ہے بلکہ ان کے سلف ہیں، یعنی جو حدیث ساز اور
فقہ ساز اور صوفی لوگ مرچکے ہیں وہ ان کے سلف ہیں، حالانکہ اللہ نے تو اپنے رسول
کو حکم دیا ہے کہ " وذکر بالقرآن من یخاف وعید (50-45) یعنی اے محمد!
اگر آپ کسی کو بھی نصیحت فرمائیں یا قوانین قرآن سکھائیں یا تاریخ پڑھائیں
(14-5) مطلب یہ کہ اللہ نے جب ہر چیز کے سمجھنے کے مثال قرآن سے دیئے ہیں
(17-79) وہ قرآن سے سمجھائیں۔ پھر اس حکم قرآن کے بعد اس دہلوی محدث

کے سلف کی دکانوں سے قرآن دشمن گندکیوں حاصل کریں اور اس محدث صاحب
کا قرآن نے کیا بگاڑا ہے جو فہم قرآن کیلئے اس نے اپنی ڈھیروں تصنیفات
اور کتابوں کے اندر ہزاروں صفحات میں کسی ایک بھی جگہ قرآن کی اس دعوت اور
پکار کا ذکر نہیں کیا کہ " ولقد صرفنا للناس فی ھذا لقرآن من کل مثل
فابی اکثر الناس الا کفورا (89-17) یعنی بلاشک ہم نے بار بار لوگوں کی
تفہیم کیلئے اس قرآن میں ہر قسم کی مثال دہرا دہرا کر لائی ہیں لیکن لوگوں کی
اکثریت نے تصریف آیات کی صنف کے ذریعے قرآن کو سمجھنے سے انکار کردیا
اور اس ناشکری پر راضی رہے۔

تفہیم قرآن کیلئے قرآن کی تصریف آیات کے طریقے پر شاہ ولی اللہ کو تکلیف

محترم قارئین! شاہ ولی کے حوالہ سے اس مضمون کے شروع میں پڑھ کر آئے کہ ا
نہوں نے لکھا کہ معرفت شرائع کیلئے علم حدیث کے سوا کوئی اور ذریعہ نہیں
ہے، جب کہ اللہ عزوجل نے قرآن حکیم میں دس بار اعلان فرمایا کہ ہم نے فہم
قرآن کیلئے تصریف آیات کو ہی واحد ذریعہ اور طریقہ بنایا ہے تو شاہ دہلوی کو تو پیچ
میں پڑ گئے کہ قرآن نے تو شاہ کی دانشوری پر پانی پھیر دیا یہ فرما کر کہ
" ولا یاتونک بمثل الاجئناک بالحق واحسن تفسیرا"
(25-33)" ولقد صرفناہ بینھم لیذکروا" (25-50)۔ قرآن نے تو
چیلنج کردیا کہ فن تصریف آیات سے ہم نے فہم قرآن کو اس قدر آسان بنادیا ہے
کہ کوئی بھی دہلوی محدث یا اس کا ہمنوا ایسی کوئی مثال لا ہی نہیں سکتا جس کی ہم نے
احسن طریق پر تفسیر نہ کردی ہو۔ ویسے محدث دہلوی صاحب علم کے لحاظ سے بڑی
قد آور شخصیت ہیں اس لئے ان کی یہ بات ماننی پڑیگی کہ شریعتوں کی معرفت کے
لئے علم حدیث کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ چنانچہ ان کی یہ بات اس حد تک تو ضرور
درست ہے کہ قرآن کے ذریعے اللہ کی دی ہوئی ایک شریعت کی مثال اور تفاصیل

اگر قرآن کے سوا باہر کے علوم میں نہ ہوں تو نہ ہوں۔ لیکن یہ بات تو جب ہو جب
شریعت بقول قرآن ایک ہو۔ شاہ کے نزدیک خبر نہیں کہ کتنی ساری شریعتیں
ہیں، چنانچہ شاہ کی شرائع کی معرفت واقعتاً شاہ کے سلف کی بنائی ہوئی روایات میں ہی
مل سکیں گی، قرآن کو کیا پڑی ہے کہ ان کی شریعتوں کی معرفت کرائے۔ اس لئے شاہ
کے اس قول کو کہ شریعتوں کی معرفت سوائے علم الروایات کے اور کہیں سے نہیں
حاصل ہو سکتی۔ قرآن حکیم کا یہ فرمان ہے کہ تفہیم کیلئے تصریف آیات کا فارمولا تمہیں
دے دیا گیا ہے۔ شاہ دہلوی نے اس کا انکار کرتے ہوئے اس فارمولے والی ایک
آیت (6-105) پر قرآن کے اپنے ترجمے اور حاشیے بنام فتح الرحمان میں حاشیہ
لکھا ہے کہ ' مترجم گویند کتابہائے سابقہ را خوانده و آنچه
میگوئی مأخوذا زکتب سابقه است نه وحی الٰہی است
پس خدائے تعالیٰ قرآن رابوجہے نازل ساخت وبوجہے
گوناگوں بیان کرد کہ مجال این شبه نماند زیراکه ایں
قسم بیان ازخواندن کتب سابقه نمے آید بدوں وحی الٰہی
واللہ اعلم ۱۲ (حاشیہ ختم)' شاہ کا یہ حاشیہ گویا کہ احتمال اور مفروضہ پر مبنی ہے کہ
اللہ کی طرف سے جو دس بار یہ اعلان ہوا ہے کہ ' ولقد صرفنافی هذا القرآن
لیذکروا'' یعنی ہم اس قرآن میں پھیر پھیر کر دہرا دہرا کر مثالوں کو لائے ہیں
، آیات کو لائے ہیں وہ اس لئے کہ اس سے تذکیر اور تدریس ہو جائے قرآن کا تفقہ
ہو جائے۔ تو ان دس عدد آیات تصریف کیلئے شاہ فرماتے ہیں کہ
احتمال تھا کہ کافر لوگ کہتے کہ اس مدعی نبوت نے پہلی کتابوں کو پڑھا ہے اور یہ جو
کتاب وحی الٰہی کے نام سے ہمارے سامنے پڑھ رہا ہے یہ ان پہلی کتابوں سے اخذ
کر کے ہمیں سنا رہا ہے اور اس پر کوئی وحی کا علم نہیں ہے۔ اسی لئے اللہ نے قرآن کو
ایسے گوناگوں طریقے سے بیان کیا ہے کہ ایسا شبہ پڑنے کی گنجائش ہی نہ ہو گی وہ

اس لئے بھی کہ اس قسم کا بیان کتب سابقہ کے پڑھنے سے نہیں آتا بغیر وحی الٰہی
کے۔ جناب قارئین! دیکھی آپ نے دہلوی محدث کی گوہر افشانی، کتنا ہی بڑا کوئی
عالم ہو، اگر وہ باطل کی وکالت کریگا تو شاہ کی طرح قلابازیاں کھائے گا کہ احتمال تھا
کہ کافر لوگ قرآنی وحی کو سابقہ کتابوں سے اخذ کردہ علم سمجھیں گے، اس لئے اللہ
نے اسے گوناگوں طریقے سے نازل کیا تا کہ اس کا علم وحی ہونا تسلیم کیا جائے۔ یعنی
یہ اگر گوناگوں طریق پر نازل نہ ہوتا تو اس کو کتب سماویہ سابقہ کا چربہ سمجھا جاتا جو
کتب شاہ دہلوی کے علم کے مطابق شاید وحی کے ذریعے نہیں آئے تھے، یا توریت
اور انجیل گوناگوں نہیں تھے، صرف قرآن گوناگوں ہے۔ محترم قارئین! شاہ کے
اس ڈھکوسلے کے باوجود قرآن بتاتا ہے کہ '' یقولون الذین کفروا ان هذا
الا اساطیر الاولین '' (6-25) یعنی کافر کہتے ہیں کہ یہ علم وحی نہیں ہے یہ پہلے
لوگوں کی کہانیاں ہیں۔
میں عزیز اللہ بوہیو دعویٰ سے کہتا ہوں کہ شاہ محدث دہلوی نے اپنی کتاب جو حجت
اللہ البالغہ کے نام سے لکھی ہے، تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ شاہ کی کھوپڑی میں خود کو اللہ
کے برابر سمجھنے کا خبط ہے۔ یہ نام تو اللہ نے اپنی کتاب لاجواب قرآن مجید کا رکھا
ہے، جس کتاب اللہ کا تصور کرتے ہی شاہ ولی اندر سے جل بھن رہے ہیں۔ محترم
قارئین! یہ دہلوی محدث سراسیمگی میں مبتلا ہو کر قرآن حکیم کو اجمالی، مبہم اور دیگر علوم
کا محتاج بنانے کیلئے جھوٹ کہہ رہا ہے کہ مخالف لوگ آگے چل کر احتمال تھا کہ
قرآن کو کتب سابقہ سے مأخوذ علم قرار دیتے، اسی لئے اللہ نے قرآن کو گونا
گوں طریقے سے نازل کیا جس سے یہ تسلیم کیا جائے کہ یہ وحی کے ذریعہ ہی آیا
ہے۔

شاہ دہلوی نے کتاب اللہ کے نام کی چوری کی ہے

خبر نہیں کہ کونسے آداب سے شاہ کی خدمت میں عرض کریں کہ یہ گوناگونی رکھیں

اپنے پاس، آپ اللہ کی کتاب قرآن حکیم کے نام کے چور ہیں۔ اللہ ان لوگوں کو
جنہوں نے لوگوں سے اللہ کے علم وحی کے ساتھ غیر اللہ کے علوم کو شریک بنایا ان
سب اگلوں پچھلوں کو چیلنج کرتا ہے کہ" هل عند کم من علم فتخر جوه لنا ان
تتبعون الا الظن وان انتم الا تخرصون ہ قل ف للہ الحجه البالغه
فلو شاء لهدا کم اجمعين (6:148-149) قرآن شاہ ولی دہلوی جیسے
مخالفین شریعت کو چیلنج کرتا ہے کہ" هل عند کم من علم فتخرجوه لنا" یعنی
ہے کوئی تمہارے پاس کوئی علم، لاؤ اسے میدان میں۔ (جو تم خرافات فرما رہے ہو کہ
لاسبیل لنا الی معرفت الشرائع والاحکام الاخبر النبی ﷺ) سو تم اپنی خود
ساختہ قرآن دشمن روایات کیلئے سنو،" ان تتبعون الا الظن وان انتم
الاتخرصون "(6-149) تم لوگ تو وہموں کے پجاری ہو تمہارے فیصلے تخمینوں
اور وہموں پر مبنی ہیں، اس لئے اے محمد سلام علیک اعلان کر دے کہ فللله الحجه
البالغه (6-150) یعنی مستحکم دلیل (جو علم وحی ہے) وہ صرف اللہ کیلئے ہے، اللہ کے
قانون مشیت سے ہی تم سب کو ہدایت مل سکے گی۔ محترم قارئین! آپ نے غور فرمایا
کہ اللہ پاک نے حجتہ اللہ البالغہ کو اپنے لئے مخصوص کر دیا کہ حجتہ بالغہ صرف اللہ کیلئے
ہے۔ جب کہ شاہ دہلوی نے جو اس نام سے یہ کتاب لکھی ہے اس میں تو اس نے جو
دنیا جہان کے جھوٹ بھرے ہوئے ہیں کہ الامان والحفیظ۔ مجھ میں تو اتنی طاقت نہیں
ہے کہ اس جھوٹ کے انبار کو پیش کر سکوں، قرآن مخالف نظریہ میں حدیث کے حوالہ
سے (شاہ ولی اللہ کی) سو سو سال کے بعد دین کا ایک ماڈل ختم ہو کر آگے پھر نیا
شروع ہوتا ہے۔

محترم قارئین! ہم ذکر کر رہے تھے شاہ کی کتاب سے من ابواب الاعتصام
بالکتاب والسنه کے صفحہ نمبر 136 سے فرقہائے ناجی اور غیر ناجی کا ذکر، جن
کے فوراً بعد متصلاً محدث دہلوی نے حدیث لائی ہے کہ یبعث الله لهذه الامته

علی رأس کل مأة سن ة من یجدد دلها دینها "اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے
کہ (نعوذ باللہ) رسول اللہ نے فرمایا کہ اللہ اس امت کیلئے ہر سو سال کے بعد کسی
شخص کو مبعوث فرماتا ہے جو اگر اس مت کیلئے نیا کرتا ہے ان کے دین کو۔ جناب
قارئین! اس دین دشمن حدیث کے اندر آپ کو دو چیزوں پر غور کرنا ہوگا اس کے بعد
آپ حدیث سازوں کے مقصد کو سمجھ سکینگے پہلے غور فرمائیں لفظ جدید کے اوپر"
قرآن حکیم میں فرمان ہے کہ الم تر ان الله خلق السماوات والارض
بالحق ان يشا يذهبكم ويات بخلق جديد ہ (14-20) یعنی کیا آپ
نہیں جانتے کہ تحقیق اللہ نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ (اس اللہ
کو اتنی طاقت ہے جو) اگر چاہے کہ تمہیں ہٹا کر ایک نئی مخلوق لے آئے"۔ تو وہ اس
پر بھی قادر ہے، غور فرمایا جائے کہ آیت میں صاف صاف ہے کہ جب جدید شئے
آتی ہے تو پہلی چیز کو ہٹا کر اس کی جگہ پر نئی چیز کو لایا جاتا ہے دوسری بات یہ بھی
آیت سے ثابت ہوتی ہے کہ پہلی چیز اور نئی چیز دونوں آپس میں مستقل طور پر جدا
جدا ہوتی ہیں جو پہلی والی دوسری جدید کی طرح نہیں ہوتی اور دوسری والی جدید پہلی
کی طرح نہیں ہوتی۔ اس سے صاف طور پر ثابت ہوا کہ اگر ہم اس حدیث کو صحیح
تسلیم کرینگے تو ہمارا آج کا دین، اصل دین کا پندرھواں ماڈل ہوگا پھر جدت کے
لحاظ سے یہ قرآن والا دین تو نہیں ہوگا دین کے پندرہ بار ماڈل چینج ہونے سے تو
اللہ بھی اس کو اپنانے کیلئے قبول نہیں فرمائے گا۔ ان حدیث سازوں کیلئے جو لوگ
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے سلف ہیں اللہ نے فرمایا تھا کہ افغیر دین الله
یبغون (3-83) یعنی یہ شاہ ولی دہلوی اور اس کے اسلاف غیر اللہ کے دین کی جستجو
میں ہیں، سو اس ولی الاہی گینگ والے سن لیں کہ ومن یبتغ غیر الاسلام دینا
فلن يقبل منه (3-85) یعنی جو لوگ اسلام کے ذریعے سے دئے ہوئے دین کو
چھوڑ کر سو سو سال بعد کے جدید ماڈل والے دینوں کے پیروکار ہونگے ان کا یہ

دین ہمیں قبول نہیں ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ اس حدیث کے مردود ہونے کیلئے دو چیزوں پر غور فرمایا جائے ایک لفظ جدید پر اور دوسرے لفظ دین پر، تو قرآن حکیم نے ہمارے قرآن والے دین کیلئے فرمایا کہ ''**الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی (3-5)** یعنی ہمارا دین اللہ نے اتنا مکمل کر کے دیا ہے کہ سو سال تو کیا ہزاروں سال بعد بھی ہمیں کسی نئے ماڈل کی ضرورت نہ ہوگی۔

منکر قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ شاہ ولی اللہ کا ختم نبوت سے انکار کا ہنر

محترم قارئین! تجدید دین کے مسئلہ کے حوالہ کے تسلسل میں دہلوی شاہ آگے کی تیسری سطر میں لکھتے ہیں کہ ''ثم لما توفی النبی ﷺ صارت تلك العنایه بعینها متوجهته الی حفظ علمه ورشده فیما بینهم فاورثت فیهم الهامات وتقریبات ففی حضیرۃ القدس داعیه لاقامه الهدایه فیهم مالم تقم الساعته '' یعنی اس کے بعد جب نبی ﷺ کو وفات دی گئی تو نبوت والی عنایت بعینہٖ موڑی گئی اور متوجہ کی گئی علم نبوت اور رشد نبوت کی حفاظت کی طرف بیچ ان کے پھر ان کے اندر (یعنی امت والوں میں) ورثہ دیا گیا الہامات کا اور تقربات کا، (قرب الٰہی کا) پھر حظیرۃ القدس (یہ شاہ نے اللہ کی ایک دربار قائم کی ہے) میں نظام ہدایت کے قائم کرنے کا، ان میں ایک داعیہ مقرر کیا ہوا ہے تا قیام قیامت۔ محترم قارئین! غور فرمائیں کہ وفات رسولؐ کے بعد کی ہدایت کیلئے تو اللہ عزوجل نے فرمایا ہے کہ تم ''اور ثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا (35-32) یعنی اے محمد سلام علیک! آپؐ کے بعد ہم وارث بنائینگے الکتاب کا یعنی قرآن کا ان لوگوں کو جن کو منتخب کریں گے ہم اپنے بندوں میں سے''۔ محترم قارئین! توجہ فرمائیں شاہ دہلوی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ وفات رسولؐ کے بعد امت والوں میں الہامات اور القایات کو ورثہ کے طور پر دیا جائیگا۔ اس کے ساتھ قرآن کا بھولے سے بھی شاہ نے ذکر نہیں کیا، یعنی وفات رسولؐ کے بعد جیسے کہ امت کے اندر بقول شاہ ولی کے ان کی

من گھڑت 'حظیرۃ القدس' کے ممبر لوگوں کو الہامات کا وارث بنا کر ہدایت کی دعوت عام کی جائے گی، تو حظیرۃ القدس کے لوگ علم نبوت اور ہدایت قرآن سے اخذ نہیں کریں گے، بلکہ وہ مستقل اپنے طور بقول دہلوی الہامات کے وارث ہونگے اور ڈائریکٹ ملے ہوئے الہامات کے علم سے لوگوں کو ہدایت کرینگے۔ محترم قارئین! شاہ ابدالی کی سامراجیت کا ایجنٹ بن کر ہم وطنوں پر عذاب لاتا رہا ہے یہ قرآن کا بھی دشمن ہے اور ختم نبوت کے نظریے اور فکر کا بھی دشمن ہے کہ وفات رسولؐ کے بعد بجائے قرآن کے الہامات سے دین اسلام کے نئے نئے صد سالہ ماڈل دینے کے علوم کا نگران بنا ہوا ہے۔ جناب قارئین! علم وحی کی کتاب قرآن کے ہوتے ہوئے بھی جو شخص الہامات کی فیکٹری چلائے تو کیا ایسا آدمی منکر قرآن اور منکر ختم نبوت نہیں ہوا؟ شاہ دہلوی کے دعویٰ کے مطابق تو اس کے الہاموں کا ڈائریکٹ ڈائلنگ سسٹم ہر وقت جاری ہے۔ میں یہاں اس کے الہامات سے صرف ایک الہام کا اختصار کے ساتھ ذکر کرتا ہوں جس کا حوالہ پہلے عرض کرتا ہوں شاہ کی کتاب 'التفہیمات الالٰھیہ' مطبع شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدر آباد سندھ صفحہ نمبر 60 ''الھمنی اللہ سبحانہ انی اعطیتك طریقا من السلوك ھو اقرب الطرق واوثقھا'' یعنی مجھے اللہ سبحانہ نے الہام فرمایا کہ میں آپ کو علم سلوک کا وہ طریقہ دے رہا ہوں جو دوسرے راستوں سے نہایت تقرب والا ہے اور مضبوط ہے''۔ یعنی جب آئے کوئی سالک آپ سے علم سلوک حاصل کرے تو اسے نفی اور اثبات کا علم سکھاؤ اس شرط کے ساتھ کہ نفی کے تصور کے وقت جانب نفی کے سوا ہر چیز سے بری ہو اور اثبات کے تصور کے وقت کلی طور پر اللہ کی طرف راغب ہو اور اللہ کی محبت میں اس سے سب وسوسے ٹل جائیں پھر اسے حروف اور آواز سے حضور صرف المجرد کی تعلیم دو یہاں تک کہ اس کی اللہ کے حضور میں ہمیشگی سے طبیعت کی اصلاح ہو جائے پھر اسے توحید افعالی کی تعلیم دو جو کہ فعل کے ساتھ استطاعت کا

بھی مسئلہ ہے اور افعال کی تخلیق کا بھی یہاں تک کہ مکمل ہو جائے اس کی توکل اور خود سپردگی، پھر اسے اللہ کی جملہ صفات کی تعلیم دو جو توحید صفاتی ہے، اس کے بعد سکھاؤ تقرب میں فنا ہو جانے کا عمل یہاں تک کہ سالک طالب کا مطلوب اور مدرک کے ساتھ اتحاد ہو جائے۔ محترم قارئین! علم سلوک کی یہ منزل ہے وحدۃ الوجود کی سلوک والی پریکٹس سے جہاں تک شاہ نے جلد پہنچادیا، شاہ نے آگے کچھ متفرق پریکٹس لکھی ہیں۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ ان طاعات شاقہ سے جو کمالات حاصل ہونگے ان کے مقابلے میں وصال، صوم دہر، قیام اللیالی اور ہر رات میں ختم قرآن کرنا یا غزالی کی کتابوں احیاء العلوم اور کیمیائے سعادت کے دقیق مسائل بھی کوئی حیثیت اور اہمیت نہیں رکھتے۔ محترم قارئین! یہ شاہ کا الہام ہے جو میں نے آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ اب آئیں اور معرفت رب کا گر شاہ والے الہام کے مقابلے میں علم قرآن سے سیکھتے ہیں۔ اللہ کے عرفان اور معرفت کیلئے علم وحی کے مرکز سے پوچھتے ہیں کہ ہمیں اللہ کی معرفت کس طرح حاصل ہوگی۔ تو قرآن حکیم نے بتایا ''**واذا سمعوا ما انزل الی الرسول تری اعینهم تفیض من الدمع مما عرفوا من الحق یقولون ربنا امنا فاکتبنامع الشاهدین** ''(5-83)۔ دیکھا قارئین آپ نے کہ معرفت حق حاصل ہوتی ہے اس علم سے جو ''ما انزل الی الرسول'' ہے، یعنی قرآن سننے سے اللہ کا عرفان ہوتا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ یہ بات قرآن حکیم کن لوگوں کی کر رہا ہے؟ ان لوگوں کی جنہوں قرآن سنتے ہی معرفت رب کا نعرہ لگایا کہ ''**ربنا آمنا فاکتبنامع الشاهدین** ''۔ جناب اس سے پہلے والی آیت پڑھ کر دیکھیں کہ قرآن سن کر اس سے اللہ کو پہچاننے والے عیسائی نصاریٰ تھے، شاہ کی خانقاہ کے چیلے نہیں تھے۔

محترم قارئین! پاکستان کے دارالحکومت راولپنڈی اور اسلام آباد میں تو بوئے بغیر بھی بھنگ بہت پیدا ہوتی ہے، لیکن دہلی میں جب میں 1997ء میں گیا تھا، وہاں

یہ جڑی بوٹی کہیں نظر نہ آئی۔ یہ بات میں اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ پہلے شاہ دہلوی کی تفہیم نمبر چار ان کی کتاب تفہیمات الٰہیہ سے پڑھیں پھر بتائیں کہ یہ کونسی جڑی بوٹی کا اثر ہو سکتا ہے۔'' بسر دردادند کہ ایں تقریر بمردم برسان۔ ایں فقیر السنہ شتی دارد بیک لسان ولی اللہ بن عبدالرحیم است و بدیگری انسان است و بدیگر حیوان و بدیگر نامی و بدیگر جسم و بدیگر جوہر و بلسان آخر ہست است و باعتبار آن لسان ہم حجرم ہم شجرم ہم فرس ہم فیل وہم بعیر وہم غنم، تعلیم اسماء مردم رامن بودم و آنچہ برنوح طوفان شدوسبب نصرۃ اوشد من بودم آنچہ ابراہیم را گلزار گشت من بودم توریت موسیٰ من بودم احیاء عیسیٰ میت رامن بودم قرآن مصطفیٰ من بودم والحمد للہ رب العالمین'' یعنی مجھے راز داری سے یہ علم دیا گیا کہ یہ تقریر لوگوں کو پہنچاؤ، یہ فقیر مختلف زبانیں رکھتا ہے، ایک زبان سے ولی اللہ ابن عبدالرحیم ہے، اور دوسری زبان سے انسان ہے اور دوسری زبان سے حیوان ہے اور دوسری زبان سے نشوونما پانیوالا ہے اور دوسری زبان سے جسم ہے اور دوسری سے جوہر ہے اور دوسری زبان سے موجود ہے اور باعتبار اس زبان کے پتھر بھی ہوں، درخت بھی ہوں، گھوڑا بھی ہوں، ہاتھی بھی ہوں، اونٹ بھی ہوں، بکری بھی ہوں، لوگوں کے نام کی تعلیم، میں تھا، اور جو نوح پر طوفان ہوا اور اس کی مدد کا جو سبب تھا، وہ میں تھا، اور جو ابراہیم کیلئے گلزار ہوا وہ میں تھا، موسیٰ کا تورات میں تھا، عیسیٰ کا مردوں کا زندہ کرنا یہ بھی میں تھا، محمد مصطفیٰ کا قرآن بھی میں تھا، اللہ رب العالمین کیلئے اس پر حمد ہے (تفہیم پوری ہوئی)۔ جناب قارئین! آپ نے تفہیم کے شروع میں پڑھا کہ شاہ نے فرمایا کہ وہ

بہت سی زبانیں رکھتا ہے اور اس کے علاوہ جو آپ نے پڑھا کہ یہ دہلوی ولی موسیٰ کا
توریت بھی ہے، عیسیٰ کا معجزہ مردوں کو زندہ کرنے والا بھی ہے اور جھوٹی حدیثوں والا
دھرم رکھتے ہوئے بھی مصطفیٰ کا قرآن بھی ہے۔ ایک ہی دم میں وہ کتنے دعوے کر
گئے۔ مجھے افسوس ہے کہ علمائے امت میں سے کسی نے ان کا باطنی تحریک کے ممبر اور
ایجنٹ ہونے کا راز فاش نہیں کیا، جب کہ باطنی تحریک کے پیروں اور خانقاہی
خانوادوں کی مسلم امت کے اندر بڑی لمبی فہرست موجود ہے جسے کچھ تو عزیز احمد
صدیقی نے ظاہر کیا ہے، جس میں اجمیر، ملتان، لاہور اور سیہون کے قلندر وغیرہ
بایزید، عبدالقادر جیلانی کو بھی وہ باطنی تحریک میں شمار کرتے ہیں۔ میں نے جب
صدیقی صاحب سے اس پر تفصیلی تحریر لکھنے کا مطالبہ کیا تو کچھ ہی دنوں بعد ان پر
قاتلانہ حملہ ہوا۔ اس طرح ان کے بہت سارے علمی پروگرام درہم برہم ہوکر رہ
گئے۔ عزیز صاحب نے باطنی تحریک کے مرکزوں سے ذیلی برانچوں کو لکھے ہوئے
خطوط بھی مجھے دکھائے جن میں انہیں ہدایت کی گئی تھی کہ فلاں فلاں مسلک کے فلاں
فلاں واعظ مولوی اگرچہ ہمارے مسلک میں سے نہیں ہیں لیکن اس کا آپ خیال نہ
کریں انہیں اپنے پروگراموں میں بلایا کریں، ان کے بیانوں سے ہمارے مشن کا
فکری کام آگے بڑھے گا۔ عزیز احمد صدیقی مرحوم کے علاوہ بزم طلوع اسلام کے بانی
جناب پرویز صاحب مرحوم نے اپنی کتاب ''تصوف کی حقیقت'' میں بھی ان صوفیاء
نامی امپورٹڈ باطنیوں کے نظریات کی بہت اچھی سرجری کی ہے۔ چنانچہ میں شاہ ولی
اللہ دہلوی کے قرآن دشمن نظریات پر اگر لکھنا چاہوں تو ان کی کتابوں ''حجۃ اللہ'' اور
''تفہیمات'' سے بھی زیادہ ضخیم کتاب لکھ سکتا ہوں، وہ بھی شاہ کی تصنیفات کے
حوالوں سے۔ لیکن میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں کہ کوئی شخص شاہ پر میری تحریر کیوں
پڑھے۔ خود شاہ ولی کی کتابوں کو براہ راست پڑھ کر دیکھ لے، اسے معلوم ہو جائے گا
کہ شاہ ولی اللہ دہلوی کا قبلہ کونسا ہے۔ لوگ مجھے کہتے ہیں کہ علامہ عبیداللہ سندھی

مرحوم نے شاہ ولی اللہ کی بہت تعریف کی ہے اور آپ امام سندھی کی پارٹی ''سندھ
ساگر پارٹی'' میں بھی شریک ہیں پھر یہ کیوں ہے کہ آپ شاہ ولی اللہ کی مخالفت
کرتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سندھی صاحب نے شاہ ولی اللہ کی تعریف کی
مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں ہے، دین میں سند صرف قرآن ہے شخصیات کی قرآن
کے مقابلہ میں کوئی اہمیت نہیں ہوا کرتی۔ جہاں تک معاملہ امام سندھی کی سیاسی
پارٹی کے منشور کا ہے کہ برصغیر کے اقوام کو اپنے اپنے موروثی خطہ ارض میں آزاد و
خودمختار رکھا جائے اور سب قوموں کا اپنے تحفظ کیلئے عالمی سامراج کی استحصالی اور
سیاسی طور پر مقبوضات کیلئے یلغار سے بچنے کیلئے آپس میں دفاعی مقصدوں کیلئے
اتحاد ہو، جس کی تشریح ان کے ہاں ایک کنفیڈریشن قسم کے معاہدے کی طرح بنتی
ہے، جسے علامہ سندھی کے دور میں اکھنڈ بھارت کے اتحاد کے نام سے پکارا جاتا
تھا، یہ میرا پسندیدہ نظریہ ہے۔ اسلئے کہ افغانستان و عراق کی بربادی کے بعد اب
پاکستان کی باری ہے۔

نکاح اور شادی کے انتخاب کیلئے قرآن کی رہنمائی اور قانون

قرآن حکیم نے معاشرے کی اصلاح کیلئے اس کی سنگ بنیاد کی جانب توجہ دی۔
یعنی معاشرے کی پہلی اور شروعاتی یونٹ شادی بیاہ کے بعد میاں، بیوی اور دلہا،
دلہن کا جوڑا، جو آگے چل کر ایک اچھے خاصے کنبے اور وسیع خاندان تک پھیل جاتا
ہے۔ اسی ابتدائی یونٹ جوڑے کیلئے رہنمائی دی کہ اس کا چناؤ بھی کردار اور فکری
اور نظریاتی پختگی پر کرنا چاہیئے، تب ہی اس جوڑے سے بڑھنے والی نسل اور خاندان
کے اندر موروثی طور پر باکردار اور اعلیٰ علمی فکری تربیت یافتہ ماں باپ کی نگرانی میں
جملہ افراد کنبہ کی تعلیم و تربیت بھی اعلیٰ اور ارفع ہوگی۔ پھر اس ایک گھر سے بہت
سارے اور گھرانے وجود پائیں گے۔ قرآن کے اس حکم کی روشنی میں کہ ''الزانی
لاینکح الازانیه اور مشرکه والزانیه لاینکحها الا زان اومشرک

وحرم ذالک علی المئومنین (24-3) یعنی زانی مرداور مشرک مردتو زانیہ اور مشرک عورت سے شادی کر سکتے ہیں لیکن یہ دونوں یعنی بدکردار زانی اور بدنظریہ رکھنے والا مشرک مرداور عورت مؤمنوں کے اوپر حرام ہیں"۔اس آیت کی روشنی میں اللہ عزوجل نے مؤمنوں کی سوسائٹی کیلئے گویا سمجھادیا کہ ان کے ماحول میں زنا اور فکری آوارگی حرام ہے۔اللہ کی نظر میں مؤمن شخص انقلابی ہوتا ہے،مؤمن آدمی دنیا کوامن دینے والا ہوتا ہے۔قرآن کی تشریحات کے مطابق جو شخص مؤمن ہوتا ہے وہ دنیا کوامن دینے والا ہوتا ہے،وہ ظالم سے ٹکراتا ہے،وہ ظلم کے خلاف جنگ کرتا ہے۔اس کی جنگ اور جدوجہد نظریاتی اور فکری اصولوں پر ہوتی ہے۔یہ فکری سلیبس خالص اللہ کی طرف سے انسانوں کو علم وحی کی معرفت آدم سے محمدؐ تک دیا گیا ہے جس میں تقسیم رزق کا اصول قرآن نے "سواء للسائلین (41-10)" یعنی مساوات کی بنیاد پر سمجھایا ہے۔

شرک کیا ہے

اب اس عظیم کام یعنی رزق کی تقسیم مساوی بنیادوں پر کرنے والے انقلابی مؤمن کے اوپر لازم کیا گیا ہے کہ اللہ کے دئے ہوئے اس تعلیمی سلیبس میں کسی دیگر علمی اسکول، مفکر یا شخصیت کی آراء کو شریک نہ کرے۔یعنی کسی استحصالی مافیا کے اماموں کے جاگیرداری اور سرمایہ داری کے جواز والے فقہ کو قرآن کے فقہ کا شریک نہ بنائے۔حنفی فقہ، مالکی فقہ، جعفری فقہ، حنبلی فقہ، شافعی فقہ یہ سارے فقہ، سرمایہ داروں کے تحفظ کے لیے بنائے ہوئے فقہ ہیں۔ان جملہ فقہوں کے بانی اور موجد امام لوگ حکم قرآن "اٰتوالزکوٰۃ" یعنی لوگوں کو سامان نشوونما سپلائی کرنے کے منکر ہیں۔اس حوالے سے یعنی ان کی طرف سے زکوٰۃ کے معنیٰ ایک سو روپیہ پر سال میں ایک بار چالیسواں حصہ ڈھائی روپیہ ادا کرنا ہے،وہ بھی جب نصاب سے بچت اور زائد ہوں۔ تو اس حوالے سے یہ سارے امام اور ان کے متبعین مخالف قرآن ہوئے۔ تو

قارئین! اللہ کے کلام قرآن حکیم نے جن لوگوں کو مؤمن کہا ہے ان کے اوپر یہ فرض کیا ہے کہ وہ کسی زانیہ عورت سے نکاح نہ کریں اور نہ ہی مشرک عورت سے۔اس حکم قرآنی سے ثابت ہوتا ہے کہ زنا اور شرک آپس میں ملتے جلتے قسم کے گناہ ہیں۔ زنا میں غیرت کا فقدان ہوتا ہے، یعنی بے غیرت قسم کا آدمی زنا کرتا ہے جو عورت کسی دوسرے مرد کی بیوی ہو اس کے ساتھ زنا کرنا، اس دوسرے مرد کے حق میں دخل اندازی ہے اور جو مرد اپنی بیوی کے ہوتے ہوئے کسی اور عورت سے زنا کرے، تو وہ اپنی بیوی کے حق میں بھی خیانت کرتا ہے۔مرد کی طرح اس عورت کو بھی ایسا ہی سمجھا جائے۔اسی طرح مشرک آدمی بھی اللہ کے دئے ہوئے قانون کے باوجود جب کسی دوسرے امام کا قانون مانے گا تو وہ اس زانی مرد اور عورت کی طرح ہوا جو ناحق دوسرے کے پاس جاتا ہے۔اسی لئے اللہ نے آیت (24-3) میں اعلان کردیا کہ "الزانی لاینکح الازانیه او مشرکه" یعنی زانی مرد، زانی عورت یا مشرک عورت سے شادی کرسکتا ہے لیکن مئومنوں پر ان دونوں سے نکاح کرنا حرام کیا گیا ہے۔ قرآن کے انقلابی مرد اور عورت سرمایہ پرست جاگیرداریت پسند عورت اور مرد سے نکاح نہیں کرسکتے۔اس بحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ شادی کیلئے کردار اور نظریہ کی ہم آہنگی کو قرآن نے بنیاد قرار دیا ہے اور اس قرآنی اصول کو قرآن حکیم نے تصریف آیات سے سورۃ النور میں مزید پکا کرکے سمجھایا کہ "الخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثات والطیبات للطیبین والطیبون للطیبات (24-26) خبیث عورتیں خبیث مردوں کیلئے ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کیلئے اور طیب پاکدامن عورتیں پاکدامن مردوں کیلئے ہیں اور پاکدامن مرد پاکدامن عورتون کیلئے"۔ محترم قارئین! آیت (24-3) کے الفاظ پر غور فرمائیں جو کہ نکاح کے حوالے سے ہیں۔ جس میں جوڑے کے میچ کی بات کی گئی ہے۔ یہ حکم کسی مذہبی فرقہ سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ

خالص کردار اور نظریے کے حوالے سے بات کی گئی ہے۔ آیت کی اس عبارت میں مؤمن کے مقابلے میں کافر کی قسم مشرک کا ذکر کیا گیا ہے۔ مشرک کے معنی ہیں ایسا شخص جو اللہ کے احکام کے ساتھ غیر اللہ کے فقہی اور روایاتی قسم کے من گھڑت قرآن مخالف اقوال کو دین کی اصل اور ماٗخذ تسلیم کرے، اور قرآن کے اصل واحد کو بلاشرکت غیرے تسلیم نہ کرے، بلکہ تفسیر و تعبیر کے نام سے قرآن یعنی کلام اللہ کو غیر اللہ کی قرآن مخالف روایات کا محتاج قرار دے اور یہ دعویٰ کرے کہ قرآن کو امامی علوم کے بغیر نہیں سمجھا جا سکتا۔ مطلب یہ کہ آیت (11-1) ''الٓر کتاب احکمت آیاته ثم فصلت من لدن حکیم خبیر'' کا یہ مشرک انکار کرتے ہیں۔ جس میں فرمایا گیا ہے کہ کتاب قرآن کی جملہ آیات محکم ہیں اور ان کی تفصیل و تفسیر بھی اللہ حکیم و خبیر کی طرف سے کر دی گئی ہے۔ یہ تفسیر اس قدر یقینی، پختہ اور کنفرم ہے کہ اللہ نے فرمایا کہ ''ولا یاتونک بمثل الا جئناک بالحق واحسن تفسیرا (25-33) یعنی ایسی کوئی بھی مثال یہ قرآن دشمن، قرآن کو مبہم اور اجمالی کتاب کہنے والے لوگ نہیں لا سکتے، جس کا ہم نے اپنی کتاب میں حق کے ساتھ نہایت ہی خوبتر اور حسین انداز میں تفسیر نہ کر دی ہو۔ محترم قارئین! آیت (3-24) میں فرمایا گیا کہ بدکردار زانی لوگ اور مشرک لوگ نکاح اور شادی کے حوالے سے مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں پر حرام ہیں۔ تو مؤمن اصل میں انقلابی ہوا کرتا ہے، کیوں کہ اس نے رسولٗ انقلاب کا ہمیشہ ساتھ دینے کی جو بیعت کی ہوئی ہوتی ہے، اس کی رو سے وہ انقلاب کی خاطر مرتے دم تک ساتھ دینے کی بیعت ہوا کرتی ہے۔ اللہ کے سارے رسول انقلابی ہوتے ہیں جن کے بعثت کی غرض و غایت ہی یہ ہوتی ہے کہ ''تجزیٰ کل نفس بما تسعی (15-20) یعنی ان کے انقلاب لانے سے ہر محنت کش کو اس کی محنت کا پورا پورا معاوضہ مل جائے۔ محنت کشوں کا استحصال ختم کرانے کیلئے نبی اور رسول بھیجے جاتے ہیں۔ ان استحصالیوں کو جو سودی نظام کے

ذریعے محنت کی قدر کو گرا کر رکھتے ہیں، ان کیلئے اللہ نے فرمایا کہ ہمارے رسول فلسفۂ معیشت دلائل کے ساتھ لاتے ہیں (32-5)۔ ان کے مقابلہ میں جب سود خور سرمایہ دار جنگ کرتے ہیں تو ہمارے انقلابی رسول اور ان کے مؤمن ساتھی مقابلے میں جب ان سے لڑتے ہیں تو انہیں یا تو میدان جنگ میں قتل کرتے ہیں ، یا انقلاب کی کامیابی کے بعد انہیں تختہ دار پر چڑھا کر پھانسی دیتے ہیں، یا ان کو ملک سے نکال باہر کرتے ہیں، اور اپنی ریاست کو ان پلیدوں کے استحصال سے پاک کر دیتے ہیں، ان کی لوٹ کھسوٹ کو معطل کرنے کیلئے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر، ان کی دولت ضبط کر کے بے دست و پا کر ڈالتے ہیں۔ حوالہ کیلئے پڑھیں آیت (5:32-33)۔ اس بحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ انقلابیوں یعنی مؤمنوں کو اپنی نسلی سوسائٹی کو بچانے کیلئے جس طرح اسے زنا کے جرم سے پاک وصاف رکھنا ہے اسی طرح نظریاتی مشرکین سے بھی ازدواجی تعلقات کاٹے رکھنا ہے، تاکہ انقلابیوں اور مؤمنوں کا معاشرہ ہر طرح سے پاک رہے۔ تو آیت (3-24) اور (24-26) کی روشنی میں بیوی اور شوہر کے انتخاب کا اصول قرآن کے حوالے سے یہ ٹھہرا کہ باکردار اور فکری ہم آہنگی جس سے بدکرداری اور استحصالیت پنپ نہ سکے، یہ دو چیزیں ہمیشہ مدنظر رکھی جائیں۔

امامی مذاہب اور ان کے ماٗخذ علم حدیث کا عورت پہ ظلم اور اس کی تذلیل

محترم قارئین! اس مضمون کے عنوان میں میں نے جو دعویٰ کیا ہے یا الزام لگایا ہے کہ امامی مذاہب اور ان کے حدیث ساز آقاؤں نے عورت کو خسیس، کمینی اور ذلیل قرار دیا ہے۔ ان کے ایسے خیالات اور حوالہ جات کو پیش خدمت کرنے سے پہلے میں یہ وضاحت کرنا ضروری اور مناسب سمجھتا ہوں کہ علم روایات بنام علم

حدیث اوران سے اخذ کردہ فقہی جزئیات کی بنیاد پر اسلام کے کھاتے میں جتنے بھی
امامی مذاہب مشہور ہیں اور وہ دعویدار ہیں کہ ان کا فقہی ذخیرہ دین اسلام کا نصاب
ہے، یہ سب فرقہ باز لوگ قرآن حکیم کی مخالفت میں متفق اور متحد ہیں جو کہ ان کی فرقہ
بازی کا اصل مقصد ہے۔ اور بقایا فقہی اختراعات کے اندر بھی ان کا مقصد امت
مسلمہ میں پھر سے زمانہ جاہلیت کا بادشاہی کلچر اور غلام سازی والا معاشرہ قائم کر کے
انسانیت کی تذلیل کرنا ہے۔ قرآنی انقلاب کو سبوتاژ کرنے کیلئے، قرآن کے انقلابی
قوانین اور احکامات کو تہس نہس کرنے کیلئے جو تحریک امامی اصطلاح کے نام سے
شروع اسلام سے مقابلے کے لئے میدان میں لائی گئی اگرچہ ان کی تعداد بہت
زیادہ ہے، پھر بھی جو دو عدد بڑے فرقے مشہور ہیں ایک اہل شیعت دوسرا اہل سنت
کے نام سے اور ان کے علاوہ جو اہل حدیث کے نام سے فرقہ ہے وہ کم سے کم اہل
سنت نامی ماٗخذ والی روایات اور احادیث کا خود کو محافظ اور پیروکار قرار دیتا ہے لیکن
ان روایات سے فقہی جزئیات کے استخراج کا ان کی طرح سے قائل نہیں ہے۔ اہل
سنت اور اہل حدیث فرقوں والے علم حدیث کو جناب رسول اللہؐ اور ان کے اصحاب
کرامؓ کی باتوں اور آثار کو حدیث کا نام دیتے ہیں جب کہ اہل شیعت والے جناب
رسول اللہؐ کے ساتھ اپنے بارہ اماموں کی باتوں کو علم الروایات و احادیث قرار دیتے
ہیں۔ ان کے مقابلے اور رد میں قرآن حکیم نے دو باتیں سمجھائی ہیں ایک یہ کہ بہتر
اور احسن علم حدیث صرف قرآن ہے، "اللہ نزل احسن الحدیث کتابا
"(39-23)۔ دوسری بات قرآن حکیم نے یہ سمجھائی ہے کہ میری جو
حدیثیں آیات کی شکل میں دی گئی ہیں ان کے ہوتے ہوئے پھر کن لوگوں کی
حدیثوں کی طرف جاؤ گے؟ اور کن حدیثوں پر ایمان لاؤ گے؟ "فبای حدیث
بعد اللہ و آیتہ یومنون "(45-6). میری گذارش کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی
شخص امامی مذاہب کی اختراع کردہ احادیث کو غور سے پڑھے گا تو اسے ان سب

کے اندر قرآن دشمنی قدر مشترک کے طور پر نظر آئے گی۔ چنانچہ ابھی کم سے کم اس
مضمون کا وہ حصہ ملاحظہ فرمائیں جس میں ہم نکاح کے وقت عورت کو مہر دینے میں
قرآنی حکم کا نقطہ نظر پیش کرتے ہیں، پھر اس کے بعد امامی مذاہب کا نقطہ نظر پیش
کرینگے۔ اس کے بعد قارئین فیصلہ خود فرمائیں۔

نکاح کے وقت بیویوں کو مہر دینے کا تعین قرآن کی نظر میں

آیت قرآنی ہے کہ "وان اردتم استبدال زوج مکان زوج واتیتم احد
ھن قنطارا فلا تاخذوا منہ شیئا (4-20)" یعنی اگر تم ایک بیوی کو چھوڑ کر
یعنی طلاق دیکر دوسری بیوی اس کے بدلے میں رکھنا چاہتے ہو تو اگر تم پہلی بیوی کو
مہر میں سونے چاندی کا ڈھیر بھی دے چکے ہو، تو ایسے حال میں تمہیں اجازت
نہیں کہ تم اس دئے ہوئے مال میں سے کچھ بھی واپس لو۔

محترم قارئین! اب رہ جاتا ہے یہ مسئلہ کہ سونے چاندی کیلئے ڈھیر کہنا تو نہایت
ہی مبہم جملہ ہے۔ لفظ سونے چاندی کے ڈھیر میں اتنی بھی مقدار ہو سکتی ہے کہ آدمی
اتنا کچھ دینے کی عمر بھر بھی توفیق نہ رکھ سکے۔ بہر حال اس لفظ قنطار سے کم سے کم یہ تو
ثابت ہوا کہ مہر میں بڑی رقم دینی ہے۔ مہر کسی برائے نام رقم کا نام نہیں ہے۔ پھر
بھی بات رہ جاتی ہے کہ آخر سونا اور چاندی کے ڈھیر سے کتنی رقم مراد ہے؟ تو اس کا
اندازہ اللہ پاک نے متعین رقم بتانے کی بجائے دوسرے انداز سے سمجھایا کہ اتنی رقم
جتنی کسی شخص کی آٹھ دس سال کی آمدنی ہو، اس کے برابر مہر کی رقم دی جانی چاہیئے
اور اس کا ہر زمانہ میں رقم کی قدر کے حوالوں سے حساب لگانا ہوگا۔ دلیل کیلئے
قرآن کی طرف رجوع فرمائیں، "قال انی اریدان انکحک احدیٰ ابنتیّ
ھاتین علی ان تاجرنی ثمانی حجج فان اتممت عشرا فمن عندک
وما اریدان اشق علیک ستجدنی انشاء اللہ من الصالحین
"(28-27)۔

محترم قارئین! یہ قصہ ہے جناب موسیٰ سلام علیہ کا مصر سے مدین جانے کا۔ مدین
پہنچ کرانہوں نے وہاں گاؤں سے باہر یہ دیکھا کہ لوگ اپنے اپنے چوپائے
جانوروں کو پانی پلا رہے ہین۔ وہاں دو عورتیں بھی ہیں جو بڑی مشکل سے اپنے
جانوروں کو پانی پینے سے روک رہی ہیں۔ موسیٰ سلام علیہ یہ دیکھ کر تشویشناک ہوئے
کہ یہ عورتیں جانوروں کو کیوں روک رہی ہیں۔ انہوں نے ان سے اس بارے میں
پوچھا۔ جواب ملا کہ بستی کہ یہ طاقتور لوگ جب تک اپنے اپنے ریوڑوں کو پانی پلا کر
واپس نہیں چلے جاتے اس وقت تک ہم میں طاقت نہیں ہے کہ ان سے ڈول لے
سکیں۔ اس جواب پر موسیٰ ان کے جانوروں کو فوراً لے جا کر پانی پلا کر آئے۔ پھر
قصہ مشہور ہے کہ جب وہ لڑکیاں اس دن جلدی گھر پہنچیں تو ان کے والد نے ان
سے پوچھا کہ آج کیسے جلدی آ گئیں؟ انہوں نے واقعہ سنایا تو اس پیر مرد نے جسے
قرآن نے شیخ کبیر سے تعبیر فرماتا ہے اور عام مفسرین اور مترجمین نے اسے جناب
شعیب علیہ السلام کے نام سے بتایا ہے، اپنی ایک بیٹی کو فرمایا کہ جاؤ دیکھو اسے
میرے پاس لے آؤ۔ وہ آئی اور موسیٰ کو، جو وہیں پانی کے پاس جو کسی سائے میں
متفکر بیٹھا ہوا تھا، کہا کہ میرا باپ آپ کو پانی پلانے کی اجرت دینے کیلئے بلا رہا ہے۔
موسیٰ لڑکی کے ساتھ ہولیا اور اس پیر مرد سے آ کر ملا اور اپنا حال سنایا۔ اس شیخ کبیر
نے فرمایا کہ میں اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کو آپ کے نکاح میں دینا چاہتا ہوں
اس مہر پر کہ آپ آٹھ سال میرے پاس کمائیں اور رہیں اگر دس
سال رہیں تو بھی آپ کی خوشی، میں آپ کو کسی مشقت میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ آپ
میرے پاس رہیں گے تو مجھے آپ نہایت صلح مند پائینگے۔ محترم قارئین! اب آئیں
کہ آٹھ دس سال کی تنخواہوں کو کسی چھوٹے سرکاری ملازم کی تنخواہ سے ٹوٹل کر کے
دیکھیں تو پانچ ہزار سے دس ہزار ماہانہ تنخواہ سے، آٹھ دس سالوں کی تنخواہ پانچ لاکھ
روپیہ سے لیکر دس بارہ لاکھ روپیہ تک بن جاتی ہے پھر دس لاکھ روپیہ سے اگر آج کے

دور میں چھ لاکھ روپیوں کا سونا خرید کر اور چار لاکھ روپیہ کا چاندی خرید کر ایک جگہ
رکھا جائے تو محاورتاً اسے قنطار کے معنی میں سونے اور چاندی کا ڈھیر کہا جا سکے گا۔
(کم سے کم) اس سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے، ثابت ہو جاتی ہے کہ قرآن حکیم
مہر کی رقم آٹھ دس سال کی آمدنی کے برابر موجودہ دس بارہ لاکھ روپے قرار دیتا
ہے۔ قرآن حکیم کا مہر کی اس رقم کیلئے قانون کی مزید تیسری دلیل، میں مہر کیلئے
امامی مذاہب کی مقدار عرض کرنے کے بعد تحریر کروں گا۔

جملہ امامی مذاہب میں بیوی کیلئے مہر کی رقم کی مقدار

پہلا حوالہ فرقہ اہل حدیث اور فرقہ اہل سنت کی مستند کتاب بخاری سے ملاحظہ
فرمائیں۔ جناب قارئین! لوگ اس کتاب کی باتوں کو احادیث رسول کے نام سے
مشہور کرتے ہیں، جب کہ یہ سراسر جھوٹ ہے، کیوں کہ جناب رسول اللہ سلام علیہ
قرآن حکیم کے خلاف کبھی کچھ بھی نہیں فرمایا۔ اس لئے یہ جھوٹی حدیثیں بھی اس
امامی گروہ کی اپنی گھڑی ہوئی ہیں۔ یہ بخاری کی کتاب النکاح کے باب ۸۰ اور
حدیث نمبر ۱۳۵ میں ہے کہ ایک عورت نے رسولؐ اللہ کی مجلس میں اچانک کھڑے
ہو کر کہا کہ میں نے اپنے آپ کو آپ کے حوالے کیا، آپ اپنے دل سے پوچھ کر
جواب دیں۔ رسولؐ اللہ نے اسے کوئی جواب نہیں دیا تو دوبارہ اس عورت نے
کھڑے ہو کر اپنی بات دہرائی، پھر بھی رسولؐ اللہ چپ رہے اور جواب نہیں دیا۔
تیسری بار بھی عورت نے اپنی بات دہرائی پھر بھی رسولؐ اللہ نے کوئی جواب نہیں دیا
تو ایک شخص مجلس سے اٹھا اور کہا کہ یا رسولؐ اللہ یہ عورت مجھے نکاح میں بیاہ
دیں۔ رسولؐ اللہ نے اس سے پوچھا کہ آپ کے پاس مال میں سے کوئی چیز ہے تو
اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ جاؤ کوئی لوہے کا چھلا مندری ہی
تلاش کرو۔ پھر وہ گیا اور تلاش کر کے واپس آیا اور کہا کہ لوہے کی مندری بھی نہیں
ملی۔ پھر اس سے رسولؐ اللہ نے پوچھا کہ کیا آپ کے پاس قرآن میں سے کچھ

ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ فلاں فلاں سورۃ یاد ہے تو رسولؐ نے اسے حکم دیا کہ اس
عورت کو ان سورتوں کے عوض تیرے نکاح میں دے دیا۔

اسی بخاری کے کتاب النکاح کے باب ۸۱ میں حدیث نمبر ہے ۱۳۶ جس میں کہا
گیا ہے کہ ایک شخص سے رسول اللہؐ نے فرمایا کہ "تزوج ولو بخاتم من حدید"
یعنی شادی کر! خواہ (مہر کیلئے) لوہے کی مندری کے عوض میں ہی ہو۔ محترم قارئین!
آپ جائیں شہروں میں، آپ کو فٹ پاتھوں پر یا پھیری والوں کے پاس لوہے کی
مندری اور چھلا ایک روپیہ میں مل جائیگا۔ یہ تو ہوئی بات اہل حدیثوں کی۔ اسکے بعد
اب

آئیں دیکھیں کہ فقہ ساز اماموں نے اس حدیث پر قیاس کرتے ہوئے فقہ سازی
میں مہر کی حد کیا مقرر کی ہے۔

اہل سنت کے ہاں نکاح میں مہر کی حد

فقہ کی کتابوں میں 'ہدایہ' نامی کتاب کو سنی مارکہ امامی مذہب والوں نے اس قدر سر پر
اٹھایا ہوا ہے کہ حکومت پاکستان نے اسلامی قوانین کے لئے وکیلوں کو، عدالتوں کو حکم
دیا ہوا ہے کہ کتاب ہدایہ کے حوالوں سے سنی مذہب والوں کے لئے شرعی فیصلہ کیا
کریں۔ ویسے مسلم امت کے دینی مدارس میں جو دارالافتاء (فتویٰ گھر) قائم ہیں ان
کے ہاں قرآن کے حوالوں سے سوائے چار شادیاں کرنے کے باقی سارے مسائل
امامی کورس سے لئے جاتے ہیں۔ ہدایہ کے اندر کتاب النکاح میں مہر کے مسائل
کیلئے باب المہر موجود ہے اس میں لکھا ہے کہ "واقل المھر عشرۃ دراھم" یعنی
کم سے کم مہر دس درہم ہے۔ درہم کی قیمت پچیس پیسے بتائی جاتی ہے تو اس حساب
سے دس درہم کہا جائیگا دو روپیہ پچاس پیسے کو۔ یہ سنی امام لوگ لوہے کی مندری سے
کچھ زیادہ ہی قدر کرتے ہیں عورت کا۔ اس فقہ سازی پر عورت کے مقام و مرتبہ کی
اس ڈھائی روپیہ والی رقم سے جو تذلیل و تحقیر ہوتی ہے اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے

کہ مسلم امت کیلئے ایسا فقہ بنانے والے امام لوگ خود تو قرآن والے مسلم نہیں
ہونگے، مہر کیلئے قرآنی وضاحتوں یعنی سونے چاندی کے ڈھیر جیسے الفاظ کے
مقابلے میں لوہے کی مندری کے برابر ڈھائی روپیہ مہر کی رقم، یہ تو صراحتا گالی ہے،
تذلیل ہے، نہ صرف مسلم عورتوں کو بلکہ پوری مسلم امت کو امت کے مردوں
عورتوں سب کیلئے گالی ہے۔ میں ان اماموں کی اس بات کو طنز اور گالی امت مسلمہ
کیلئے قرار دیتا ہوں۔ ہدایہ والے نے اس خرافات کیلئے پھر ایک حدیث کا بھی
حوالہ دیا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ "ولا مھر اقل من عشرۃ" یعنی دس درہم
سے کم مہر نہ دیا جائے۔ محشی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث دار قطنی کی ہے، پھر ہدایہ والا
اس حدیث لانے کے بعد لکھتا ہے کہ "لانہ حق الشرع وجوبا اظہار الشرف المحل"
یعنی مہر میں کم سے کم دس درہم یعنی ڈھائی رپیہ دینا یہ شریعت کا حق ہے جو واجب
ہے عورت کے محل (عضو مخصوص) کا شرف ظاہر کرنے کیلئے۔ مسلم امت کے
میرے بھائیو! بزرگو! قرآن نے تو فرمایا ہے کہ "واتوا النساء صدقاتھن
نحلہ (4-4)" یعنی عورتوں کو دیا جانے والا مہر بلا معاوضہ تحفہ ہے، ہدیہ ہے، گفٹ
ہے، جو کہ سونے چاندی کے ڈھیر جتنا ہے۔ اب غور کریں کہ قرآن کیا اس قدر
وضاحت کے بعد بھی امام لوگ لکھتے ہیں کہ یہ ڈھائی روپے عورتوں کے عضو مخصوص
کی قیمت ہے۔ صاحب ہدایہ مطبع مکتبہ العربیہ دستگیر کالونی کراچی کتاب النکاح
کے صفحہ تین سو پر لکھتا ہے "لان المھر بدل البضع" یعنی تحقیق مہر عوض ہے فرج
کا۔ اور صفحہ ۲۸۵ پر لکھتا ہے کہ "وینعقد بلفظ البیع" یعنی نکاح منعقد ہوجاتا ہے
لفظ تجارت کے ساتھ۔ یعنی مرد عورت کو کہے کہ میں نے آپ کو خرید کیا اور وہ قبول
کرے تو وہ آزاد عورت اس کی منکوحہ بیوی ہوگئی۔ آگے صفحہ ۲۰۶ پر یہی بات مزید
تفصیل کے ساتھ لکھی ہے "انھا سلمت المبدل
حیث رفع الموانع وذالک وسعھا فیتاکد حقھا فی البدل اعتبارا

بـــالبیع ''یعنی مہر کی رقم بدل ہے اور عورت کا عضو مخصوص مبدل ہے۔ جس طرح کہ
تجارت میں پیسے دیکر کوئی چیز خریدی جاتی ہے۔ جناب یہ جملہ اقوال بنام حدیثوں
کے یا اقوال اماموں کے یہ سب کی سب گالیاں ہیں، تبرا ہے، مسلم امت کی تذلیل
ہے، انسانیت کی تذلیل ہے، دیکھیں کتنی بے پروائی سے یہ امام لوگ ہم مسلموں پر
تبرا کر رہے ہیں کہ ان کی عورتیں ڈھائی روپیہ کے برابر ہیں، اور امت کے مولوی
ان اماموں کی گالیاں امت والوں کو شربت روح افزا کے طور پر پلا رہے ہیں۔

فقہ جعفری میں نکاح کے وقت مہر کیا ہے؟

یہ روایت نقل کی جاتی ہے کتاب ''من لا یحضرہ الفقیہ'' سے۔ جس کا مطبع ہے الکساء
پبلشرز 2 نارتھ کراچی، ان کی حدیث کا نمبر ۴۴۰۱ ہے۔ اس کے مطابق حضرت امیر
المؤمنین علی علیہ السلام نے فرمایا کہ مہر کے متعلق سنت محمد یہ پانچ سو درہم
ہے........

محترم قارئین! اب جعفری فقہ میں پانچ سو درہم یعنی سوا سو روپیہ بھی تو قرآن حکیم
کے بتائے قنطار یعنی سونے چاندی کے ڈھیر کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے۔ اسی
حدیث کے اخیر میں لکھا ہے کہ مہر سنت پانچ سو درہم اس لئے بتائی گئی ہے کہ اللہ نے
اپنے اوپر یہ لازم قرار دے لیا ہے کہ اگر کوئی شخص مؤمن سو (۱۰۰) مرتبہ اللہ اکبر، سو
(۱۰۰) مرتبہ سبحان اللہ، سو ۱۰۰ مرتبہ لا الہ الا اللہ اور سو مرتبہ الحمد للہ، اور سو مرتبہ صل علی
محمد وآل محمد کہنے کے بعد کہے کہ اللھم من الحور العین (اے اللہ تو میرا نکاح حور عین
سے کرا دے) تو اللہ اس کا نکاح جنت کی کسی حور سے کرا دیگا۔ (یہ تسبیحات اربعہ اور
یہ درود جو ملا کر پانچ سو ہیں) یہی اس کا مہر ہوگا، (حدیث کا حوالہ پورا ہوا)۔ جناب
قارئین! دیکھا آپ نے عجیب قسم کا استدلال ہے پانچ سو تسبیحات و درود کی قیمت
پانچ سو درہم اور یہ بدل اور عوض ٹھہرا مہر کا۔ اب کوئی بتائے کہ مہر دینے کی مقصدیت

تو مالی رقم ملکیت کے طور پر بیوی کو دینی ہے۔ بیوی ان تسبیح، تحمید، تہلیل سے کون سا
سامان زندگی خریدے گی؟

آپ ابھی ابھی بخاری کی حدیث پڑھ کر آئے کہ کسی شخص کے لیے رسولؐ نے
اسے کچھ سورتیں قرآن سے یاد ہونے کو مہر کا بدل قرار دیکر عورت اس کے حوالے
کردی۔ قرآنی فلسفہ حیات سے کیسا مذاق کیا جا رہا ہے، اور دنیا کے مذاہب
والوں کے مقابلے میں مسلم امت کے لوگوں کو اور ان کی ملت کو کس طرح رسوا کیا
جا رہا ہے۔ غور فرمائیں کہ شیعوں کے اماموں کا فقہ ہو یا اہل حدیث اور اہل سنت
والوں کی روایات اور فقہ، سارے کے سارے اپنے جوہر میں یک جان نظر آ رہے
ہیں۔ فلسفہ قرآن کو رد کرنے میں یہ سب امام متفق اور متحد نظر آ رہے ہیں۔

دلہن کو مہر میں بڑی رقم دینے کی فلاسفی

قرآن حکیم نے جو مہر کی رقم کی مقدار موجودہ دور کے دس بارہ لاکھ روپوں کے
برابر سمجھایا ہے، جسے ابھی آپ نے پڑھا، اس سے عورت کی مالی پوزیشن مضبوط
کرنی مقصود ہے اس حد تک کہ اتفاقاً یا حادثاتی طور پر اگر اس کا شوہر مر جائے یا
اسے طلاق دیدے تو یہ عورت ملی ہوئی مہر کی رقم سے آٹھ دس سال تک اپنا خرچہ پورا
کر سکے۔ اور اگر اس قسم کا کوئی سانحہ نہ بھی ہو تو بھی شوہر عورت کے خود کفیل ہونے
کی وجہ سے محتاجی کا طعنہ نہ دے سکے، اور اپنی برتری نہ جتلائے، بلکہ اس کے ساتھ
برابری کا سلوک کرے۔

قرآنی مہر کے مقابلہ میں امامی مذاہب کا مہر

اب قارئین محترم! اہل سنت اور اہل حدیث حضرات کے ہاں ڈھائی روپے مہر
کی کم سے کم رقم، لوہے کا چھلا یا پھر اہل شیعت کے ہاں سوا سو روپے مہر کی کم سے کم

مقدار، کیا یہ قرآن حکیم کی فلاسفی کا توڑ اور رد نہیں ہے؟ میں نے اس مضمون کے
شروع میں مہر کے متعلق قرآنی رہنمائی کی ایک اور دلیل کے بارے میں عرض کیا تھا
کہ وہ میں مضمون کے اخیر میں دونگا جس سے آپ ان اماموں کے مقرر کردہ مہر کی
مقدار کا مزید رد بھی قرآن کے حوالوں سے سمجھ سکیں گے، اب وہ حاضر خدمت ہے۔
قرآن فرماتا ہے کہ ''ولیستعفف الذین لایجدون نکاحا حتی یغنیھم اللہ
من فضلہ (24-32)'' یعنی جو لوگ نکاح کا خرچہ (مہر) دینے کی توفیق نہیں
رکھتے ان پر لازم ہے کہ جب تک اللہ انہیں غنی نہ بنادے (تاکہ وہ مہر کی رقم ادا کر
سکیں) اس وقت تک ضبط نفس سے پاکدامنی اور عفت کی زندگی گذاریں۔ اب کوئی
بتائے کہ اگر ڈھائی روپے یا سوا سو روپے مہر کی کم سے کم حد ہوتی تو کیا اللہ پاک
ایسے کہتا کہ جن میں نکاح کے مہر دینے کی طاقت نہ ہو وہ غنی ہونے تک کا انتظار
کرے؟ کیا ڈھائی روپے یا سوا سو روپے کیلئے غنی بننے کا انتظار کیا جاسکتا ہے؟

رائج الوقت امامی مذاہب نے اسلام اور قرآن کو خوار اور رسوا کیا ہے

محترم قارئین! ابھی آپ نے اہل سنت، دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث، اہل
شیعت کے حوالوں سے ان کی حدیثوں اور فقہ کے حوالوں سے عورت کی تحقیر اور
تذلیل، مہر کی مقدار کے حوالے سے پڑھی اور سمجھی۔ ان کے اس قرآن دشمن مسلک
سے قرآن حکیم کی اور اسلام کی رسوائی اس طرح سے ہوئی ہے کہ قرآن حکیم نے
میراث کا قانون بتائے ہوئے فرمایا ہے کہ ''یوصیکم اللہ فی اولاد کم
للذکر مثل حظ الانثیین (4-11)'' یعنی اللہ آپ کو وصیت فرماتا ہے کہ اپنی
اولاد میں جب اپنا ترکہ ورثہ تقسیم کرو تو ایک بیٹے کو دو بیٹیوں کے برابر حصہ دو، یعنی
مذکر کو بمقابلہ مؤنث کے دوگنا حصہ دو''۔ قرآن حکیم نے اس طرح تقسیم اس لئے
فرمائی تھی کہ عورت کو اس کے شوہر سے مہر اتنا زیادہ دلوادیا لہٰذا باپ کی طرف سے
ملنے والے مال میں سے اس کو کم حصہ دلایا ہے۔ یعنی بھائی کے حصے سے آدھا اور اس

کی تلافی اُسے اس کے آئندہ ہونے والے
شوہر سے ملنے والی مہر کی رقم کے ذریعے کرائی گئی۔ اور مہر ملنے کے بعد اس کی اس
کے بھائیوں سے برابری ہوجاتی ہے۔ یہ برابری اس طرح سے بھی ہوگی کہ جب
بہنوں کے بھائی شادی کریں گے تو ان کو بھی اپنی بیویوں کو مہر میں بڑی معقول رقم
دینی پڑیگی، جب کہ بہنوں کو تو ان کی شادی میں دینے کے بجائے ہونے والے
شوہر سے بھاری مہر ملتا ہے۔ اسی لئے اللہ نے میراث کی تقسیم کے وقت بھائیوں کو
ان کی شادیوں پر خرچے کے حوالے سے ڈبل حصہ دلایا گیا، اور بہنوں پر چونکہ ان
کی شادیوں پر انہیں دینا کچھ نہیں ہوتا بلکہ لینا ہوتا ہے اس لئے ان کا حصہ بھائیوں
کے آدھے حصے کے برابر کیا گیا۔ اس طرح بھائی بہنوں کا حصہ برابر بن جاتا ہے۔
لیکن اماموں کے گمراہ کن مسلکوں کی وجہ سے اس مسئلہ میں آج تک قرآن کی بڑی
خواری کرائی گئی ہے، قرآن کی تقسیم وراثت میں اس فلاسفی کو لوگ اس لئے نہیں سمجھ
پائے کیوں کہ امام لوگوں نے جھوٹی حدیثوں اور فقہ کے ذریعے عورت کو دیا جانے
والا مہر، ایک روپیہ والا لوہے کا چھلا، ڈھائی روپے، اور سوا سو روپے اور قرآن کی
کچھ سورتیں یاد کرنا مشہور کردیا۔ پھر بتایا جائے کہ لوگوں کا قرآن کے قانون مرد کو
عورت کے، دو حصوں کے برابر حصہ دینے کی فلاسفی کا پس منظر کس طرح سمجھ میں
آئے گا۔ یہ اس لئے بھی کہ اماموں کی سیرت میں لکھنے والی قدس سرہ ٹیم کے
لکھاریوں نے اماموں کی تعریفیں اتنی زیادہ لکھی ہیں کہ جیسے وہ لوگ اپنی ہر بات
اللہ سے الہاموں کے ذریعے پوچھ کر کہتے ہیں۔ میری اس بات پر اگر کسی کو اعتبار
نہ آئے تو کوئی جا کر ان اماموں کی سوانح جات والی کتابیں پڑھ کر دیکھے۔ اگر اتنا
بھی کوئی نہ کرسکے تو اس کتاب میں میں نے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی پر جو مضمون
لکھا ہے اسے پڑھ کر اندازہ لگائے کہ یہ امام باڑوں کے افراد قرآن کے کتنے
بڑے دشمن ہیں، انسان ذات کے کتنے بڑے دشمن ہیں، عورتوں کے کتنے بڑے

دشمن ہیں۔

قرآن میں مہر کی رقم بہت زیادہ ہونے کی ایک اور دلیل

فرمان ہے کہ " یا ایھا الذین امنوا لایحل لکم ان ترثوا النساء کرھا ولا تعضلوھن لتذھبوا ببعض مآ اتیتموھن الا انی اتین بفا حشه مبینه (4-19)"۔ اس آیت کریمہ کے شروع میں ایک مسئلہ یہ سمجھایا گیا کہ تمہارے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ تم عورتوں کے جبری مالک بن جاؤ، عورت مستقل طور پر ایک آزاد پرسنلٹی ہے شخصیت ہے، مرد کی طرح (4-1)۔ اور اس آیت میں دوسرا مسئلہ یہ بتایا گیا ہے کہ اگر عورت اپنے شوہر کی عادات بد اور غلط سلوک کی وجہ سے اس سے جدا ہونا چاہے اور طلاق لینا چاہے تو مردوں کو یہ حکم ہے کہ "فلا تعضلوھن لتذھبوا ببعض ما آتیتموھن"، یعنی پھر نہ روکیں ان عورتوں کو اور ان کو اپنے ہاں اس نیت سے بند کئے نہ رکھیں کہ ان کو مہر کی رقم میں جو انہیں دے چکے ہیں اس میں سے کچھ ان سے واپس لے لیں۔ جناب قارئین! یہاں سوچنے کی بات ہے کہ اگر روایت ساز اور فقہ ساز اماموں کے گھڑی ہوئی رقم ایک لوہے کا چھلا یا ڈھائی روپیہ یا سوا سو روپیہ کم سے کم والی حد یا قرآن کی دو تین

سورتیں یاد ہونے والی حد، نہ بھی سہی پھر بھی اگر کسی شوہر نے شادی کے وقت مہر میں دس بیس، تیس، چالیس پچاس ہزار روپے بھی دئے ہوں تو دو تین سال ساتھ رہنے کے بعد اگر ان میں ناچاقی ہوتی ہے اور بیوی طلاق مانگتی ہے تو چالیس پچاس ہزار روپوں کی رقم کو آج کل کون دیکھتا ہے کہ بیوی سے جھگڑے کی صورت میں اس سے مہر کی رقم کی واپسی کیلئے اسے گھر میں بٹھائے رکھے۔ یہ بات جو قرآن فرما رہا ہے کہ مہر کی دی ہوئی رقم ہتھیا لینے کی لالچ میں اس کو روکے نہ رکھو، تو یقیناً یہ رقم خاصی بڑی ہوگی، لاکھوں کے حساب سے ہوگی، اسی وجہ سے شوہر صاحب ناراض اور چڑی ہوئی بیوی کو بھی گھر میں بٹھا کر کھلا پلا رہا ہے، اور خرچہ پانی برداشت کر رہا ہے۔ تھوڑے

پیسوں یا اماموں کی حدیثوں اور فقہ والی رقم یا اس سے سوگنا زیادہ رقم کو بھی کوئی نہیں پوچھتا۔ بہرحال اماموں کے گھڑے ہوئے مذاہب میں بتائی ہوئی مہر کی مقدار قرآن دشمنی کی نیت سے گھڑا گیا ہے، جس میں مہر کی رقم لوہے کا چھلا، ڈھائی روپیہ یا قرآن کی دو چار سورتیں یاد کرنا ہے۔

مسئلہ طلاق میں فقہی اماموں کی چیرہ دستیاں

محترم قارئین! میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ کی خدمت میں پہلے قرآن حکیم کی طلاق کے بارے میں سمجھائی ہوئی تعلیم پیش کروں، اس کے بعد فقہ سازوں کی ہنر مندی عرض کروں۔ لفظ طلاق کے معنیٰ ہیں آزاد کرنا اور جدا کرنا۔ اس جدائی کی بنیاد ہوتی ہے، شوہر اور بیوی کے درمیان اختلاف، ناچاقی اور رنجشوں کے اوپر۔ قرآن حکیم نے اس بنیادی سبب کے حوالے سے فرمایا کہ "وان خفتم شقاق بینھما فابعثوا حکما من اھلہ وحکما من اھلھا ان یریدا اصلاحا یوفق الله بینھما ان الله کان علیما خبیرا (4-35)"۔ یعنی اگر تم میاں اور بیوی کے درمیان ناچاقی کا اندیشہ کرو تو ان کے درمیان (مصالحتی کمیٹی) قائم کرو ایک امین شوہر کی جانب سے اور ایک امین بیوی کی طرف سے، پھر یہ دورکنی پنچائتی کمیٹی دونوں میاں بیوی کی باتیں سنیں گے اس کے بعد اگر یہ میاں بیوی مصالحت کے لئے آمادہ ہونگے تو اللہ کا قانون بھی ان کو کامیابی سے ساتھ رہنے میں مدد کریگا، تحقیق اللہ کا قانون انسانی مزاج اور فطرت کی پہچان پر مبنی بنایا گیا ہے۔ محترم قارئین! آیت کریمہ کے الفاظ پر غور فرمائیں کہ میاں اور بیوی کے اختلاف کے پیش نظر خطاب کیا گیا ہے حکمران ٹیم کو، جو معاشرے کو کنٹرول کرتی ہے 'وان خفتم' یہ جمع کا صیغہ ہے آگے آیت کریمہ میں 'شقاق بینھما' کے الفاظ سے میاں بیوی دونوں کا ذکر ہے جس سے دونوں کی انصاف طلبی کی حیثیت برابر کی بن جاتی ہے مطلب یہ کہ اس آیت سے یہ قانون ثابت ہوتا ہے کہ

جس طرح نکاح ایک معاشرتی معاملہ ہے جو طرفین کی رضامندی سے گواہوں کے ذریعے پکی طرح قائم کی جاتا ہے اور اس کا معاشرے میں اعلان بھی ہوتا ہے، اسی طرح میاں بیوی کے جدا ہونے کا معاملہ یعنی طلاق بھی معاشرتی، پنچائتی اور اجتماعی ہے، اس کا فیصلہ بھی حکومت کی پنچائتی کمیٹی کریگی، اکیلے شوہر یا بیوی کو جدا ہونے، طلاق دینے کا اختیار نہیں ہے۔ یعنی جس طرح نکاح اور شادی کسی ایک کی پسند اور چاہت پر نہیں ہوسکتی اسی طرح

طلاق بھی ایک جانب کی خواہش اور آرڈر پر نہیں ہوسکتی، دونوں مسئلے یکساں طور پر اجتماعی ہیں انفرادی نہیں ہیں۔ سورۃ طلاق میں جو حکم فرمایا گیا ہے کہ" **یا ایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعقد تھن واحصوا العدۃ واتقوا اللہ ربکم (65-1)**" یعنی اے نبی لوگوں کو سکھائیں کہ جب طلاق دیں عورتوں کو تو وہ طلاق عورتوں کے عدۃ میں گذارنے کے وقت کا صحیح صحیح اندازہ مقرر کرکے طلاق دیا کریں، اور اپنے پالنہار اللہ کے قوانین کو توڑنے سے ڈریں۔ جناب قارئین! اس آیت کریمہ میں جناب رسول اللہ سلام علیہ کو خطاب کیا گیا ہے طلاق سے متعلق اور مسئلہ عدت سے متعلق وغیرہ، یہ اس لیے کہ حکمراں کو، حکومت کو، گورنمنٹ کو، قانون سکھایا اور سمجھایا جارہا ہے۔ جس کو عوام الناس میں رائج کرنا ہے۔ اس آیت کے حوالے سے مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ طلاق کوئی انفرادی چیز نہیں نہ ہی یہ مرد کے اکیلے پاور اور اختیار کا مسئلہ ہے، جیسے کہ آپ آیت (4-35) میں پڑھ کر آئے کہ شوہر اور بیوی دونوں کو اپنا اپنا موقف ثابت کرنے کیلیئے امین اور حکم منتخب کرنے کا حکم ہے۔ اس آیت میں باقاعدہ حکومت کی معرفت، حکمران کی معرفت یہ تعلیم دی جارہی ہے کہ خبردار معاشرے کے بنیادی یونٹ، پرائمری یونٹ کے تعلقات اور زن وشوہر کے معاملات پر آپ کی نظر رہے، اگر ان میں کوئی بگاڑ پیدا ہوتا ہے تو خیال رکھیں کہ طلاق کے بعد کہیں عدت کے دنوں کے شمار میں کوئی گڑبڑ نہ پیدا ہو۔ جناب قارئین!

یہاں تک آپ سمجھ گئے ہونگے کہ طلاق معاشرتی، پنچائتی، حکومتی، عدالتی، کمیٹی نے دیئی ہے (4-35)، میاں اور بیوی کی حیثیت صرف فریادی اور جوابدار کی بنتی ہے۔ طلاق کے معاملے میں امامی اقسام والی کوئی شرارت نہیں ہے جس میں انہوں نے طلاق کو تین قسموں پر مشہور کیا ہوا ہے، کہ ایک رجعی ہے دوسری بائن ہے تیسری مغلظ ہے۔ یہ سب امامی گھڑاوتیں ہیں، طلاق بس طلاق ہے، طلاق کے الفاظ اور اس کی تشبیہات کا فقہ کی کتابوں میں جو گورکھ دھندہ ہے یہ سب امامی زٹلیات ہیں ۔طلاق تو دیئی ہی عدالتی کمیٹی کو ہے جو ڈکلیئر کیئے جانے کے بعد لاگو ہوجاتی ہے، جسے اگر میاں اور بیوی رد کرنا چاہیں اور پھر سے زن وشوہر کے تعلقات میں واپس آنا چاہیں تو قرآن نے اس کی اجازت ضرور عنایت کی ہے لیکن اس کے لئے صاف صاف فرمایا ہے کہ" **واذا طلقتم النساء فبلغن اجلھن فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن اذا تراضوا بینھم بالمعروف (2-232)**" یعنی جب آپ کی عدالتی کمیٹی عورتوں کے لیے طلاق کا فیصلہ کردے اور جوڑے کی طلاق شدہ عورتیں اپنی عدت کے اختتام کو پہنچیں پھر اگر وہ اپنے پہلے شوہروں کے ساتھ راضی ہوکر آپس میں آئندہ قانون کے مطابق نباہ کرنے اور ایک ساتھ زندگی گذارنے پر آمادہ ہیں، تو ان پر اس بارے میں کوئی بندش اور رکاوٹ نہ ڈالی جائے نہ ہی دوبارہ نئے نکاح کرنے پر انہیں روکا جائے۔ اس آیت کریمہ نے اماموں کے رجعی قسم والی طلاق کو رد کردیا ہے، جس کیلیئے امام مافیا نے مشہور کیا ہوا ہے کہ دوران عدت اگر شوہر طلاق شدہ عورت کو واپس بلانا چاہے تو بغیر نکاح کے اسے واپس بلاسکتا ہے، جب کہ آپ نے آیت کریمہ میں ابھی پڑھا کہ دوبارہ ازدواجی

تعلقات بحال کرنے کے لئے فرمایا گیا کہ" **فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن** " یعنی اپنے شوہروں سے نکاح کرنے کے بارے میں ان پر کوئی

رکاوٹ یا بندش نہ ڈالیں۔ یہاں کوئی امامی نمائندہ کہیں یہ مغالطہ نہ پیش کرے کہ اس
آیت میں دوبارہ ازدواجی تعلق قائم کرنے کیلئے نئے نکاح کا لفظ اس لئے کہا گیا ہے
کہ عدت ختم ہوجانے کے بعد کی بات ہے، اس طرح کا مغالطہ سراسر غلط ہے اس
لئے کہ آیت کریمہ میں فرمایا گیا ہے کہ فبلغن اجلھن یعنی جب عدت کی میعاد ختم
ہونے کو قریب ہو۔ آیت میں عدت کے ختم ہوجانے کی بات نہیں ہے عدت کے ختم
ہونے کے قریب ہونے کی بات ہے۔ اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ آیت (4-32)
کی روشنی میں دی ہوئی پنچائتی عدالت کی طلاق مکمل طور پر ایسی طلاق ہے جس سے
رجوع کیلئے دوبارہ نکاح کے سوا دوسری کوئی صورت نہیں ہے۔ اب اس قسم کی طلاق
کیلئے قرآن حکیم نے فرمایا ہے کہ "الطلاق مرتان فامساک بمعروف
اوتسریح باحسان (2-229)" یعنی طلاق تو ہمارے قانون میں دوبار دی
جاسکتی ہے جن کے دئے جانے کے بعد قانون کی روشنی میں بیوی کو رشتہ ازدواجیت
میں روکنا ہے یا حسن کارانہ انداز سے الگ کردینا ہے۔ جناب عالی! طلاق دوبار
ہے یہ صورت بنتی ہے دوبار نکاح کرنے سے۔ اس کے لئے قرآن حکیم کا حکم ہے
کہ اس کے بعد اگر تیسرے نکاح کے بعد پھر طلاق واقع ہو تو اب اس کے لئے حکم
ہے کہ "فلاتحل لہ من بعد" یعنی اس عورت کی چوتھی بار اسی شوہر کے پاس واپسی
پر پابندی ہے، اب یہ عورت پہلے کی طرح اس شوہر کے لئے حلال قرار نہیں دی
جائے گی۔ ایسے شوہر کو تین بار طلاق دینے کے بعد یہ سزا دی جاتی ہے کہ یہ عورت
اسے واپس نہ دی جائے ہاں اس پابندی اور پہلے شوہر کو واپس نہ ملنے کی صورت میں
اگر اس عورت نے کسی دوسرے مرد سے جاکر شادی کی اور اس نئے شوہر سے بھی
اس کا نباہ نہ ہوسکا اور اس کے ہاں بھی اسے طلاق مل گئی تو ایسی صورت میں اس
عورت کو پہلے شوہر کے ساتھ نکاح کی اجازت دی جائیگی، اس لئے کہ اب پہلے شوہر
کو طلاق کی نوبت لانے کا قصوروار تصور نہیں کیا جائیگا، بلکہ طلاق کی نوبت لانے میں

اس عورت کا بھی اس طرح کا سلوک سبب قرار دیا جائیگا، وہ یوں کہ جب یہ نئے
شوہر سے بھی نباہ نہ کرسکی تو یہ خرابی اکیلے شوہر میں نہیں ہے۔ اس لئے اب اسے
پہلے شوہر کے پاس واپس نئے نکاح کے ذریعے جانے کی اجازت دی جائے گی۔ تو
آیت "الطلاق مرتان (2-229)" کا مفہوم یہی ثابت ہوتا ہے کہ شوہر اور
بیوی ایک دوسرے کی نفسیات سمجھ کر بہتر سلوک کے ساتھ زندگی گذاریں، آپس
کے تنازعات کو اتنا نہ بڑھائیں کہ طلاق بازی ان کا مشغلہ بن جائے۔

غلط الخواص

محترم قارئین! طلاق کیلئے امامی فقہوں میں مشہور کیا گیا ہے کہ کوئی شوہر اگر اپنی
بیوی کو تحریر یا زبانی شاہدوں کے روبرو یا پس پشت کہے کہ میں نے اپنی بیوی کو تین
طلاقیں دیں، تو اسے طلاق مغلظہ کہا جائیگا اور ایسی صورت میں یہ عورت اپنے پہلے
شوہر کے پاس واپس نہیں آسکے گی، بغیر کسی دوسرے مرد سے مروج اور
مشہور حیلہ بازی والے حلالہ نامی خلاف قرآن عمل کرانے کے۔ آپ نے اس
مسئلہ میں قرآن حکیم کی فلاسفی کو ابھی پڑھا کہ قرآن نے ایک تو طلاق کو اجتماعی
عدالتی مسئلہ قرار دیکر شوہر کو اس معاملہ میں پاور لیس کردیا۔ دوسرے یہ بھی سمجھایا کہ
طلاق عدالت کی طرف سے دلانے کی صورت میں بھی یہ عمل صرف دوبار کیا جاسکتا
ہے، اس کے بعد اس عورت کے ساتھ شریعت نے پہلے شوہر کے پاس چوتھے سے
نکاح واپس آنے پر پابندی عائد کردی۔ اس کے بعد اگر عورت کے سلوک میں کوئی
خامی خرابی نہ ہو تو پہلے شوہر سے چوٹ کھائی ہوئی عورت جب نئے آدمی سے شادی
کا سوچے گی تو نہایت ہی تفتیش سے چھان بین کے بعد کسی مناسب آدمی سے
شادی کریگی۔ قرآن کا اصل مقصد یہ ہے کہ اگر عورت کا پہلا شوہر بدسلوک اور بے
مروت آدمی ہے، جھگڑالو اور تنگ مزاج ہے تو اسے سزا دی جائے کہ وہ کسی عورت کو
ناحق نہ ستائے۔ اسی وجہ سے قرآن نے اس کی تین دفعہ طلاق یافتہ بیوی اس کے

اوپر حرام کردی، پھر اس معاملے کا دوسرا رخ بھی ممکن ہوسکتا ہے کہ بدسلوکی، بدمزاجی، جھگڑالوپن اور تنگ مزاجی، شوہر میں نہ ہو بلکہ بیوی میں ہو۔ مرد کو صدمہ دینے کیلئے پہلے پہل ایسا حکم دیا کہ تجھے تین بار اس عورت کو طلاق دینے کے بعد اجازت نہیں ہے کہ چوتھی بار بھی بیوی بنا سکے اور عورت کو اپنے لئے نئے شوہر سے نکاح کی اجازت ہے۔ پھر اس کے نئے شوہر سے بھی اگر ناچاقی اور طلاق ہو جاتی ہے تو اس کے بعد اس عورت کو قرآن نے پہلے شوہر کے لئے حلال قرار دیا ہے۔ وہ اس لئے کہ اس سے اس پہلے شوہر کے بارے میں بدسلوکی اور تنگ مزاجی کا جو شبہ ہو رہا تھا وہ اب نہیں رہا۔ چنانچہ قرآن نے فرمایا کہ ''فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ (2-230) یعنی اب پہلے شوہر کیلئے حلال نہیں، اب اس عورت کو اجازت دی جائے کہ کسی دوسرے مرد سے شادی کرے، پھر جب یہ عورت دوسرے شوہر سے بھی ان بن کی بنیاد پر طلاق یافتہ ہوتی ہے تو پہلے شوہر پر از راہ سلوک بدمزاجی کا شبہ ختم ہو جاتا ہے اور قصوروار ہونے کا عورت کیلئے امکان بڑھ جاتا ہے۔ اسی لئے دوسرے شوہر سے طلاق کے بعد وہ یہ پہلے شوہر کیلئے حلال قرار دی جاتی ہے۔ غور فرمایا جائے کہ قرآن حکیم کے مطابق تین طلاقوں کے بعد جب عورت پہلے شوہر کیلئے حرام کی جاتی ہے، اس کی قرآنی حکمت کیا ہے اور اسے فقہی اماموں نے کیا سے کیا بنادیا ہے۔ عجب لگتا ہے کہ قرآن دشمن فقہ ساز اماموں کی اس چال اور سازش کو مذہب کے علمبردار لوگ سمجھ نہیں پائے کہ کس طرح انہوں نے امت میں حلالہ کرنے کے اڈے بنالئے۔

کس طرح مدہوش ہیں یہ سارے لوگ، کیا ان دنوں شراب سستی ہے؟

طلاق کے مسئلہ میں اگر مرد پہل کر کے بیوی سے جان چھڑانا چاہتا ہے تو جس طرح اس بارے میں قرآن حکیم نے مرد کو اجازت دی ہے اور قوانین کی عدالت کو اس سلسلہ میں رہنمائی کی اسی طرح اگر بیوی اپنے شوہر سے جان چھڑانا چاہے تو

قرآن اس کو بھی اجازت دیتا ہے کہ وہ فریادی بن کر عدالت سے اپنا فیصلہ وصول کرے۔ اس کیلئے فرمایا کہ'' قد سمع اللہ قول التی تجادلک فی زوجھا وتشتکی الی اللہ واللہ یسمع تحاورکما ان اللہ سمیع بصیر (1-58)'' یعنی طلاق سے متعلق شوہر کی مانند بیوی بھی عدالت سے رجوع کر کے فیصلہ لے سکتی ہے۔ ہمارے معاشرے میں اسلام دشمن فقہوں میں عورت کی تو کوئی حیثیت نہیں ہے، مردوں کو انہوں نے عدالت سے رجوع کیے بغیر لامحدود اختیارات دئے ہوئے ہیں، کہ وہ عورت کو طلاق دینے کے معاملہ میں نچا نچا کر ذلیل کر سکتا ہے۔

طلاق دینے کے مسئلہ میں فقہی اماموں کی قرآن مخالف مذاق

محترم قارئین! آپ نے سورۃ نساء کے حوالے (4-35) سے پڑھا کہ شوہر اور بیوی دونوں مصالحتی کمیٹی سے رجوع کریں، طلاق دینے نہ دینے کا اختیار اس کمیٹی کا ہوگا۔ اب آئیں دیکھیں کہ اہل سنت کے اماموں نے یکطرفہ طور پر مرد کو طلاق دینے کس قدر لامحدود اختیار دئے ہیں۔ اس کی تفصیل تو بہت لمبی چوڑی ہے میں پہلے اس مسئلہ طلاق میں قرآن حکیم کی ایک نصیحت عرض کروں گا اس کے بعد آپ قرآنی تلقین کو ذہن میں رکھتے ہوئے فقہی خرمستیوں پر غور کر کے سوچیں کہ ایسا فقہ بنانے والے کون لوگ ہو سکتے ہیں قرآن کا فرمان ہے کہ'' واذا طلقتم النساء۔۔۔ جب تم لوگ طلاق دو عورتوں کو تو '' ولاتتخذوا آیات اللہ ھزوا۔۔۔(2-231) یعنی طلاق دینے کیلئے طریقہ کار کی جو آیات اللہ ہیں، یعنی اللہ نے اپنی آیات کے ذریعے جو تمہیں طلاق سے متعلق مسائل سمجھائے ہیں اس معاملہ میں اللہ کی آیات کا انحراف کر کے انکا مذاق نہ اڑاؤ، اپنی بھول بھلیوں میں اللہ کی آیتوں کا مذاق اڑا کر، انہیں ہلکا بنا کر لوگوں کی نظر میں اپنے مذاق سے ایسا ویسا نہ بناؤ۔ جناب قارئین! طلاق دینے کے مندرجہ ذیل ڈائلاگ اہل سنت

والوں کی بڑی کتابوں شرح وقایہ اور ہدایہ سے نہایت مختصر نقل کر رہا ہوں ملاحظہ فرمائیں۔شرح وقایہ والا لکھتا ہے کہ "یقع الطلاق کل زوج عاقل بالغ حر او عبد ولو سکران" یعنی ہر عاقل بالغ آزاد یا غلام شوہر کی دی ہوئی طلاق واقع (نافذ) ہو جاتی ہے اگر چہ اس نے نشے کی حالت میں دی ہو۔اس عبارت کے بین السطور میں لکھا ہے کہ نشہ نبیذ سے ہوا ہو یا افیم کھانے سے ہوا ہو یا بھنگ سے۔آگے شرح وقایہ والا لکھتا ہے کہ طلاق دینے کیلئے مرد نے عورت کے ایسے عضو کا نام لیکر اسے طلاق دینے کا حکم نافذ کیا جو کلی طور پر جسم کے معنیٰ میں استعمال کیا جاتا ہو تو طلاق واقع ہو جائے گی۔مثلاً کوئی اپنی بیوی کو کہے کہ 'تیری روح کو طلاق ہے' یا 'تیرے بدن کو طلاق ہے' یا 'تیرے جسم کو طلاق ہے' یا 'تیرے چہرے کو طلاق ہے' یا 'تیرے فرج کو طلاق ہے' یا 'تیرے آدھے کو طلاق ہے' یا 'تیسرے حصہ کو طلاق ہے' تو طلاق واقع ہو جائے گی۔محترم قارئین! ان اماموں کی گوہر افشانیوں پر میں کوئی بھی تبصرہ کرنا ضروری نہیں سمجھتا۔صرف اوپر کی آیت الٰہی (2-231) کی روشنی انہیں دیکھتے چلیں۔آگے شرح وقایہ والا لکھتا ہے کہ اگر شوہر بیوی کو کہے کہ 'تجھے طلاق ہے یہاں سے لیکر ملک شام تک' یا کہے کہ 'تجھے طلاق ہے شہر مکہ میں یا مکہ کے ساتھ' تو یہ ایک طلاق رجعی قرار دی جائیگی۔یا کوئی کہے کہ 'تجھے طلاق بائن ہے' یا کہے کہ 'تجھے نہایت سخت طلاق ہے' کہے کہ

'تجھے بہت ہی فاحش طلاق ہے' یا 'بہت ہی خبیث طلاق ہے' کہے کہ 'تجھے شیطانی طلاق ہے' یا 'بدعی طلاق ہے، جبل جیسی طلاق ہے' یا 'ایک کی طرح کی طلاق ہے' یا 'گھر کے بھر جانے جیسی طلاق ہے' یا 'لمبی طلاق ہے' یا 'چوڑی طلاق ہے' تو اس طرح کی طلاق ایک اور بائن طلاق مراد لی جائیگی۔محترم قارئین! شرح وقایہ کے ان ڈائلاگوں سے ملتے جلتے فرمودات ہدایہ، کنز الدقائق اور قدوری میں اور جملہ فقہی کتابوں میں ملیں گے اور بہت بڑی تعداد میں ملیں گے۔ وہ سب میں یہاں نقل نہیں

کر سکتا۔عرض صرف یہ کرنا ہے کہ قرآن نے طلاق کے یہ اقسام، رجعی، بائن اور مغلظ بنائے ہی نہیں ہیں۔قرآن نے تو عورت اور مرد کو طلاق دینے یا پانے کا بغیر عدالت کے کوئی اختیار ہی نہیں دیا ہے تو پھر یہاں سے لیکر ملک شام تک لمبی طلاق یا تیرے آدھے کو طلاق یا تہائی کو طلاق یا شرمگاہ کو طلاق جیسی خرافات اور بھنگ اور افیم پینے والے کے نشہ کی حالت میں طلاق دینے کا اتنے اختیار کیوں؟ محترم قارئین! اللہ عزوجل اس امامی لغویات و خرافات کو جانتا تھا، اس لئے فرمایا کہ جو قوانین میری آیات کے حوالوں سے تمہیں دئے گئے ہیں خیال کرنا کہ کہیں میری آیات کو میرے قوانین کو مذاق نہ بنالینا۔عجب بات ہے کہ کتاب ہدایہ والے نے اور فقہ جعفری کے کتاب من لایحضرہ الفقیہ نے طلاق کے مسائل کا جو کتاب یا باب باندھا ہے اس کا نام رکھا ہے (طلاق السنہ)، یہ نام ایک قسم کا التباس ہے ،دھوکہ ہے کہ لوگوں کے لئے اس امامی ٹیم نے سنت کا لفظ مشہور کیا ہوا ہے رسولؐ اللہ کے قول و فعل کا۔تو طلاق کے مسائل کے ساتھ سنت کا لفظ چمٹانا بھی ایک طرح کا تبرا ہے تاکہ پڑھنے والوں کے ذہن اس طرف جائیں کہ شاید رسولؐ اللہ نے بھی اپنی بیویوں کو طلاق دی ہوگی، اسی لئے اس باب طلاق السنہ میں بھی وہ مسنون طریقہ طلاق سکھایا جا رہا ہے۔غور فرمایا جائے کہ یہ امام لوگ تبرا کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے اور اس تبرا کے اندر شیعہ سنی متحد و متفق نظر آرہے ہیں۔ اس امامی گروہ نے سنت لفظ کے معنی و مفہوم کو رسولؐ اللہ کا قول و فعل مشہور کیا ہوا ہے، یہ بھی قرآن اور علم وحی سے دشمنی کی بنیاد پر انہوں نے ایسا کیا ہے کیوں کہ آپ قرآن کھول کر دیکھیں لفظ سنت، اللہ پاک نے کل سولہ بار استعمال فرمایا ہے جن میں سے چھ بار گذشتہ اقوام کی تہذیبوں کے معنوں میں استعمال فرمایا ہے اور دس بار اللہ نے خود اپنی طرف لفظ سنت کو منسوب کرتے فرمایا ہے کہ سنت اللہ یہ ہے، یہ ہے، یہ ہے " ولن تجد لسنت الله تبدیلا " اللہ کی سنتوں میں کوئی تبدیلی

نہیں آئی، اللہ کے سسٹموں میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ تو علم روایات کو سنت کا نام دینا، قرآن کے انداز کے خلاف ہے۔

قرآن کب جمع ہوا، اور کیسے؟

محترم قارئین! اس موضوع سے متعلق امامی علوم کی روایات جو قرآن کی توہین اور بے ادبی سے بھری ہوئی ہیں کہ رسولؐ اللہ وفات پا گئے، جناب صدیق اکبرؓ کے دور خلافت میں جنگ یمامہ کے موقع پر سیکڑوں قاری قتل ہو گئے اور صدیق اکبر سے فاروق اعظمؓ نے آکر کہا کہ اس طرح کی لڑائیوں میں قاری لوگ قتل ہوتے رہیں گے تو قرآن بھی ضائع ہو جائے گا۔ اس لئے میرا مشورہ ہے کہ آپ قرآن کے جمع کرنے کا حکم دیں۔ یہ روایت زیدؓ بن ثابت نے کی ہے کہ مجھے صدیق اکبرؓ نے اپنے ہاں بلا کر اس طرح فرمایا اور اس وقت عمرؓ بھی وہاں موجود تھے، جو یہ مطالبہ کرنے کیلئے آئے تھے۔ تو میں نے عمرؓ سے کہا کہ ہم ایسا کام کیسے کر سکتے ہیں جو "لم یفعلہ رسول اللہ ﷺ" یعنی جو کام رسولؐ اللہ نے نہیں کیا ہے وہ ہم کیسے کر سکتے ہیں۔ بہرحال عمرؓ مجھے اس کے لئے بار بار کہتے رہے حتیٰ کہ میرا بھی اس مسئلہ میں شرح صدر ہو گیا۔ اس حدیث میں زیدؓ بن ثابت کے الفاظ ہیں "فتتبعت القرآن اجمعه من العسب واللخاف وصدور الرجال"۔ یعنی میں قرآن کے جمع کرنے کے عمل میں لگ گیا اور عسب، لخان اور لوگوں کے سینوں سے (حافظہ سے) سمیٹنے لگا۔ جناب قارئین! لغت کی کتابوں المنجد اور فیروز اللغات نے عسب کے معنیٰ دم والی ہڈی اور لخان کے معنیٰ بدبودار بغل لکھی ہے۔ یہ حدیث بخاری کے باب جمع القرآن کی ہے، باب کا نمبر ۸۹۱ ہے اس باب کے اندر دو عدد حدیثیں ہیں۔ اس پہلی حدیث کا ایک ٹکڑا یہ بھی ہے کہ سورۃ توبہ کی ایک آیت مجھے کہیں نہیں مل رہی تھی اسے تلاش کرتے کرتے ابوخزیمہ انصاریؓ کے پاس پایا۔ آیت یہ تھی "لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ماعنتم براءہ" کے آخر تک۔ محترم قارئین! ایک تو اس

جھوٹی حدیث گھڑنے والا راوی ابن شہاب زہری دشمن اہل بیت رسولؐ، جس نے ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کے اوپر تہمت والی حدیث گھڑی ہے، پھر اس کو بخاری اپنے معیار اور نظریہ کے مطابق قرار دیتے ہوئے دشمن اہل بیت زیدؓ بن ثابت سے روایت کرتے ہیں کہ جب قرآن کو ہم لکھ رہے تھے تو ایک ایسی آیت گم کر بیٹھا جو سورۃ احزاب سے تھی اور وہ میں رسولؐ اللہ سے سنا کرتا تھا، پھر وہ بھی ہمیں خزیمہ بن ثابت انصاریؓ سے مل گئی۔ آیت یہ تھی کہ "من المومنین رجال صدقوا ما عاهدوا الله علیہ"۔ اس آیت کے ملنے کے بعد ہم نے اسے سورۃ سے ملحق کر دیا۔ میرے خیال میں قارئین حضرات، حدیث کے اس ٹکڑے میں بھی جو تقیہ کے غلاف میں تبرا ہے اسے سمجھ گئے ہونگے۔ ایک تبرا تو ان حدیثوں میں مشترک ہے کہ قرآن بالاہتمام ایک جگہ پر موجود نہیں تھا، دوسرے یہ کہ جہاں جہاں بھی تھا تو وہ کسی مرکز سے منسلک اور معلوم طور پر رجسٹرڈ نہیں تھا۔ محترم قارئین! اس آیت کو جو لا پتہ تھی اور صرف ایک ہی آدمی کے پاس تھی، اس بات کو راوی صاحب بالخصوص بیان کرتا ہے، تاکہ رسولؐ اللہ کی رسالت کے پیغام کی آیت کو کو خبر واحد بنایا جائے، یعنی ناقابل اعتبار بنایا جائے۔ اسی طرح اس آیت کے مفہوم کو بھی خبر واحد کے مفہوم کی طرح ناقابل اعتبار بنانے کی تلمیح دی گئی ہے۔ یہ سب کچھ اس لئے کہ اس آیت میں اصحاب رسول کی شان میں اللہ عزوجل قرآن حکیم میں اعلان فرما رہا ہے کہ مومنین کی جماعت میں ایسے عظیم المرتبت ساتھی بھی ہیں جنہوں نے اللہ کے ساتھ جان دینے کا جو معاہدہ کیا ہوا تھا، انہوں نے اسے سچا کر کے دکھا دیا، ان میں سے بعضوں نے تو جان کا نذرانہ بھی دیدیا، اور بعض انتظار میں بیٹھے ہیں کہ میدان جنگ کا طبل بجے تو ہم بھی اپنی جان، جانان کی خدمت میں پیش کریں۔ خاص اس آیت کو گمشدہ اور
خبر واحد بنانا اس سے حدیث سازوں کا اصحاب رسولؐ سے دشمنی کا عندیہ ملتا ہے۔

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی، حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔ اصحاب رسول کی شان میں قرآن فرماتا ہے کہ ”ومابدلوا تبدیلا“، (33-23) یعنی انہوں نے جیسا عہد و پیمان ہمارے ساتھ جان دینے کا کیا تھا، ایسا ہی وفا کر کے دکھا دیا، اس میں کوئی تبدیلی اور پس و پیش نہیں کی۔

جناب قارئین! آپ نے ملاحظہ فرمایا حدیث ساز ٹیم کی قرآن دشمنی کا؟ آپ نے دیکھا کہ یہ حدیث ساز امام لوگ رسول اللہ کی رسالت کو بھی خبر واحد کے طور پر مشکوک بنانے کا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دے رہے۔ مزید براں آپ نے دیکھا جناب قارئین! کہ یہ حدیث ساز امامی لوگ، یہ زہری و بخاری والے، جب قرآن، اصحاب رسول کی شان میں انہیں ’رجال صدقوا‘ کا تمغہ دینے کا اعلان فرما رہا ہے تو یہ لوگ جل جاتے ہیں۔ جب کہ قرآن اصحاب رسول کی استقامت کی شان بیان کرتے ہوئے انہیں ’ومابدلوا تبدیلا‘ کے اعزاز سے نواز رہا ہے۔ جناب قارئین! یہ ہیں وہ مخلصین شیعہ جو عداوت اصحاب رسول میں اثنا عشریوں سے بھی چار قدم آگے آگے جا رہے ہیں اور جو اہل سنت و اہل حدیث کا مولوی ہے اس کا ایمان بھی قرآن کے بجائے ان حدیث ساز اماموں کی حدیثوں پر ہے۔ چنانچہ جو لو گ رسول اللہ سے نفرت کرتے ہیں اور اصحاب رسول سے نفرت کرتے ہیں، ان کو قرآن سے کیا عقیدت اور کیا محبت ہو سکتی ہے۔ قرآن سے ان کی نفرت کی بڑی دلیل تو یہ بھی ہے کہ جب اللہ پاک اعلان فرماتا ہے کہ ”ان علینا جمعه و قرآنه فاذا قرأناه فاتبع قرآنه ثم ان علینا بیانه (75:17-19)“ یعنی قرآن کا جمع کرنا بھی ہماری ذمہ داری ہے، اسے پڑھانا بھی ہماری ذمہ داری ہے اور اس کے بیان اور تفسیر کرنے کی ذمہ داری بھی ہماری ہے۔ یہ تینوں ذمہ داریاں اور اعلانات اللہ نے آج تک سچ کر کے دکھائے ہیں۔ حدیث ساز امامی ٹیم نے اپنے جملہ وسائل سے اس جھوٹی حدیث کہ ’نزل القرآن علی سبعه احرف یعنی قرآن سات قرأتوں کے

حساب سے نازل کیا گیا ہے، اس بات کو سچا ثابت کرنے کے لئے انہوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا ہے لیکن آج تک ایک سے زائد قرآن کے لئے دوسری قرأت اور بولی نہیں بول سکے۔ جمع قرآن کے لئے قرآن نے بڑی وضاحت سے اعلان فرمایا کہ یہ کام ہماری رہنمائی میں بنفس نفیس خود محمدؐ الرسول اپنی ذمہ داری سے سرانجام دیتے ہیں۔ پوری ٹیم ورک کے ساتھ جملہ ساتھیوں کو کلاس لگا کر اپنی ماسٹر کاپی سے، جو اکیلے پہلے خود لکھتے ہیں پھر ساتھیوں کو لکھواتے ہیں۔ اس بات کی گواہی بھی اللہ نے دشمنوں سے دلا دی تاکہ زہری اور بخاری وغیرہ کی روایت بازی کی حقیقت کھل جائے، اس بارے میں اللہ نے کافر لوگوں سے کہلوایا ”وقالوا اساطیر الاولین اکتتبها فهی تملی علیه بکرة واصیلا (25-5)“ یعنی یہ کافر لوگ کہتے ہیں کہ یہ پہلے زمانے کے لوگوں کے قصے ہیں جنہیں پہلے تو یہ خود لکھ لیتا ہے پھر اس کے زیر انتظام صبح و شام ساتھیوں کو لکھوایا جاتا ہے۔ یہ بات کہ جناب رسول اللہ سلام علیہ نبوت ملنے سے پہلے لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے لیکن نبوت ملنے کے ساتھ ہی انہوں نے لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا، اس کی شاہدی بھی قرآن سے ملتی ہے۔ فرمایا کہ ”وما کنت تتلوا من قبله من کتاب ولا تخطه بیمینک اذا لارتاب المبطلون (28-29)“ یعنی آپ نبوت ملنے سے پہلے نہ پڑھنا جانتے تھے کسی لکھی ہوئی چیز کو، اور نہ ہی دائیں ہاتھ سے لکھ سکتے تھے جس سے اہل باطل لوگوں کو اس قرآن کے بارے میں مغالطے دیتے پھریں، کہ یہ آدمی پہلے سے بڑا پڑھا لکھا تھا، تجارت کے لئے باہر کے ملکوں کو جایا کرتا تھا، کہیں ادھر سے یہ کتاب لکھ کر لے آیا ہے۔ اس آیت کریمہ میں جو یہ فرمایا گیا کہ اس سے پہلے آپ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے، اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اب کی پوزیشن وہ پہلے والی نہیں رہی۔ محترم قارئین!! ہم نے بخاری کے باب جمع القرآن میں لائی ہوئی جن دو حدیثوں سے ان کا ایک ایک ٹکڑا آپ کی

خدمت میں پیش کیا ہے ان سے یہ بات اچھی طرح ثابت اور واضح ہو جاتی ہے کہ
ان حدیث سازوں کی قرآن سے عداوت ہے، نفرت ہے، اس لئے اس کی آیات
میں صحت کے لحاظ سے شک ڈالنے کا جو ہنر انہوں نے دکھایا ہے اس سے دونوں
حدیثوں میں بیان کی جانے والی آیتوں میں آیت (128-9) کے حساب سے
رسولؐ اللہ سے دشمنی اور آیت (23-33) کے حوالہ سے اصحاب رسولؐ سے دشمنی کا
ثبوت آپ پڑھ چکے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ یہ باب ہی انہوں نے اس مقصد سے
گھڑا ہے کہ رسولؐ اللہ کو اس طرح دنیا والوں کے سامنے متعارف کرائیں کہ وہ
وفات کے وقت قرآن کو اس حال میں چھوڑ گئے کہ وہ ہڈیوں اور بدبودار چیزوں پر
منتشر اور پراگندہ حالت میں لکھا ہوا تھا، کوئی ٹکڑا کہاں اور کوئی کہاں۔

محترم قارئین! ان روایت سازوں نے جمع قرآن کے بارے میں من گھڑت
روایات کو سچا ثابت کرنے کے لئے رسولؐ اللہ کو لکھنے پڑھنے سے ناواقف بتانے کے
لیے بہت سی حدیثیں گھڑی ہیں۔ مثلاً صلح حدیبیہ کا عہد نامہ رسولؐ نے علیؓ سے لکھوایا
تھا۔ جناب رسول کو جبریل سے '' اقــرأباسم ربک '' کا خدائی حکم پہنچانے کے
وقت ان حدیث سازوں نے جواب میں رسولؐ سے یہ کہلوایا ہے کہ ' مــاانابقــارء'
یعنی میں ان پڑھ ہوں۔ اس حدیث سے تو اللہ پر الزام آتا ہے کہ وہ ایسے آدمی کو
''اقرأباسم ربک'' کا حکم پہنچا رہے ہیں جسے پڑھنا ہی نہیں آتا۔ یعنی خود اللہ کی ذات
بھی اس حدیث سے عجیب قسم کی ثابت ہوتی ہے کہ وہ ان پڑھ آدمی کو پڑھنے کا حکم
دے رہا ہے۔ بہرحال آپ نے ابھی پڑھا کہ قرآن نے جمع قرآن کے مسئلہ میں
(15-17) سے ان کی حدیثوں کے غبارے سے ہوا نکال دی۔ علاوہ ازیں جن
حدیثوں میں کتابت وحی کے لئے انہوں نے چند گنے چنے لڑکے مشہور کئے کہ صرف
یہ لکھنا جانتے تھے اور وحی کے نزول کے وقت رسولؐ ان کو بلا کر وحی کا علم لکھواتے تھے،
اور خود رسول کو لکھنا پڑھنا آتا ہی نہیں تھا، تو ان کی اس روایاتی مغالطوں کو قرآن نے

(25-5) کے حوالے سے جھوٹا ثابت کر دیا، نیز (28-29) کے حوالے سے بھی
ان کے اندر کی قرآن دشمنی کو ظاہر کر دیا کہ رسولؐ اللہ رسالت ملنے کے بعد لکھنا
پڑھنا سیکھ گئے تھے۔

جمع قرآن کے لئے سو بات کی ایک بات

محترم قارئین! حقیقت یہ ہے کہ قرآن حکیم کسی بھی مسئلہ سے متعلق جب اپنی کوئی
ججمنٹ دیتا ہے، ڈیسیشن دیتا ہے اور فتویٰ دیتا ہے تو اس میں سیدھا سیدھا شفتالو کہتا
ہے کوئی شف شف نہیں کہنے کی طرح اٹک اٹک کر بات نہیں کرتا بلکہ صاف
صاف کہہ دیتا ہے۔ جناب قارئین! میں بلا مبالغہ اور بغیر کسی لاف زنی کے یہ دعویٰ
کرتا ہوں کہ دشمنان قرآن نے جو خلاف قرآن الزام تراشیاں کی ہیں کہ یہ کتاب
ناقص ہے، اس کی روایات محکم نہیں ہیں، مشکوک ہیں محفوظ نہیں ہیں وغیرہ
وغیرہ۔ اس موضوع پر اہل سنت والوں کے امام ابوداؤد کی کتاب صحاح ستہ کی
کتابوں میں شامل کر کے درس نظامی کے دورۂ حدیث میں مدارس عربیہ میں
پڑھائی جاتی ہے۔ ان کے بیٹے حافظ ابوبکر نے قرآن حکیم کے خلاف بڑی تفصیلی
کتاب ''کتاب المصاحف'' نامی لکھی ہے کہ یہ کتاب معتبر نہیں ہے، اس کی آیات
تحقیقی معیار پر پوری نہیں ہیں۔ محترم قارئین! امام ابوداؤد نے اپنے اس بیٹے کا نام
جناب صدیق اکبرؓ سے عقیدت کی وجہ سے نہیں رکھا تھا بلکہ اس نیت سے رکھا تھا کہ
اس کے نام سے جو خلاف قرآن علمی خرافات پھیلائیں گے تو انہیں پڑھنے والے
لوگ مصنف کا نام ابوبکر دیکھ کر اس کی باتوں کو قبول کر لیں گے۔ اس کی اس ''
کتاب المصاحف'' کی ترتیب و تصنیف میں اس کے باپ امام داؤد کا مکمل تعاون
رہا ہے، جب کہ باپ کی بیٹے کے خلاف تنقیدی روایات بھی مشہور ہیں۔ مطلب یہ
کہ ان کے ایک ایک الزام کا جواب قرآن میں موجود ہے اور اگر جوابی کتاب لکھی
جائے تو جمع قرآن، محفوظ قرآن کے موضوع پر دشمنوں کے اعتراضات کے

جوابات پر مشتمل یہ کتاب ہزار صفحوں سے بھی زائد لکھی جاسکتی ہے۔ لیکن میں نے اس مضمون کے سب ہیڈنگ یعنی ذیلی عنوان میں جو لکھا ہے کہ محفوظ قرآن کے خلاف امامی مذاہب والوں کی یہ واہی تباہی جتنی بھی ہو ان سب کا جواب ویسے تو'' **ان علینا جمعه و قرآنه فاذا قرئناه فاتبع قرآنه ثم ان علینا بیانه (75:17-19)** کے اندر کافی وشافی موجود ہے، لیکن روایت بازوں نے جو کچھ اگر، مگر، چونکہ، چنانچہ کی ہیرا پھیری سے لکھا ہے کہ قرآن حکیم کی جانوروں کے دم والی بدبودار ہڈیوں پر لکھی ہوئی آیات، کچھ کہاں سے اور کچھ کہاں سے، چن چن کر جمع کی گئی ہیں، ان کی ایسی قرآن سے نفرت والی روایات کو اللہ نے ان کے منہ پر دے مارنے کے لئے ان کی رد اور جواب میں پہلے ہی اعلان کیا ہوا ہے کہ میری کتاب قرآن ایسے اعلیٰ مرتبہ اور شان پر فائز ہے کہ'' **انه لقرآن کریم فی کتاب مکنون لایمسه الاالمطهرون (56-77-79)**'' یعنی یہ قرآن نہایت مکرم اور معظم ہے اسے انتہائی محفوظ کتاب میں ہم نے انسانوں کو دیا ہے (2-185)، اس قرآن کے مفاہیم اور علمی پرواز کو صرف وہ لوگ پہنچ سکتے ہیں جن کے دل ودماغ پاکیزہ ہوں۔ یہاں پاکیزہ کے معنیٰ یہ بھی ہوں گے کہ وہ قرآن مخالف گروہ سے نہ ہوں۔ ایسی کئی حدیثیں ہیں، جن میں لکھا ہے کہ قرآن بعد وفات رسولؐ بدبودار ہڈیوں پر لکھا ہوا ملا تھا۔

یہاں مجھے قارئین حضرات کی توجہ آیت کے الفاظ کتاب اور مکنون کی طرف مبذول کرانی ہے۔ ان الفاظ میں واضح طور پر فرمایا گیا ہے کہ یہ قرآن ایک کتابی شکل وصورت میں دی گئی ہے۔ امام بخاری اور ان کے اسلاف زہری، طبری وغیرہ فرماتے ہیں کہ انہیں وفات رسولؐ کے بعد قرآن ہڈیوں پر لکھا ہوا ملا ہے جب کہ حقیقت اس کے برعکس ہے، قرآن تو کتاب کے اندر محفوظ کر کے پہنچائی گئی ہے، یہ کتاب مکنون ہے۔ لفظ 'مکنون' کے معنیٰ میں بڑی وسعت ہے، اس کے کئی مفاہیم ہیں۔ میں اس کے معنیٰ کے لئے مفردات القرآن کے مصنف امام

راغب اصفہانی کے بیان کردہ معنیٰ کی طرف توجہ دلاؤں گا۔ وہ کہتے ہیں کہ اہل لغت کے نزدیک مکان اس جگہ کو کہتے ہیں جو کسی جسم پر حاوی ہو۔ بعض متکلمین کے نزدیک یہ من قبیل عرض ہے اور جسم حاوی ومحوی دونوں کے اجتماع سے عبارت ہے (کتاب کا حوالہ ختم) جناب عالی! لفظ مکان میں جو مکین المکان کے احتواء، اور احاطہ کے معنیٰ ہیں، اس سے مراد یہ ہے کہ قرآن کی ایک ایک سورۃ، ایک ایک آیت، ایک ایک لفظ محفوظ ہے۔ لفظ مکان کے اندر تمکن، قوت، اقتدار کا بھی مفہوم ہے جو مکین اور محوی کے تحفظ کی بھی ضمانت دیتا ہے۔ آیت کریمہ میں جو فرمایا گیا کہ'' انه لقرآن کریم فی کتاب مکنون'' تو یہ کتاب قرآن اس طرح مکنون ہے، اس قدر محفوظ ہے کہ ابن شہاب زہری کی خبر واحد یعنی بدبودار ہڈیوں والی بے ادبی کی حدیث کو خاطر میں نہیں لایا جاسکتا۔ یہاں میں قارئین کی خدمت میں یہ اپیل کرتا ہوں کہ غور فرمائیں کہ ایک تو دم کی ہڈیوں میں نہ کوئی لمبائی ہے نہ چوڑائی ہے جو لکھنے کے کام میں آئیں، نہ ہی ہڈیوں کا استعمال ایسے کاموں کے لئے ہوتا ہے کہ انہیں دستاویزی تحریروں کے لئے، دنیاوی معاملوں اور معاہدوں کے لئے ان کے اوپر لکھائی کرائی جاتی ہو، جب کہ ان کے اندر بدبو بھی ہو اور پھر بدبودار چیزیں گھر میں حفاظت کے ساتھ رکھی بھی جاتی ہوں۔ دنیا کی کسی مہذب قوم تو کیا غیر مہذب معاشرے میں بھی گھروں کے صندوقوں، الماریوں وغیرہ میں حفاظت کی نیت سے بدبودار ہڈیاں نہیں رکھی جاتیں۔ اس حدیث میں زہری اور بخاری نے قرآن سے متعلق اس کی حفاظت کا جو نقشہ کھینچا ہے اس سے ایک طرف ان کی قرآن حکیم سے نفرت ثابت ہوتی ہے جس کے باعث یہ لوگ دنیا والوں کے سامنے قرآن کی توہین کر رہے ہیں، دوسری طرف رسول اللہؐ اور ان کے ساتھیوں پر بھی الزام لگا رہے ہیں کہ ایسے دور میں جبکہ کاغذ کی ایجاد اور کاغذ کا استعمال عام ہو چکا تھا ایسے دور میں قرآن کے ساتھ ایسا سلوک!!! بڑا افسوس تو اس پر ہے کہ

امت مسلمہ کے علمائے دین عقل شعور پر ایسے تالے ڈالے ہوئے ہیں کہ قرآن کی اتنی اہانت کرنے والوں کو اپنے دین کا سرچشمہ بنائے بیٹھے ہیں، دین کے مسائل حیات بجائے قرآن سے لینے کے ان دشمنان قرآن سے لے رہے ہیں۔

محترم قارئین! اگر امامی مذاہب کی جانب سے جمع قرآن کے بارے میں جناب رسول اللہ کی اتنی غفلت اور ان پر قرآن کو بدبودار ہڈیوں پر لکھوا کر منتشر حالت میں بکھرا ہوا چھوڑ کر جانے کے الزامات اور خرافاتی قسم کی روایات کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر اللہ پر بھی الزام آئے گا کہ اس نے جو اعلان فرمایا ہے کہ ''انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون (15-9)''یعنی ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا ہے اور اس کی حفاظت بھی ہماری ہی ذمہ داری ہے۔ جناب قارئین! یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ جس کتاب کو بنی نوع انسان کے لئے خاتم الانبیاء کے ذریعے قیامت تک کے لئے رسالت کے پیکیج کے طور پر نازل کیا گیا ہے، ایسی اہم دستاویز کو رسولؐ اللہ اپنی حیات طیبہ میں کتابی شکل میں جمع اور محفوظ بھی نہ کرا سکے ہوں گے، جب کہ یہ ذمہ داری اور ڈیوٹی تو مقاصد رسالت میں سے نہایت ہی اہم اور مقدم ہے۔ خاص اس تنزیلی پیکیج قرآن کے لئے اللہ کا بھی اعلان ہے کہ ''تنزیل الکتاب من اللہ العزیز الحکیم (39-1)''یعنی غالب اور حکمت والے اللہ کی جانب سے کتاب نازل کی ہوئی ہے۔ تو حکمت اور غلبہ کے معانی پر غور فرمائیں، ان الفاظ کی روشنی میں جملہ فرقوں کی جمع قرآن کے سلسلے میں الزام تراشیوں والی انبارہائے روایات اڑنتو نظر آئیں گی۔ بہت افسوس کی بات ہے کہ دشمن ہمارے دینی مدارس سے قرآن کو نصاب تعلیم سے خارج کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ وہ اس طرح کہ مدارس میں پہلے امامی علوم پڑھائے جاتے ہیں وہ تعلیم جب پڑھنے والے، بھیک مانگنے والے، چندوں پر پلنے والوں، اپاہج ذہنیت والوں کے اذہان پر منقش ہو جاتی ہے، اس کے بعد قرآن کا انقلابی، ولولہ انگیز پیغام کیا سمجھ میں آئے

گا۔ قرآن نے جو اپنی فہم وفراست کے لئے اعلان کیا ہوا ہے کہ قرآن فہمی کے لئے'' صرفنا هٰذا القرآن لیذکروا (17-41)''یعنی اسی قرآن میں سب مثالیں (6-65) تذکیر و مذاکرہ کے لئے بیان کی ہوئی ہیں، یعنی فہم قرآن کے لئے کسی بھی امامی روایات کی ضرورت نہیں ہے، امامی فقہوں کی ضرورت نہیں، امامی روایات والے تفاسیر کی ضرورت نہیں ہے۔ افسوس کہ ان مدارس کے اندر پڑھنے پڑھانے والوں نے اللہ کی شان اور نام 'الصمد' کے معنیٰ پر غور نہیں کیا یعنی 'اونچا اور محفوظ مقام' جہاں پر کوئی آ کر پناہ حاصل کرے اور وہ سب سے مستغنی اور بے نیاز بے پروا ہو جائے۔ جناب قارئین! اللہ کے ناموں کی روشنی میں بھی اللہ کے ناموں کو سمجھنے کی ضرورت ہے یعنی اللہ کا جو کلام قرآن ہے اس کے کمالات میں اللہ کی صفتیں اور الوہیات کے جملہ کمالات بطور اتم ودیعت شدہ ہیں۔ تو اب یہ بات سمجھنے میں آسانی ہو گی کہ اللہ کا قرآن اللہ کے کلام والی کتاب بھی شان صمدیت سے متصف ہے۔ یہ اپنی تفہیم کے لئے آپ کو کسی بھی امامی اسکول کا محتاج نہیں بنائے گا۔ اس کی دعوت ہے کہ'' انظر کیف نصرف الآیات لعلهم یفقهون (6-65)''یعنی قرآنی سوجھ بوجھ کے لئے دیکھو تو ہم نے کس طرح آیات قرآنی کی تصریف کی ہے۔ خلاصہ عرضداشت یہ ہے کہ جس قرآن کو اللہ نے اتنے اہتمام کے ساتھ نازل فرمایا ہے، جس کے لئے دشمنوں نے رسولؐ اللہ کو بے وطن کیا، گھر سے بے گھر کیا، ان کے ساتھیوں کو قتل کیا، کیا کیا اذیتیں نہیں دیں، جب یہ سارے جھگڑے اسی کتاب قرآن کی وجہ سے ہوئے تھے، پھر کیا جناب رسولؐ اللہ ایسے مقصود کائنات و مقصود نبوت اور مقصود رسالت کتاب کو بخاری کی روایات کے مطابق بدبودار ہڈیوں پر لکھوا کر منتشر حالت میں لاوارث چھوڑ گئے ہوں گے؟ میں اس بحث کو مختصر کرتے ہوئے عرض گذار ہوں کہ ہمارے دینی مدارس کی تعلیم میں دینیات کے نام سے امامی فقہ، امامی روایات اور امامی روایتوں

میں جکڑی ہوئی تفسیر قرآن دشمنوں کا رائج کیا ہوا ہے۔ اس نصاب تعلیم کو مسلم امت کی نئی نسل پڑھ کر دشمن قرآن، دشمن رسولؐ، دشمن اصحاب رسولؐ بن کر نکلتی ہے، ان فاضلوں کی کھیپ قرآن کو امامی علوم کی عینک کے بغیر پڑھنے اور سمجھنے کے لئے تیار نہیں۔۔۔ یہ لوگ قرآن فہمی کے لئے قرآن کی تصریف آیات والی رہنمائی کو قبول نہیں کرتے۔ اسی ذہنیت کی وجہ سے اللہ کے، رسول اللہؐ کے ہاتھوں جمع کرائے ہوئے قرآن (75:17-19) کو لوگ عثمانی بیاض ہونے کا الزام دیتے ہیں، ان کی جامد اور پجاری ذہنیت کی وجہ سے قرآن پر بخاری اور زہری نے اتنی بڑی توہین کی جسارت ہوئی ہے جس کے تحت انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہؐ فوت ہو گئے اور قرآن بدبودار ہڈیوں پر، کچھ کہیں کچھ کہیں بکھرا ہوا تھا۔ جس قرآن کے لئے اللہ نے شاہدی دی کہ "فی کتاب مکنون (54-78)" یعنی کتابی شکل میں محفوظ کر کے ہم نے قرآن کو دیا۔ (54-77)۔ جس کی فہم اور ادراک تک پلید لوگ نہیں پہنچ سکیں گے (54-79)۔ "افبھذا الحدیث انتم مدھنون (56-81)" کیا تم اس حدیث کی کتاب کے نام پر مداہنت کر رہے ہو۔ یعنی جب اللہ نے قرآن کا نام صحیح صحیح علم حدیث کی کتاب رکھا ہے، تو تم اپنے خرافاتی قسم کی روایات کو کس طرح علم الحدیث قرار دیا ہے؟ "وتجعلون رزقکم انکم تکذبون (56-82)" تم نے اپنے رزق کے لئے جھوٹے علم کو ذریعہ روزگار بنایا ہوا ہے۔

قرآن حکیم کی کوئی بھی آیت منسوخ نہیں ہے

محترم قارئین! دین اسلام کے واحد علم، فکری نظریاتی قانون کی کتاب 'قرآن حکیم' کے خلاف امامی مذاہب کے روایاتی ذخیروں نے پروپیگنڈہ کے طور پر کئی الزامات وافہامات مشہور کیا ہوا ہے، کہ اس کتاب میں دئے ہوئے احکام کو اللہ پاک بدلتے رہے ہیں، یعنی کوئی حکم جو پہلے دیا گیا تھا کچھ عرصہ بعد اسے منسوخ کر کے اس کی جگہ دوسرا حکم دیا گیا۔ یا یہ کہ کچھ احکام کا متن اور آیتیں موجود تو ہیں لیکن وہ عمل کے لحاظ

سے متروک ہیں، یا کچھ احکام ایسے ہیں جن کا قرآن میں پہلے حکم اور متن موجود تھا لیکن اب وہ حکم والا متن تو گم ہو چکا ہے لیکن حکم سلامت اور جاری ہے۔ جناب قارئین! منسوخ آیات کی تعداد پانچ سو سے زائد بتائی جاتی ہے اور ان آیات کے بارے میں یہ بتایا جاتا ہے کہ ان آیات کی عبارت اور متن کی قرأت موجود اور سلامت ہے لیکن ان کے احکام منسوخ ہیں، ان پر عمل کرنا معطل ہے۔ محترم قارئین! قرآن حکیم نے سورۃ النساء کی آیت نمبر 6 میں یتیم بچوں کو ان کے اموال حوالے کرنے کا جو قانون سمجھایا ہے وہ یہ کہ "وابتلوا الیتامی حتی اذا بلغوا النکاح فان انستم منھم رشدا فادفعوا الیھم اموالھم (4-6)" یعنی امتحان کرو یتیموں کا جب پہنچیں وہ نکاح کی عمر کو (امتحان میں کامیابی کی نشانی) پھر جب پاؤ ان میں رشد

وہدایت، اس کے بعد ان کے اموال ان کے حوالے کر دو۔ دیکھا جناب قارئین! جب قرآن کے قانون میں بچوں میں نوجوانوں میں ان کی ملکیت ان کے حوالے کرنے کے لئے نکاح والی بلوغت عمری کی شرط رکھی گئی ہے اور اس میں بھی محض عمر کے پختہ ہونے کی بات نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ذہن، عقل وفکر کی رشد وہدایت والی سوچ، کھرے کھوٹے کی پہچان والی سمجھ آنے کی بھی نشانی ملے تو اسے اس کا مال دیا جائے۔ تو جناب جب ایک انسان کو دوسرے انسان کے حوالے کرنے کی بات ہو، تو اس کی اہمیت تو مال کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے یعنی بلوغت عمری کے بعد رشد فکری بھی ہو، یعنی پاگلوں کو بیویاں نہیں دینی۔ بہرحال قرآن حکیم کی اس واضح تعلیم کے باوجود آئیں اس مسئلہ میں امامی مذاہب کی بڑی اہم اور نامور کتاب بخاری کی حدیث کی طرف۔ اس کے 'کتاب النکاح' 'باب النکاح الرجل ولدہ الصغار، باب کا نمبر ہے ۶۸ اس میں حدیث نمبر ۱۲ یہ ہے کہ "عن عائشہ ان النبی ﷺ تزوجھا بنت ست سنین وادخلت علیہ وھی بنت تسعے

وسکنت عندہ تسعا"۔ یعنی عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسولؐ اللہ نے میرے ساتھ جب شادی کی تو میں اس وقت چھ برس کی تھی اور نو سال کی عمر میں میں ان کے گھر گئی اور نو سال تک ان کے ساتھ سکونت میں رہی۔ محترم قارئین! اب فیصلہ آپ فرمائیں ابھی آپ نے جو آیت کریمہ (4-6) میں بلوغت کی پڑھی، اس کے خلاف عمل بھی یہ حدیث ساز امام لوگ خود رسولؐ اللہ سے کروا رہے ہیں۔ اس کو انہوں نے یہ قرار دیا ہے کہ تلاوت آیت کی بحال اور اس آیت والے قانون کو منسوخ سمجھا جائے، کیوں کہ انہوں نے حکم آیت کی مخالفت جب خود رسولؐ اللہ سے کرا لی تو باقی اور تو کچھ نہیں رہا۔

جناب قارئین! قرآن کو امامی مذاہب والوں نے متروک العمل، منسوخ وغیرہ مشہور کر کے پانچ سو سے زیادہ آیات کو منسوخ مشہور کیا ہوا ہے تو تلاوت بحال اور اس آیت والی قانون کی تنفیذ منسوخ اور معطل۔ اس کی مثال نمبر دو بھی ملاحظہ فرمائیں۔ بخاری کے "کتاب المغازی" کا باب ہے نمبر ۵۰۰ اور حدیث ہے ۱۳۰۲، راوی ابن محیر ابن محیریز ابوسعید الخدری سے روایت کرتا ہے کہ "ہم رسول اللہ کے ساتھ غزوہ بنی مصطلق کی لڑائی میں گئے ہم نے وہاں عربوں کی عورتوں کو قید کیا، پھر ہمیں شہوت نے بھی زور بھرا، ان سے جماع کرنے کے وقت ہم نے چاہا کہ انزال باہر کریں کہ کہیں یہ حاملہ نہ ہو جائیں، جس کی وجہ سے بیچتے وقت ان کا ریٹ کم ہو جائے گا اور کنوارے پن والی قیمت نہ مل سکے گی۔ سو عزل سے متعلق مسئلہ رسولؐ اللہ سے پوچھنے گئے۔ جناب قارئین! اب کوئی بتائے کہ ادھر اللہ جل شانہ نے جناب رسولؐ کو حکم دیا ہوا ہے کہ "ما کان لنبی ان یکون له اسری حتی یثخن فی الارض تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الآخرۃ واللہ عزیز حکیم (8-67)"۔ جناب قارئین! اس آیت کریمہ میں لڑائیوں کے دوران مخالفوں کو قید کرنے، گرفتار کرنے پر بندش لگائی گئی ہے، اور نہایت وضاحت سے فرمایا گیا ہے

کہ تم لوگ غلام سازی سے اپنی دنیاوی دولت بڑھانا چاہتے ہو، اللہ کی نظر نہایت دور تک ہے جس پر تمہارے
دیرپا مصلحتوں اور اخیر تک کامیابیوں کا دارومدار ہے۔ اب بتائیں قرآن کی اس تعلیم اور غلام سازی پر بندش کا حکم ہوتے ہوئے بخاری کی حدیث مخالف لڑنے والے مرد تو کیا عورتوں کو ہتھیا کر قید کیا گیا ہے اور ابھی واپس گھر ہی نہیں پہنچے کہ ان کے ساتھ زنا کا طریقہ کار رسولؐ سے سیکھنے کی باتیں ہو رہی ہیں۔ اب کوئی بتائے کہ قرآن کی تلاوت تو موجود ہے لیکن اس پر عمل کرنا معطل اور منسوخ دکھایا جا رہا ہے، وہ بھی رسول اللہ کی قیادت میں (معاذ اللہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)۔

امام بخاری کا قرآن پر اور عمر فاروقؓ پر بہتان

جناب قارئین! اس مضمون میں پہلی دو حدیثیں بھی جناب رسولؐ اللہ اور اصحاب رسولؐ پر بہتان کی تھیں کہ انہوں نے غزوہ بنی مصطلق میں عورتوں کو گرفتار کیا اور عزل کے طریق پر ان سے زنا کی۔ قرآن کے حکم (8-67) کے باوجود۔ اور جناب رسولؐ اللہ نے قرآن کی طرف سے نکاح کی عمر کے حکم بلوغت (4-6) کے باوجود عائشہؓ سے ان کی چھ سال کی عمر میں خلاف حکم قرآن شادی کی۔ لیکن یہ دونوں مثالیں اس طرح کی تھیں کہ ان حکموں والی آیات قرأت میں موجود ہیں لیکن ان پر عمل کرنا منسوخ ہے۔ اب جو حدیث میں پیش کر رہا ہوں اس کے اندر امام بخاری اور ان کے استاد الاستاد امام ابن شہاب زہری نے جناب عمر فاروقؓ پر جو بہتان باندھا ہے، اس کے حکم کو جاری دکھایا گیا ہے۔ یہ حدیث بڑی لمبی چوڑی ہے اسے "کتاب لمحاربین" میں لایا گیا ہے، باب کا نام رکھا ہے "رجم الحبلی الزنا"، باب کا نمبر ہے ۹۷۹ حدیث کا نمبر ہے ۱۷۳۰۔ میں ساری حدیث نقل نہیں کرونگا، اور نہ ہی اس کی عربی عبارت بلکہ صرف مخصوص عبارت کا اردو ترجمہ پیش کرونگا۔ کہانی بنانے والوں نے جناب عمر فاروقؓ کی زبانی جمعہ کے دن کے خطبہ سے یہ حدیث

بتائی ہے کہ "عمرؓ نے فرمایا کہ اللہ نے محمدؐ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور ان پر کتاب نازل فرمائی، پھر کتاب میں سے جو نازل فرمایا تھا، اس میں رجم کی آیت بھی تھی پھر اسے ہم نے پڑھا بھی اور سمجھا بھی، اسے محفوظ بھی کیا۔ رسول اللہؐ نے بھی (زانی کو اور زانیہ کو) سنگسار کرنے کی سزا دی، اس کے بعد ہم نے بھی رجم کی سزا دی۔ میں ڈرتا ہوں کہ مدت دراز گذرنے کے بعد کوئی کہنے والا یوں نہ کہے کہ قرآن میں رجم کی آیت ہے ہی نہیں پھر گمراہ ہو جائے ایسے فریضے کے انکار سے جسے اللہ نے نازل فرمایا تھا، اور رجم اللہ کا اللہ کی کتاب میں ہونا حق ہے، واجب ہے اس کے اوپر جس نے زنا کی شادی شدہ مرد اور عورت پر جب شاہدی مل جائے یا اقرار کریں۔ محترم قارئین! یہ ہے ایک امامی قسم کا بہتان جو ہمالیہ جبل سے بھی بڑا بنایا گیا ہے اور اس امامی جھوٹ میں اتنا روایاتی پریشر ہے کہ اس قسم کی آیت کے نازل نہ ہونے کے باوجود امت کے مولوی مفتی اس پر عمل کر رہے ہیں اور اس نام نہاد آیت کے لئے اس حدیث کی عبارت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آیت نازل ہوئی تھی جسے ہم پڑھتے بھی تھے رسول اللہؐ نے بھی اس پر عمل کیا، ہم نے بھی اس پر عمل کیا۔ روایت سے دو ہی باتیں نکلتی ہیں کہ آیت تھی اور اس کی تلاوت منسوخ ہو گئی ہے یا یہ کہ قرآن

ناقص کتاب

ہے، جس میں یہ نازل شدہ آیت کم ہے، جب کہ اس کے اوپر عمل کرانے کے لئے مولوی لوگ آج بھی بضد ہیں اور قرآن حکیم کی بتائی ہوئی زانی اور زانیہ کے لئے مطلقاً یکساں بتائی ہوئی سزا ایک سو چابک (2-24) کو غیر شادی شدہ کے لئے تو مانتے ہیں لیکن شادی شدہ کو رجم کے ذریعے جان سے مار ڈالنا یعنی موت تک اسے سنگسار کرتے رہنے کی سزا قرار دیتے ہیں، جو کہ اللہ نے نازل ہی نہیں کی۔ جناب قارئین! قرآن پر جو اس کی آیات کے منسوخ ہونے کا بہتان اور الزام لگایا جاتا ہے اس کی ایک اور مثال اسی حدیث میں موجود ہے جو کہ راوی حدیث ساز امام ابن

شہاب زہری نے بتائی ہے کہ جمعے کے اس خطبے میں عمر فارروقؓ نے ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا کہ ہم اس قرآن میں ایک یہ آیت بھی پڑھا کرتے تھے کہ " ان لا ترغبوا عن آبائکم فانہ کفربکم ان ترغبوا عن ؤبائکم او ان کفرابکم عن آبائکم ان ترغبوا عن آبائکم' 'یعنی اپنے باپ دادوں کے احوال سے منہ نہ موڑیں اگر تم نے ان کی باتوں سے منہ موڑا تو تمہارا یہ عمل کفر میں سے ہوگا۔ پھر امام بخاری نے آیت کی روایت میں شک بھی کیا ہے کہ الفاظ آیت فانہ کفربکم تھے یا ان کفربکم تھے۔ محترم قارئین! بخاری صاحب کی اس حدیث کی روشنی میں ایک یہ بھی آیت منسوخ شدہ آیتوں میں شمار کی گئی جس کی تلاوت اور قرأت بھی قرآن سے یا منسوخ سمجھی جائے گی یا قرآن کو نعوذ باللہ ناقص کہا جائیگا، کیوں کہ یہ آیت اس کے اندر شامل ہونے سے رہ گئی۔

جناب قارئین! یہاں تک میں نے آپ کی خدمت میں نمونے کے طور پر حدیثوں کی کتاب بخاری سے قرآن کی آیات واحکام کے منسوخ ہونے کی کچھ مثالیں پیش کی ہیں، جبکہ ان کی کل تعداد پانچ سو سے زیادہ بتائی جاتی ہے۔ اب آگے ان جملہ الزامات اور اکاذیب وافترائات واختراعات کا رد اور جواب میں آپ کی خدمت میں قرآن حکیم کی آیات سے عرض کرتا ہوں ملاحظہ فرمائیں! اس سلسلہ میں آپ کو سب سے پہلے قرآن حکیم کا ایک تعارف ذہن میں رکھنا ہوگا اور یہ حقیقت سمجھنی ہوگی کہ یہ کتاب جو اللہ نے ہم انسانوں کے لئے نازل فرمائی ہے یہ کس شان کی کتاب ہے؟ اس کے لئے فرمایا کہ " وتمت کلمت ربک صدقا وعدلا لا مبدل لکماته وهوا السمیع العلیم (6-115) "یعنی اس کتاب میں اللہ کا دیا ہوا ضابطہ حیات اس قدر مکمل طور پر دیا ہوا ہے کہ اس میں دنیا بھر کی سچائیاں سموئی ہوئی ہیں، جو عدل وانصاف کے جملہ تقاضاؤں کا کفیل ہے، جس کے دئے ہوئے نظام حیات کی کسی جزئیات کے اندر تبدیلی، تغیر اور تنسیخ

کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔اس کتاب کے مکمل ہونے کی وجہ سے اب کسی نئے نبی کی
بھی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ اس کتاب کے اندر سمجھائے ہوئے مسائل حیات
انتہائی سمیع وعلیم ہستی کی جانب سے دئے گئے ہیں۔اور اس ہستی کا قول ہے
کہ ''مافرطنا فی الکتاب من شی (6-38)'' ہم نے اس کتاب میں کسی بھی
شئے کو فروگذاشت نہیں کیا۔اس لئے اس حقیقت کو ہروقت ملحوظ خاطر رکھا جائے کہ''
مایبدل القول الدیّ وما انابظلام العبید (50-29)'' میرے اقوال بدلا
نہیں کرتے ،میرے فیصلے بدلا نہیں
کرتے ،میرے کسی قول میں کسی تبدیلی اور تنسیخ کی گنجائش نہیں ہوا کرتی۔اگر میں
دنیا کی عدالتوں کی طرح قانون وضع کرنے کے بعد اسے منسوخ کرڈالوں،کینسل
کردوں تو یہ تو بڑا ظلم ہوگا،سن لو کہ میں اپنے بندوں پر ہرگز ہرگز ظلم کرنے والا نہیں
ہوں۔

جناب قارئین! قرآن دشمن امامی تحریک نے جو قرآن حکیم کے اندر آیات قرآنی کو
منسوخ مشہور کرنے کی سازش چلائی تھی انہوں نے اپنی سازش کو اس آیت سے
سہارا دینے کی کوشش کی ہے، ''ماننسخ من آیته او ننسها نأت بخیر منها
او مثلها الم تعلم ان الله علی کل شی قدیر (2-106)''، جب کہ اس
آیت میں ایسی کوئی بات ہے ہی نہیں۔آیت میں ہے کہ ہم کسی بھی (سابقہ شریعت
کے) حکم کو منسوخ نہیں کرتے مگر اس صورت میں کہ وہ اگلی شریعت جو کہ عارضی،
علاقائی اور مخصوص ومحدود عرصے کے لئے تھی، اسے بین الاقوامی بنیاد والی شریعت کی
کتاب میں، بین الاقوامیت کے سانچے کے مطابق زیادہ بہتر کرکے لاتے ہیں۔
اور کئی چیزیں تو اگلی کتابوں کے احکام کے مطابق برابر اور مماثل بھی لاتے ہیں۔
مستقبل میں تا قیامت، رہتی دنیا تک کے لئے ایسے ایسے قوانین دینا جو کبھی بھی
ایکسپائر نہ ہوں یہ ہمارے دائرہ اختیار میں ہے، اس لئے ہماری اس کتاب کی کوئی

بھی چیز منسوخ نہیں ہوئی۔جناب قارئین! یہ آیت کریمہ تو زمانہ نزول قرآن میں
یہودیوں کے اعتراض کے جواب میں نازل فرمائی گئی تھی جو کہتے تھے کہ ہماری
توریت موجود ہے تو قرآن کی کیا ضرورت ہے، اور اگر قرآن نازل کیا بھی گیا ہے
تو اس میں توریت والی کئی باتیں لانے سے کیوں رہ گئی ہیں، وغیرہ وغیرہ۔تو قرآن
حکیم اس آیت میں ان یہودیوں کو جواب دے رہا ہے۔ امامی تحریک کے
دانشوروں نے اس جواب کو بجائے اگلی تحریف شدہ کتابوں کی تحریفات کو منسوخ
کرنے کا حکم اور سبب بتانے کے، خود قرآن پر فٹ کردیا ہے۔اسی موضوع اور تفہیم
کی آیت فن تصریف آیات کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں ''وما ارسلنا من
قبلک من رسول ولانبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیته ینسخ
الله ما یلقی الشیطان ثم یحکم الله ؤیاته والله علیم حکیم
(22-52)'' (خلاصہ) اے رسول! آپ سے پہلے جتنے بھی رسول اور نبی بھیجے
گئے تھے بڑی تمناؤں سے جی لگا کر انہوں نے اپنی رسالت کا پیکیج لوگوں تک
پہنچایا لیکن ان کے اس جہان سے جانے کے بعد شیطان صفت بہروپیوں نے ان
کے پیکیج میں ملاوٹیں کردیں، پھر ہوتا یہ تھا کہ ان کے بعد کے آنے والے نبیوں کو
دئے جانے والے کتابوں میں ہم ان شیطانوں کی القاوالہامات والی ملاوٹ اور
تنسیخی قسم کی حدیثوں کو منسوخ کردیتے تھے، مٹا ڈالتے تھے اور ہمارے جن
اعلانات اور قوانین پر ان کی زد پڑتی تھی، ہم انہیں ری کنڈیشنڈ کرکے محکم طور پر
لے آتے تھے، علم اور حکمت کے ساتھ۔

محترم قارئین! اب اس آیت (22-52) کو ذہن میں رکھتے ہوئے آئیں سورۃ
مائدہ کی آیت نمبر 48 کی طرف۔فرمایا گیا ہے کہ ''وانزلنا الیک الکتاب
بالحق مصدقا لمابین یدیه من الکتاب
ومهیمنا علیه (5-48)۔ اس آیت کا مفہوم بتاتا ہے کہ یہ کتاب قرآن حکیم

پہلے گذرے ہوئے انبیاء کی کتابوں کے تسلسل اور اسلوب سے فینسخ اللہ مایلقی الشیطان کے جلوے سے آباد ہے لیکن ساتھ ساتھ یہ کتاب نوحؑ سے عیسیٰؑ تک آئے ہوئے جملہ انبیاء کو ملی ہوئی کتابوں کی مہیمن بھی ہے۔ مہیمن کے معنیٰ اس طرح سمجھیں کہ مرغی جس طرح اپنے پروں کے نیچے جملہ انڈوں کو ڈھانپ لیتی ہے اس طرح یہ قرآن جملہ انبیاء کی تعلیمات کو بحفاظت وسلامت آپ کے لئے لے آیا ہے اب اس کی محافظت اللہ کے ذمہ ہے (15-9)۔ اس کتاب پر اوپر بتائی ہوئی قسم کے سارے امامی ڈاکے ناکام ہونگے۔

****

رائج زمانہ اسلامی نام کے مدرسوں میں قرآن دشمن نصاب پڑھایا جاتاھے

اس مضمون کے عنوان میں میں نے امت مسلمہ کے مدارس پر انکے ہاں پڑہائی جانے والی دین اسلام کے نام سے تعلیمات پر ایک بہت بڑا الزام لگایا ہے، اور انکے خلاف بہت بڑی دعوی کی ہے، وہ یہ کہ عالم اسلام کی جامعہ از ہر مصر جامعہ ام القرئ مکہ المکرمہ جامعہ مدینۃ المنورہ یونیورسٹی، ایران، پاکستان ہندستان بنگلہ دیش، انڈونیشیا، ملائیشیا مطلب کہ پورے عالم اسلام کے مدارس دینیہ میں دین اسلام کے نام سے، جو بھی موضاعات ومضامین پڑہائے جاتے ہیں، وہ ٹوٹل دو قسم ہی، ایک قسم ہے فقھی مسلکوں کے جدا جدا اماموں کے انکے مخصوص تقطۂ نظر سے انکے مذاہب کی تعبیریں دوسری قسم ہے علوم روایات جو روایات، ہر امامی فرقہ کی اپنی اپنی جدا جدا ہیں کوئی ایک فرقہ دوسرے فرقہ کی حدیثوں کو نہیں مانتا، یہ دونوں قسم، روایات اور یہ امامی ناموں کی جملہ فقھیں، قرآن حکیم نے جو مسائل حیات سمجھائے ہیں انکا رد کرتے ہیں، قرآن نے الاتزوار وزر اخری ٥ و.ن لیس للانسان الاماسعی ٥ و قدر فیھا اقواتھا فی اربعہ ایام سواء للسائلین ٥ یا ایھاالناس اتقواربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ ٥ وابتلوا الیتامی حتی اذا بلغوالنکاح ٥ یسئلونک ماذا ینفقون قل العفو ٥ ماکان لنبی ان یکون لہ اسری ٥ معیشیت اور معاشرت میں برابری، نابالغ بچوں کے نکاح پر بندش، عورت اور مرد میں برابری، ذخیرہ اندوزی، ارتکاز دولت، استحصال اور غلام سازی پر بندش کے جتنے بھی قوانین نافذ کرنے کے احکام دیے ہیں، امت مسلمہ کے جملہ امامی فرقوں نے قرآن حکیم کے ان جملہ احکامات کو ٹھکرایا ہوا ہے، اس چوری اور سینہ زوری کو چھپانے کیلئے ان فرقوں والوں نے قرآن حکیم کے اندر معنوں میں تحریفات کی ہوئی ہیں، اور بعض احکامات کو منسوخ قرار دیا ہوا ہے، میں دنیا بھر کے انسانوں کو انسانیت کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ یہ الکتاب قرآن حکیم جملہ ذات انسان کیلئے ھدی للناس ھدایت کی راہ بتانے والی کتاب ہے، اسلئے سارے انسان دوست لوگوں کو استدعا کرتا ہوں کہ آئیں ہم اس مشترکہ میراث کو عالمی سرمایہ دارشاہی اور جاگیردارشاہی کی دام ہم رنگ والی سازشوں سے چھڑا کر قرآن کو روایات اور امامی سازشوں سے آزاد کرا کر خود اسکے بتائے ہوئے تصریف آیات والے ہنر سے قرآنی فقہ اور تفقہ حاصل کریں! انظر کیف نصرف الآیات لعلھم یفقھون ٥ اوپر لگائے ہوئے میرے الزام اور دعوی کا ثبوت یہ ہے کہ وہ اپنے مدارس میں سب کچھ پڑہاتے ہیں لیکن قرآن کو قرآنی اسلوب سے نہیں پڑہاتے''
خدا کرے کوئی موسیٰ ادہر بھی آنکلے ـ ذرا سا طور جلا دٔ بڑا اندہیرا ہے

فہم قرآن کن کے حصہ میں آتاھے؟

امام انقلاب عبیداللہ سندھی نے کہا

جولوگ حوائج حیات کے فکر سے بے نیاز زندگی کی مستیوں میں مگن نہ حاجت امروز نہ فکر فردا، ایسے لوگ قرآن حکیم کے فکری پرواز کو چھو بھی نہ سکیں گے، قیادت کائنات کیلئے قرآنی اھداف کی فہم ان لوگوں کے حصہ میں آتی ہے جنہوں نے اس امام اور مہدی کتاب کو دنیاء کائنات میں نافذ کرنے کیلئے دشمنوں کے مقابلہ میں اپنا جسم لہولہاں کرایا ہو، اپنے پیاروں اور قرآن کے لئے جان نثار کرنے والے پروانوں کے لاش اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوں، وطن سے بے وطن کر کے جلاوطن کئے گئے ہوں، جنکا جسم دشمنوں کے تیروں نے چھلنی کیا ہوا ہو، اوران سے ساری متاع حیات لوٹی گئی ہو، ایسے لوگ جب قرآن پڑھینگے تو انکا فکری پرواز یوم یقوم الناس لرب العالمین کے سلوگن سے ربوبیت عالم کیلئے، انقلاب لانے کیلئے یقوم الناس کی معنی چڑیوں کو، ممولوں کو بازوں سے لڑانے والے قرآنی مفہوم کو سمجھ پائینگے، ان ہی متوالوں کیلئے قرآن نے کہاہے کہ فالذین ھاجروا واخرجوامن دیارھم واوذوافی سبیلی و قاتلو او قتلوا لاکفرن عنھم سیاتھم ولادخلنھم جنات تجری من تحتھاالانہار {۱۹۵-۳) یعنی جولوگ (قرآن سے تعلق کی وجہ سے) بے وطن کرائے گئے اورانہیں ملک نیکالی دی گئی اور اللہ کی راہ قرآن (۲۹-۴۰) پر چلنے کی پاداش میں ایذائیں دئے گئے، پھر وہ لڑنے بھی اور قتل بھی کئے گئے، سوہم ضرور انکی برائیوں کو مٹا کر انہیں باغات جنت میں داخل کرینگے''

کفر کی راہ میں کیوں کھوئے ہو لوگو!_ اپنے اللہ کے فرمان کو ڈھونڈ و یارو!

قرآن کی معنوی تحریف سے بوگس تاریخ سازی کا شاہکار

...یخ گھڑی گئی ہے کہ حبشہ کی مسیحی سلطنت کے علاقہ یمن کے گورنر ابرہہ نے جناب رسول مآب سلام
...کی ولادت سے چند ہفتے پہلے کعبۃ اللہ کو مٹانے کیلئے ہاتھیوں پر سوار اپنی فوج لیکر حملہ کیا، جبکہ قرآن حکیم
...نے یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آزادی پسند طیر صفت تیراندازوں کے جتھہ کو جب اللہ نے کعبہ
...دفاع کیلئے ہاتھیوں کے لشکر سے مقابلہ کیلئے بھیجا تو اے محمد! ترمیھم بحجارة من سجیل یعنی
...بھی انپر سنگ باری کر رہے تھے، اب غور فرمایا جائے کہ قرآن کی زبانی جناب رسول اللہ اس واقعہ کے
...نوجوان ہیں اور طیر صفت بھی ہیں قوم و امت کے دفاع کیلئے سرشار جتھہ کے ممبر بھی ہیں اور تیر
...ازی میں بھی ایکسپرٹ ہیں، جنگ میں جناب رسول اللہ کی تیراندازی کا ذکر قرآن حکیم میں و
...ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی (۱۷-۸) سے لایا کہ اے محمد! آپ جب دشمنوں پر تیر برسا رہے
...اور آپ کے اور آپکے لشکر والوں کی تیراندازی سے جو لوگ قتل ہوئے تھے، فلم تقتلوھم ولکن
...اللہ قتلھم یہ قتل تو آپ نے کئے تھے لیکن میں اللہ انکے قتل ہونے کا ذمہ دار ہوں کیونکہ انہیں آپنے
...میرے حکم سے قتل کیا تھا، قرآن کی تحریف معنوی کرنے والوں کی خیانتوں پر غور فرمایا جائے کہ ترمیھم
بحجارة میں ترمی صیغہ واحد مذکر مخاطب ہے اسکا ترجمہ جمع غائب کی معنوں میں کرتے ہیں، اور حجارة کی
...معنی کنکری کرتے ہیں جو اتنی چھوٹی جو پرندے کی چونچ میں آجائے جبکہ چونچ میں سما سکنے والی چیز کو حجارة
...نہیں کہا جاسکیگا اسکا نام تو، ریت کا ذرہ ہوسکتا ہے، ایسا ترجمہ کرنے والوں نے ابابیل لفظ کے ترجمہ میں
...پرندہ بتایا ہے کہ وہ تو چڑیا سے بھی چھوٹا ہوتا ہے اسکے منہ میں حجارہ تو کیا کنکری بھی نہیں سما سکیگی، اسکے
...منہ میں سما سکنے والی چیز کو ریت اور رمیم کہا جائیگا جبکہ قرآن نے اس کیلئے حجر سے بھی بڑھکر حجارہ کا لفظ
...استعمال فرمایا ہے، جو حجر اور حجارہ خود مبینہ طور پر ابابیل پرندہ کی ضخامت سے بھی بڑا ہوتا ہے، تفسیر کبیر والے
...اور اسکے ہمنواؤں کا جو خیال ہے کہ وما رمیت اذ رمیت والی آیت جنگ خیبر کے موقعہ پر اتری ہے یہ
...غلط ہے اسلئے کہ یھود کیلئے تو قرآن فرماتا ہے کہ فما او جفتم علیہ من خیل ولا رکاب یعنی
...آپنے انکے خلاف کوئی لڑائی نہیں لڑی اور جو حدیث بنائی گئی ہے کہ وما رمیت اذ رمیت سے مراد جنگ
...بدر میں رسول نے زمین سے مٹھی بھر خاک اٹھا کر لشکر کفار کی طرف پھینکی تو وہ مر گئے، یہ حدیث جھوٹی ہے،
...اس حدیث کا رد آیت کے اگلے جملہ سے ہوتا ہے ہے کہا ولیبلی المؤمنین منہ، تو مؤمنوں کی آزمائش
...دشمنوں کے منہ میں خاک پھینک کر معجزہ کے ذریعے انہیں قتل کرنے سے نہیں ہوسکتی، بلاء اور آزمائش کیلئے
...دور کی لڑائی لازمی ہے اگر دشمن چھومنتر سے مریں تو پھر ابتلاء اور آزمائش کا ہے کی؟ اور ابرہ کے لشکر سے
...جنگ کرنے میں رسول اللہ کو شریک ماننے سے ہی سورۃ کے شروع جملہ والے خطاب ''الم تر'' کو درست
...مانا جاسکے گا

یہ ابھرتے ہوئے سورج کا پیام آیا ہے_ انقلاب آئے گا انداز شہنشاہی میں

جملہ انبیاء علیہم السلام محنت کش اور مزدور تھے!

انقلاب دشمن کفار نے کہا کہ:

مال هذا الرسول ياكل الطعام ويمشى فى الاسواق لولا انزل اليه مَلك فيكون معه نذيرا(۲۵/۷)

یعنی یہ انقلاب لانے کی باتیں کرنے والا رسول کس قسم کا ہے؟ جو اسکے کھانے پینے کا دارومدار ہی بازاروں میں گھوم پھر کر مزدوری کرنے پر ہے۔ کیوں اسکے ساتھ کوئی ملک (باڈی گارڈ) نہیں ہے جو لوگوں کو ڈرا دھمکا کر (چودھریوں، وڈیروں، سرداروں کے گماشتوں کیطرح) اسکے لیے سامان رزق کا بندوبست کر سکے، یمشی فی الاسواق بازاروں میں گھومنا کے معنیٰ وہاں مزدوری کرنا ہے، یہ معنیٰ امام انقلاب عبیداللہ سندھی نے کی ہے اور اسکی تائید اسی آیت میں ملک کے ذکر سے ہوتی ہے، اور بعد والی آیت اَو يلقىٰ اِليه كنز.......سے بھی ہوتی ہے۔ پھر آیت نمبر (۲۵/۲۰) میں بھی انقلاب دشمن کفار کو اللہ نے جواب میں بتایا ہے کہ یہ اکیلا محمد علیہ السلام ہی بازاروں میں محنت مزدوری پر گذر اوقات نہیں کر رہا ہے لیکن وما ارسلنا قبلک من المرسلين الا انهم لياء كلون الطعام ويمشون فى الاسواق

یعنی ہم نے جتنے بھی رسول آپ سے پہلے بھیجے تھے وہ سب بازاروں کی مزدوری کرنے سے اپنے کھانے پینے کا بندوبست کرتے تھے۔ جناب قارئین! انبیاء علیہم السلام کا یہ حلال طریقے سے محنت مزدوری کر کے معیشت اختیار کرنا انقلاب دشمنوں کو جب اچھا نہ لگا تو انہوں نے اپنے تنخواہ خور جعلی حدیث سازوں سے کہا کہ ایسی حدیثیں بناؤ جو رسول کیلیے کھانے پینے کا معاملہ بجائے مزدوری کے کوئی غیبی قسم کا بن جائے اور بازاروں سے روزگار کمانے کی اہمیت کو ختم کراؤ۔ تو جھٹ سے انہوں نے ایک حدیث یہ بنائے کہ رسول اللہ نے لوگوں سے فرمایا کہ آپ میری طرح مسلسل روزے نہ رکھو، مجھے تو اللہ (غیب سے) کھلاتا پلاتا ہے۔ (بخاری، کتاب الصوم)

دوسری یہ حدیث بنائی کہ من غدا الا السوق غدا براء یة ابلیس (ابن ماجہ، جلداول) یعنی جو شخص صبح صبح کو بازار میں جائے گا وہ جیسے کہ شیطان کے علم برداروں میں سے ہوگا، ابن ماجہ کی حدیثوں پر حاشیہ لکھنے والے نے اسکی معنی کی ہے کہ ایسا آدمی حزب الشیطان یعنی شیطان کی جماعت میں سے ہوگا،

اب کوئی بتائے کہ قرآن انسانوں کو کہاں لے جانا چاہتا ہے اور یہ علم حدیث کہاں لے جانا چاہتا ہے؟